وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

# سقیفہ اور فدک

صرف شیعہ حضرات کے لئے


حامد بن شبیرؒ

مؤلف کلمۃ الحق

و

خلافت و امامت

صرف شیعہ حضرات کے لئے

حامد بن شبّیر

سابق چیف جج سٹی کورٹ حیدرآباد

و

چیئرمین اسپیشل ٹرائبونل واگزامنر (قانون)
آئی اے ایس و پبلک سروس کمیشن

بار — اوّل

سنہ اشاعت — سنہ ۱۹۹۱ء

تعداد — پانچ سو

مولف — حامد بن شبیر

کتابت — تاج الدین

طباعت — اعجاز پریس چھتہ بازار حیدرآباد

قیمت :- پچاس ۵۰ روپیہ

ملنے کا پتہ :-

مکان مولف — ۱۰ - ۲ - ۵۰۹

آصف نگر حیدرآباد-۲۸

# سقیفہ اور رفیقہ

## فہرست مضامین

## باب دوم

## باب سوم

## باب چہارم



## باب پنجم

متفرقات



اختتام

## شکریہ کی دوسری قسط

میرے قدیم دوست اور سمدھی
جناب سید غازی حسین صاحب نے

میری اس کتاب کی بھی کتابت و طباعت
کی ذمہ داری قبول فرما کر میرے کام کو آسان کر دیا
جن کا میں تہہ دل سے مشکور رہوں

اَجرُکُم اِلیٰ اللہ

حامد بن شبّیر

# پیش لفظ

شیعہ علماء نے یوں تو سقیفہ اور اس کے تسلسل دعواقب سے متعلق اپنی سینکڑوں کتابوں میں تفصیلات بیان کی ہیں مگر سوائے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب "السقیفہ و الفدک" کے مختص سقیفہ کے متعلق کوئی کتاب میرے علم میں نہیں۔

علامہ جوہری کی یہ کتاب اب کہیں دستیاب نہیں ہے اور معلوم ہوا کہ یورپ اور امریکہ کے بھی کسی کتب خانہ میں اس کا پتہ نہیں چلا۔ مجھے خیال ہوا کہ ایک جامع کتاب صرف حالاتِ سقیفہ اور اس کے عواقب سے متعلق تالیف کروں جس سے اسلام کو تباہ کرنے والے اس واقعہ کا نقشہ بہ یک نظر سامنے آجائے۔ کتاب کا نام "سقیفہ اور رفیقہ" لیوں رکھا گیا ہے۔ چند صفحات پڑھنے کے بعد قارئین کو خود معلوم ہو جائے گا۔

اپنی کتاب "خلافت و امامت" کی طرح اس کتاب میں بھی صاف گوئی سے کام لیا گیا ہے اور چونکہ اَلْحَقُ مُرٌّ یعنی حق کڑوا ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسی کو اس کے پڑھنے سے ناگواری محسوس ہو اس لئے اس کتاب کو بھی میں نے صرف شیعہ حضرات کے لئے مختص کر دیا ہے۔ حقیقت بھی یہی

ہے کہ جب تک پوری طرح صاف گوئی سے کام نہ لیا جائے مطلب پوری طرح واضح نہیں ہوتا۔ جیسا کہ لارڈ میکالے کا مشہور مقولہ ہے۔

"اہلِ منطق تو مفروضات پر ہی بحث کر لیتے ہیں مگر عوام کے لئے تو مجسم تصویر پیش کرنی پڑتی ہے"

اس کتاب کے بعض مضامین میری سابقہ کتابوں میں بھی آچکے ہیں مگر یہاں ان کو بالکل مختصراً اس لئے دھرایا گیا ہے کہ تمام متعلقہ امور بہ یک نظر سامنے آجائیں۔

بمصداق: "تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو"

میرا مقصد شیعہ قوم کی ابھرتی ہوئی نسل کو ذہن میں رخنہ اندازی کی تلخ حقیقتوں سے واقف کرانا اور مولائے کائنات کے خلاف کی ہوئی کارسازیوں کا کچا چٹھا پیش کرنا ہے تاکہ شیعہ بچے مخالفین کی کوششوں کی وجہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور اپنے عقیدۂ حقہ میں مستحکم رہیں۔ ضرورت سے زیادہ رواداری میں اس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ ظالم پوری طرح بے نقاب نہ ہوں اور بات الجھی رہ جائے۔

ارشادِ الٰہی ہے۔ "ظالمین کی طرف ذرا بھی جھکاؤ اختیار نہ کرو ورنہ جہنم کی آگ تمہیں بھی بھسم کردے گی۔ (وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورۂ ہود آیت ۱۱۳)

یہاں قابلِ ذکر ایک اور بات یہ ہے کہ جن اہلِ سنت حضرات نے تحقیق کی انہوں نے حق کا اعتراف کیا بالعموم اہلِ طریقت بزرگ، جن سے اپنے ذاتی سابقہ کی بناء پر میں بے کھٹکے کہہ سکتا ہوں کہ وہ صدفی صد ان ہی خیالات کے حامل رہیں جو

میں نے اس کتاب میں پیش کئے ہیں۔ ان میں سے بعض بزرگ تو ڈنکے کی چوٹ حق کو بیان کرتے ہیں جیسے شاہ نورالدین نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں ۔

مالوائے از ولائے آل ولی افراشتیم
طبل در زیر گلیم آخر چرا باید زدن

اور بعض بزرگ کچھ ظاہری مصلحتوں کی بناء ہر کہہ و مہہ کے سامنے نہیں کھلتے اور صرف ظرف دیکھ کر کلام کرتے ہیں۔ اس کتاب کو صرف شیعوں کے لئے محدود کرنے کی ایسی کوئی وجہ ہرگز نہیں ہے کہ کوئی غیر مصدقہ یا غیر مستند امر بیان کر دیا گیا ہو جس سے کسی حرف گیری کا اندیشہ ہو بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہر جملہ ذمہ داری کے ساتھ لکھا گیا ہے اور تمام کی تمام روایتیں اہل سنت کی مستند کتب تفاسیر و حدیث و تاریخ سے اخذ کی گئی ہیں۔ وجہ صرف اسی قدر ہے کہ صاف گوئی کسی غیر شیعہ کے لئے ناگواری کا باعث نہ ہو۔

مجھے احساس ہے کہ میری یہ کوشش سمندر کے سامنے بس ایک قطرہ ہی ہے، مگر بقول اقبال ۔

رازِ حیات پوچھ لے خضر خجستہ کام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

حامد بن شبیر

آصف نگر
۲۰ / جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ ہجری
م ۷ / جنوری ۱۹۹۱ء

۱

# باب

## سقیفہ

**سقیفہ ہے کیا بلا**

چوروں کے اڈہ سے دین پر ڈاکہ ۔ یہ ہے سقیفہ کا خلاصہ ۔ لغت میں سقیفہ کے معنی ہیں خفیہ مشوروں کا مقام ۔ سقیفہ بنی ساعدہ مدینہ سے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا مکان تھا جہاں چور ڈاکو اور جرائم پیشہ خفیہ مشوروں کے لئے جمع ہوا کرتے تھے ۔ ۱۹۳۷ء میں میرے والد صاحب قبلہ نے اپنے دوسرے حج کے موقع پر بطور خاص اس مکان کی پیمائش کی تو یہ چند گز لمبا چوڑا ایک کمرہ پایا گیا ۔ ممکن ہے اس کی حالت میں کچھ تبدیلی ہوئی ہو بہرحال خفیہ مشوروں کا مقام کوئی بڑا وسیع مکان ہو بھی نہیں سکتا اور یہ کہنے کا کوئی امکان نہیں ہے کہ یہاں اجماع کے لئے بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے تھے ۔

سقیفہ کی گزشتہ جو کچھ تاریخ رہی ہو رہی ہو مگر منافقین نے اس کو مولائے کائنات کے خلاف سازش اور آپ کے حقوق کو غصب کرنے کے لئے استعمال کیا تو مقام شیطان سے بھی زیادہ مشہور ہو گیا اور جس طرح شیطان پر لعنت ہوتی رہتی ہے اہل سقیفہ پر بھی تا قیامت لعنت ہوتی رہے گی ۔

اولٰئِكَ جَزَاؤُهُم اَنَّ عَلَیهِم لَعنَةَ اللهِ وَالمَلٰئِکَة

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن لعنت کے اس معاملہ میں کسی کو بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ صفحات مابعد پر قرآن، حدیث اور تاریخ کے حوالوں سے ہم جو حقائق پیش کریں گے اُن کو دیکھ کر اگر کسی میں رمق برابر بھی عقل اور رائی برابر بھی ایمان ہے تو وہ مستحق لعنت افراد پر جن پر خود حضرت رسول ؐ نے لعنت فرمائی ہے اور شیطان کا گروہ فرمایا ہے اور جن پر لعنت سے متعلق آیاتِ قرآنی پوری طرح چسپاں ہوتی ہیں۔ خود دل کھول کر لعنت کرنے لگیں گے (جیسا کہ ایک اہلِ سنت محقق حکیم عبدالحمید صاحب کہتے تھے اِن مردودوں پر لعنت نہ کرے تو کیا درود بھیجے)۔ سقیفہ درحقیقت متواتر آیاتِ قرآنی اور ارشاداتِ رسول ؐ کی مخالفت میں اور بالخصوص خطبۂ غدیرِ خم کے خلاف قائم ہوا محاذ ہے جس کے نتیجہ میں اسلام حق و باطل کے دو علیٰحدہ علیٰحدہ گروہ میں منقسم ہو گیا اور ایک غدیری اہلِ اسلام رہا تو دوسرا سقیفانی، جھوٹا، کفر و نفاق سے مرکب نام نہاد اسلام رہا۔ غدیری اسلام کا مرکز مولائے کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں تو سقیفانی جھوٹے اسلام کی بنا رکھنے والے ابوبکر، عمر و عائشہ ہیں جن کو بکثرت دنیا پرستوں کی تائید حاصل رہی اور اب بھی اُن ہی کے وارث موجودہ سُنی مسلمان ہیں جو علی الاعلان اپنے اُن مورثوں کی مدح سرائی اور مولائے کائنات سے بغض کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ارشادِ رسول ؐ واضح ہے کہ تہتر ۷۳ میں سے صرف شیعانِ حیدرِ کرار کا وہ فرقہ ہے جس کے لئے جنت محفوظ کر دی گئی ہے۔ اور باقی بہتر ۷۲ فرقے وہ ہیں جن کا مقسوم نارِ جہنم ہے۔ ان کو کوئی ہوائی باتیں نہ سمجھے بلکہ یہ قرآن اور ارشاداتِ

رسولؐ کی صحیح ترجمانی ہے۔

## سقیفہ مولانا خواجہ حسن نظامی کی نظر میں

مولانا خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ منادی جلد ۴۳ شمارہ (۱۱) میں سقیفہ کی تعریف اس طرح کی ہے۔ "یہ ڈبونے والی آگ جلانے والا پانی ہے۔ یہ پیاسوں کے لئے بھی تشنگی اور سیرابوں کے لئے بھی پیاس ہے۔ یہ رات کے لئے اندھیرا اور دن کے لئے دھوپ ہے۔ اس کے سر نہیں مگر پاؤں ہیں۔ اس میں دل نہیں ہے۔ دماغ نہیں ہے مگر جسم بہت خوبصورت ہے۔ اس کی ناک میں ایک سو سو راخ ہیں اور اس کے چہرے پر ہزار ہزار آنکھیں ہیں۔ اس کی غذا جھوٹ ہے مگر بے فریب ہے۔ اس کی شکل بلی سے زیادہ مسکین مگر پنجہ شیر سے بڑھ کر خاردار ہے میں اس کا حلیہ لکھوں تو ساری دنیا کی زمین کا غذ اور سب سمندروں کو دوات اور سب درختوں کو قلم بنا کر بھی پورا حلیہ ادا نہ کر سکوں، بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ انسان کی انگلی کے ناخن میں ایسے بے شمار الیکشن موجود ہیں۔ اگر سقیفہ کے دن وہ گھر سے باہر نہ آیا تو کیا ڈر ہے وہ الیکشن کی حکمتوں سے تہی دست تو نہ تھا۔ وہ کون؟ میرا باپ، میرا دادا اور رسولِؐ خدا کے بعد سب سے بڑا آدمی علی مرتضیٰؑ

## سقیفہ کے شرِ عظیم کی خبر

سقیفہ میں جو شرِ عظیم اور فتنہ برپا ہونے والا تھا اس کی خبر حضرت رسولؐ نے پہلے ہی دیکر اُمت کو متنبہ فرما دیا تھا اس بارے میں آں جناب کے ارشادات صحاح ستہ اور اہلِ سنت کی دیگر مستند کتب میں روایت کئے گئے ہیں۔

(ملاحظہ ہوں، جامع ترمذی کتاب الفتن باب ۱۲، خصائص نسائی، کتاب البیعہ باب ۳۶۔ سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب ۱۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب ۱۲ و کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۹۷ واضح ہو کہ ان میں کی چار کتابیں صحاح ستہ میں شامل ہیں)

ان احادیث کو تمام حوالوں کے ساتھ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت کے صفحہ ۷۹، ۸۰ پر عنوان "اطاعت فی المعروف" کے تحت درج کیا ہے۔ یہ احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:۔ ہم اختصار کی خاطر صرف ترجمہ درج کرتے ہیں۔

(۱) میرے بعد ہی (انہ سیکون بعدی امراء) کچھ لوگ حاکم ہونے والے ہیں جو ان کے جھوٹ میں ان کی تائید کرے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں۔

(۲) عنقریب تم پر ایسے حاکم ہوں گے (سیکون علیکم ائمۃ) جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی۔ وہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے۔ تو برے کام کریں گے۔ وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے۔ جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو۔ پس تم ان کے سامنے حق کو پیش کرو۔ جب تک کہ وہ اسے گوارا کریں۔ پھر اگر وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

(۳) پھر اُن کے بعد ہی نالائق لوگ اُن کی جگہ آئیں گے، کہیں گے وہ باتیں جو کریں گے نہیں اور کریں گے وہ کام جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس جو اُن کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اُن کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس سے کمتر ایمان کا ذرہ برابر بھی کوئی درجہ نہیں ہے۔

اِن تینوں احادیث میں ارشادِ رسولؐ کا اصل مقصد جیسا کہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے اِس امر کا اعلان کرنا ہے کہ آنجناب کے بعد ہی بدکردار لوگ حاکم بننے والے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ تنبیہہ ہے کہ اِن بدکرداروں کا جو آپ کے بعد ہی حکمراں ہونے والے ہیں ساتھ نہ دیا جائے بلکہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے۔ مولانا مودودی نے اِن احادیث کے اصل اعلان کو تو بالکلیہ نظر انداز کر دیا کہ آپ کے بعد ہی بدکردار لوگ حکمران ہونے والے ہیں۔ اور بعد کی تنبیہہ سے ضمناً جو اصول مستنبط ہوتا ہے کہ بدکرداروں کی اطاعت نہ کرنا چاہیئے۔ فقط اسی کو پکڑ کر بعد کے صفحات میں خلفاء ثلاثہ کی مدح سرائی شروع کر دی ہے۔ یعنی احادیث کے اصل منشاء ہی کو منقلب کر دیا۔ یہ امر تو مسلمہ ہی ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے فوراً بعد ہی کے بعد دیگرے خلفاء ثلاثہ حکمراں بنتے گئے۔ لہذا یہ امر مسلم ہوگیا کہ آنجناب نے اپنے بعد ہی جن بدکرداروں کے حکمراں بننے کی خبر دی تھی وہ یہی خلفاء ثلاثہ تھے۔ اور اس طرح آپ ہی خلفاء ثلاثہ کی ہمنوائی نہ کرنے اور ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مودودی صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں یوں کتر بیونت کر دی جس سے معنوں میں بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اوپر نقل کی ہوئی حدیث فقرہ (۱) میں الفاظ "اِنَّكُمْ سَتَكُونَ بَعْدِیْ" (ص ۱۶) ہیں جن کا واضح اور صحیح ترجمہ "میرے بعد ہی ہے" مودودی صاحب نے "سَتَكُونَ" کی اہمیت کو غائب کر کے معنی بدل دئے "سَتَكُونَ" کے معنی (جس کی تحقیق میں نے عربی زبان کے ماہر ماہر علماء سے کی ہے) "بعد ہی" کے ہیں۔ جسمیں بلا انقطاع فوراً بعد کا تصور ہے۔ مودودی صاحب نے ترجمہ میں "ہی" کو اڑا کر بلا انقطاع کے تصور کو زائل کرنے کی مذموم کوشش کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ابوبکر، عمر و عثمان وغیرھم کی پردہ پوشی کی کوشش ہے ورنہ واضح معنوں میں کوئی طفل مکتب بھی ایسی تحریف نہیں کر سکتا۔

حضرت رسولؐ نے خواب میں اپنے منبر پر بندروں کو اچھل کود کرتے دیکھا تھا۔ عقبہ کی گھاٹی میں جن لوگوں میں جن لوگوں نے آپ پر حملہ کیا تھا ان سے بھی واقف تھے۔ جنھوں نے جیش اسامہ سے تخلف کیا تھا وہ بھی آپ کے سامنے کی بات تھی اور ان پر آپ نے لعنت بھی فرمائی تھی اور جب یہ مورد لعنت اشخاص بشمول ابوبکر عمر و عثمان وغیرہ جو عقبہ میں آپ پر حملہ کرنے میں شامل تھے رات کو چھپ کر مدینہ میں داخل ہوئے تو آنجناب نے جب ہی فرما دیا تھا کہ آج رات تمہر عظیم مدینہ میں داخل ہوا ہے۔ پھر مرض الموت میں طلب قرطاس و قلم کی مخالفت کرنے والے اور آپ کے ارشاد کو ہزیان سے تعبیر کرنے والوں سے

جن کو آپ نے تین مرتبہ "قوموا عنی" فرماکر اپنے دربار سے نکلوا دیا تھا۔ سب آپ کے سامنے کی باتیں تھیں۔ اِن سب امور کو ملا کر دیکھا جائے جو حضرت رسول اکرمؐ کے علم میں تھے آپکا یہ فرمانا کہ میرے بعد ہی بدکردار لوگ حاکم ہوں گے واضح طور پر اہل سقیفہ کی طرف نہ صرف اشارہ بلکہ قطعی تشخص ہے۔

حضرت رسولؐ کے مختص ارشادات آپکے بعد علیؑ کو حاکم ماننے کے متعلق | مولائے کائنات کا حق غصب کرنے

والے اہل سقیفہ کے متعلق ارشادات رسولؐ کے بعد ہم آنجناب کے کچھ ارشادات (علاوہ دیگر کثیر کے) مختص علیؑ کو اپنا حاکم و خلیفہ رسولؐ ماننے اور آپ کی پیروی سے متعلق دیتے ہیں:۔

(۱) عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم ملازمت علیؑ کی اختیار کرنا یہ تحقیق کہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔
(فردوس الاخبار دیلمی۔ استیعاب ابن عبدالبر۔ کفایت الطالب یوسف بن محمد گنجی شافعی۔ مناقب خوارزمی۔ مناقب خطیب بغدادی۔ نزل السائرین)

(۲) جس نے علیؑ کو چھوڑا اُس نے مجھے اور اللہ کو چھوڑا۔ علیؑ کو چھوڑنے والے شیطان کا گروہ ہوں گے۔
(مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۲۴ فردوس الاخبار دیلمی۔ مسند احمد ابن حنبل۔ کنز العمال صـ ۲۳)

(۳) جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کو میری سی زندگی و موت حاصل ہو اُس کو

چاہیئے کہ علیؑ کو میرے بعد حاکم مانے اور علیؑ جس کو اپنے بعد حاکم بنائے اس کو حاکم مانیں اور میرے بعد جو آئمہ ہوں ان کی امامت کا قایل ہو کیونکہ ان کی خلقت میری طینت پر ہوئی ہے وائے ہو اس پر جو ان کے افضل ہونے سے انکار کرے۔ (حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم بروایت عبداللہ ابن عباس۔ استیعاب ابن عبدالبر بروایت ابو لیلیٰ غفاری) کفایت الطالب یوسف بن محمد کنجی الشافعی۔ مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۲۸ کنز العمال صـ ۳۲ بروایت زید ابن ارقم)

(۴) اُمّت میں افتراق کے وقت حق علیؑ کے ساتھ ہو گا۔ اے علیؑ تم حق کے علمبردار رہو گے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۲۲ فردوس الاخبار دیلمی۔ مناقب خوارزمی۔

(۵) علیؑ مثل کعبہ کے ہیں، لوگوں کو چاہیئے کہ علیؑ کے پاس آئیں نہ کہ علیؑ کسی کے پاس جائے، اس کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے اس کا حج فرض ہے۔

(فردوس الاخبار دیلمی بروایت ابن عباس۔ ابن المغازی بروایت ابوذر غفاری۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۴ صـ ۳۱ کنز الحقائق صـ ۱۷۳

(۶) علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ میں اور علیؑ اُمت کے باپ ہیں۔ علیؑ کا حق اُمت پر ایسا ہے جیسا والد کا بیٹے پر۔ مسلمانوں پر علیؑ کا حق ایسا ہے جیسا باپ کا بیٹوں پر۔ (مستدرک حاکم

بروایت ابوذر غفاری۔ فردوس الاخبار دیلمی بروایت ابوایوب انصاری و جابر ابن عبداللہ انصاری۔ مستدرک حاکم بروایت عمار یاسر۔ ریاض النضرہ محب الدین طبری جلد ۲ ص ۱۷۲ کنوز الحقائق ص ۱۰۶

(۷) جو شخص بہ موجودگی امام خروج کرے اس پر خدا اس کے فرشتے اور آدمیوں کی لعنت ہے اسے قتل کر ڈالو (فردوس الاخبار دیلمی بروایت حضرت ابوبکر۔ حلیۃ الاولیاء حافظ ابونعیم بروایت عبداللہ ابن عباس)

(۸) جو شخص علیؑ کے ساتھ خلافت پر لڑے اسے قتل کر دو جو کوئی ہو۔ (فردوس الاخبار دیلمی بروایت ابوذر غفاری۔ مناقب خطیب ابو عمر خطیب بغدادی۔ مسند احمد ابن حنبل بروایت ابن عباس)

(۹) یا علیؑ تو دنیا و آخرت کا سردار ہے جس نے تجھے دوست رکھا مجھے دوست رکھا۔ تیرا دوست اللہ کا دوست ہے۔ خوشی اس کے لئے جو تجھے دوست رکھنے والے ہو اس پر جو تیری مخالفت کرے جس نے تجھ سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھا۔ اور خدا سے بغض رکھا وائے ہو اس پر جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳۔ ص ۱۲۸ فردوس الاخبار دیلمی۔ مناقب بغدادی تفسیر نیشاپوری جلد ۳۔ ص ۳۲۹ بروایت عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن مسعود۔ مسند احمد ابن حنبل بروایت ابن عباس۔

(۱۰) ہر حالت میں حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ۔ حق علیؑ کے پیچھے پیچھے چلتا ہے جدھر بھی وہ جائے۔ میرے بعد حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ (جامع ترمذی، مناقب حافظ ابوبکر ابن مردویہ بروایت حضرت عائشہ و ام سلمہ و عبدالرحمٰن ابن سعید۔ جامع ترمذی صفحہ ۴۲ ریاض النضرہ محب الدین طبری جلد ۱ صفحہ ۲۵ کنز العمال صفحہ ۶۲ و ۶۳ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۹

## خلافت کے لئے علم شرط اول | ارشادِ الٰہی "انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ" کے اعتبار سے

خلافت اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کے پہلے خلیفہ حضرت آدمؑ تھے اور فرشتوں کے دعویٰ کے مقابلہ میں حضرت آدمؑ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ علم کی بنا پر ہی بنائے گئے۔ حضرت رسولؐ جو جامع صفات انبیاء تھے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بھی تھے اور حضرت رسولؐ کا جو خلیفہ ہوگا اس کی خلافت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔ حضرت رسولؐ نے دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر پھر جنگ موتہ کے موقعہ پر اپنا نائب علیؑ کو بنا کر اور غدیر خم کے خطبہ میں حسب احکام الٰہی علیؑ کو اپنا نائب بنا کر آخری مہر تصدیق بھی ثبت فرمادی۔ علیؑ کے لامحدود علم کا جو خلافت کی شرط ہے اور بھی متعدد طریقوں پر اظہار ہوا۔ حضرت رسولؐ نے آپ کو "باب العلم" قرار دیا۔ آپ قرآنِ ناطق، مفتی چہار دفتر اور مسلمہ روایتوں کے اعتبار سے کعبہ میں ولادت کے بعد جب آپ نے حضرت رسولؐ کے ہاتھوں پر آنکھیں کھولیں تو نہ صرف قرآن بلکہ توریت و انجیل

و زبور کے آیات کی بھی تلاوت فرمائی۔ اس میں درایتاً بھی کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں۔ حضرت رسولؐ نے علیؑ کو کل انبیاء کا جامع صفات ہونا یہ کہتے ہوئے بیان فرمایا کہ اگر علیؑ کے کل صفات بیان کئے جائیں تو لوگ نصاریٰ کے مثل علیؑ کو خدا سمجھنے لگیں گے۔ (یہ اور بات ہے کہ نصیریوں نے آپ کو خدا مان ہی لیا)۔ "من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" کے اعتبار سے علیؑ ان سب کے مولا ہیں جن کے خود حضرت رسولؐ مولا ہیں۔ حضرت رسولؐ سردارِ انبیاء ہیں اور تمام نبیوں کے بھی مولا ہیں اس طرح علیؑ بھی تمام انبیاء سلف کے مولا ہوئے۔ حضرت عیسیٰ نے جب جھولے سے کلام کیا اور اپنے کو کتاب عطا ہونے اور نبی بنائے جانے کا اعلان کیا تو فخر جمیع انبیاء علی علیہ السلام کے ولادت کے بعد ہی کتب سماوی کی تلاوت کرنے پر کسی شبہہ کی کیا گنجائش ہے جبکہ ظاہرا اعتبار سے بھی مستند روایتیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کلام علیؑ کے متعلق حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ یہ فوق کلام البشر اور تحت کلام اللہ ہے۔ (جرمنی کے عربی کے علماء نے نہج البلاغہ سے مقابلہ کر کے (اپنی عیسائیت کو بچانے) قرآن کو علیؑ کا تحریر کردہ قرار دیا۔ فرمانِ رسولؐ "انا و علیٌ من نور واحد" کا ثبوت ہر موقعہ پر واضح رہا کہ آپ معراج میں بھی حضرت رسولؐ کے ساتھ رہے اور روایتیں بتاتی ہیں کہ معراج میں پردہ سے باہر جو ہاتھ نمودار ہوا وہ علیؑ کا ہاتھ تھا اور علیؑ کی آواز پردہ کے پیچھے سے آنا اہلِ سنت کے تمام علماء بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

قرآن میں علیؑ کے متعدد صفات کے اظہار کے ساتھ علم کے تعلق سے "من عندہٗ علم الکتاب" کی سند عطا فرمائی۔ مولائے کائنات کے علم کے مدراج ماورائے فہم ہیں، کس کی مجال ہے جو آپ کے سامنے دم بھی مار سکے۔

خلفائے ثلاثہ ظلم اور غصب سے (نام نہاد) خلیفہ تو بن بیٹھے مگر عمر بھر غلطیاں کرتے رہے اور "باب العلم" سے ہدایت طلب کرتے رہے آنجناب نے دین کے تحفظ کے لئے وقتاً فوقتاً غلط احکام کی اصلاح فرمائی حتّیٰ کہ عین جنگِ صفین کے دوران معاویہ نے ایک مسئلہ ذریعہ خط دریافت کیا تو اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ معاویہ کے ساتھیوں نے جب پوچھا کہ تمہاری تو علیؑ سے جنگ ہے وہ کیسے تم کو جواب دیں گے۔ معاویہ نے کہا کہ تم علیؑ کو نہیں جانتے وہ محافظ دین ہیں۔ مختصر یہ کہ علیؑ کے علم کے متعلق کچھ بیان کرنا کسی کے بھی بس کی بات نہیں۔ خلفاء ثلاثہ کی غلطیوں کی اصلاح کی بکثرت مثالیں ہیں مگر ہم کو اختصار مطلوب ہے۔ یہ بھی جو کچھ ہم نے لکھنے کی کوشش کی ہے وہ محض نوجوانوں کو ان حقیقتوں سے روشناس کرانے کے لئے۔ اس مضمون کو ہم قرآن مجید کی ایک دو آیتوں کے حوالہ پر ختم کرتے ہیں۔ سورہ یونس کی آیت ۳۵ ہے۔

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون

یعنی "آیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ شخص حق دار ہو سکتا ہے جو ہدایت نہیں

کر سکتا اور خود ہدایت کا محتاج ہو تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیسا فیصلہ کرتے ہو" سورہ زمر کی آیت ۹ ہے۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب یعنی: (اے رسول) کہدو کہ کیا علم نہ رکھنے والا کبھی علم رکھنے والے کے برابر ہو سکتا؟ اس بات کو تو صرف عقل والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

غور کرو تو ان (اور اس طرح کی اور) آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے راست ان لوگوں کو جھنجھوڑا ہے جنھوں نے عالم کل مولائے کائنات کو چھوڑ کر بے علموں کی پیروی اختیار کی جو خود مولائے کائنات کی ہدایت کے محتاج رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عقلوں پر حیرت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ کیسا فیصلہ کرتے ہو۔

## حضرت ابوبکر و عمر کا تصور خلافت و امامت کے متعلق

تاریخ الخلفاء سیوطی اور دیگر مستند کتب اہل سنت میں ہے کہ ایک عورت زینب نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ امام کون ہوتا ہے (روایتوں میں طویل گفتگو درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) ابوبکر نے جواب دیا ہر قبیلہ میں اس کا سردار جو ہوتا ہے وہی امام ہوتا ہے۔

حضرت عمر کا قول اس طرح مختلف کتب میں درج ہے کہ خلافت کیا ہے مجھے رسول اللہ کے سمجھانے سے بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔

پھر جب حضرت عمرؓ نے مختلف جگہوں پر گورنر مقرر کر کے بھیجے تو ان سے
خطاب کر کے کہا کہ میں تم کو "عالم" بنا کر نہیں بھیج رہا ہوں بلکہ "امام"
بنا کر بھیج رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ امام بھی بنانے لگے ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی — کہ با آسمان نیز پرداختی

جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

میں حضرتِ ابوبکرؓ و عمرؓ کی زندگی
کا مطمح نظر (IDEAL) اُن ہی حضرات کی زبانی اس طرح پیش کیا
ہے: حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے کاش میں ایک درخت ہرا بھرا ہوتا اور
اونٹ مجھے چر جاتے اور مینگنی کر کے نکال دیتے اور کاش میں آدمی نہ ہوتا۔
حضرت عمرؓ کہتے تھے کاش میں ایک دُنبہ ہوتا اور لوگ مجھے پال کر
خوب موٹا کرتے اور پھر مجھے کاٹ کر کچھ کباب بناتے کچھ پارچے
بوٹیاں بناتے اور کھا جاتے اور کاش میں آدمی نہ ہوتا۔ کاش کہ یہ
حضرات اپنی حیثیت کو سمجھتے اور تکلیف نہ کرتے جو خلافت کی مقصود۔
کچھ شان میں آپ کی نہ بٹہ لگتا۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں۔

"میری حیثیت کائناتِ عالم میں قطبِ آسیا کی ہے (جس کے
گرد عالم گھومتا ہے) مجھ سے علم کی سیل جاری ہوتی ہے۔ میری
بلندیوں کو کسی کے خیال کا طائر پرواز کر کے چھو بھی نہیں گیا ہے۔

بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

شاہ شرف الدین

بو علی قلندر رح مولا ؑ کی شان میں اپنے مشہور قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

اعلیٰ است قصرِ شانِ تو  روح القدس دربانِ تو

نارفتہ تا ایوانِ تو  شہبازِ فکرِ انبیاء

یعنی یا علی ؑ آپ کی شان کا قصر بہت اونچا ہے۔ جبرئیل امین آپ کے دربان ہیں۔ انبیاء کی بھی فکر کا بلند پرواز پرندہ آپ کے ایوان تک نہیں پہنچ سکا۔

سردار انبیاء کا ارشاد ہے: نہ پہچانا کسی نے علی ؑ کو بجز اللہ کے اور میرے۔

جھوٹے پیشواؤں سے دنیا ہی میں تبراء کر لینے قرآنی ہدایت | ہم صرف اُن معروف

آیتوں کا ذکر کرتے ہیں، دشمنانِ دین سے تبراء کرنے کے متعلق سورۂ توبہ آیت (۱۱۴) میں حضرت ابراہیم کا اپنے منہ بولے باپ آذر سے تبرا کرنے کا ذکر اس طرح ہے۔ ہم صرف ترجمہ درج کرتے ہیں:۔ ابراہیم کا اپنے منہ بولے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنا صرف اس وعدہ کی بناء پر تھا جو انہوں نے کر لیا تھا مگر جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ یقینی خدا کا دشمن ہے تو اس سے تبرا کر لیا۔

سورہ بقرہ کی آیت (۱۶۶ و ۱۶۷) ہے۔ ترجمہ: "جب (روزِ قیامت) (جھوٹے) پیشواء لوگ اپنے پیروؤں سے تبرا کریں گے اور بچشم خود عذاب دیکھیں گے اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور پیرو کہیں گے اگر پھر ایک مرتبہ ہمیں دنیا میں پلٹنا ملے تو ہم بھی

ان سے اس طرح تبراء کریں گے جس طرح اب یہ لوگ ہم سے تبرا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انانیت کے شکار بن کر جھوٹے ٹھیکہ دار اپنی مشیخت قائم رکھنے کے لئے اپنے مریدوں کو اسی دھڑے پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں اور جانتے ہوئے بھی خود صحیح راستہ پر نہیں آتے۔ بیچارے مرید جن کو ادھر ادھر سے کچھ سن گن مل گئی اور توفیق الہیٰ شامل حال رہی تو خود سیدھے راستے پر آجاتے ہیں بقول اقبال

مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب — خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

جب اللہ تعالیٰ نے واضح تنبیہہ دیدی ہے تو جھوٹے پیشواؤں سے تبراء کرنے قیامت کا انتظار کیوں کیا جائے اور پہلے ہی ان سے چھٹکارا کیوں نہ حاصل کیا جائے سع

ہمہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

کچھ اور لائق غور آیتیں سورہ احزاب کی آیت ٦٦ تا ٦٨ میں ان کا ترجمہ یہ ہے جس دن ان کے منہ جہنم کی طرف پھرائے جائیں گے تو کہیں گے کاش ہم نے خدا کی اطاعت کی ہوتی اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے پروردگار ہم نے جو اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہی ہمکو گمراہ کر دیا۔ پروردگار ان پر دہرا عذاب نازل فرما۔ ان پر بڑی سے بڑی لعنت کر۔

بہت ہی واضح اور صاف تر سورہ فرقان کی آیات ٢٧ تا ٢٩ میں ان کا بھی ہم صرف ترجمہ درج کرتے ہیں۔

"جس دن ظلم کرنے والا اپنے ہاتھ (مارے افسوس کے) کاٹنے لگے گا۔

اور کہے گا کاش میں رسول ص کا بتایا ہوا راستہ پکڑتا۔ ہائے افسوس کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا۔ بے شک اس نے تو ہمارے پاس نصیحت آنے کے بعد بھی مجھے بہکا دیا۔ اور شیطان تو آدمی کا رسوا کرنے والا ہے ہی" اس آیت کی تشریح میں ہم اپنی کتاب خلافت و امامت سے چند سطور نقل کرتے ہیں۔ واضح باد کہ ان آیتوں میں رسولان سلف کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ختم رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ کا ذکر ہے۔ اسی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے ابھی رسول ص اللہ کا بتایا ہوا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ راہ حق سے بہکانے والوں کو اپنا دوست سمجھ لیا جس نے ہدایت آنے کے بعد بھی مجھے بہکا دیا وہی اپنے ہاتھ روزِ قیامت مارے افسوس کے کاٹنے لگے گا۔ ہر طریقہ سے مسلمہ ہے کہ حضرت رسول ص کا بتلایا ہوا راستہ تو "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی ... الخ" تھا اور "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور "علی منی وانا من علی" فرما کر علی ع کی پیروی کا حکم دے کر اور علی ع کو چھوڑنے والوں کو شیطان کا گروہ قرار دیکر اور بارہ آئمہ اہل بیت اطہار کو اللہ کے مقرر کئے ہوئے اولی الامر و وارثانِ کتاب کو مخلوق اور خالق کے درمیان واسطہ، سفینہ نجات وغیرہ وغیرہ بیان کر کے دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر اپنے آخرت وقت تک حق کے راستہ کا صاف تعین فرمادیا تھا اور واضح ہدایت دی تھی کہ عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہو گا تو ملازمت علی ع کی اختیار کرنا مگر ہوا کیا کہ جیسا

حضرت رسولؐ نے پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ لوگ حق دار کو چھوڑ کر غیر حق دار
کو اختیار کریں گے، علیؑ سے بیوفائی کریں گے اور خلافت کی ہوس کے لیے
روزِ قیامت خمیازہ اٹھائیں گے اور حوض کوثر سے ہنکائے جائیں گے
زیادہ تر لوگوں نے دنیوی فائدہ کے لئے علیؑ کو چھوڑ کر یکے بعد دیگرے
خلفاء ثلاثہ کو اپنا دوست بنا لیا اور حسبِ ارشادِ رسولؐ شیطانی
گروہ بن گئے۔ ظاہر ہے کہ یہی وہ لوگ ہوں گے جو یہ کہہ کر مارے افسوس
کے اپنے ہاتھ کاٹیں گے کہ کاش ہم نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

## سقیفہ اور اس کے تسلسل میں حضرت عائشہ کا مرکزی کردار | اب ہم سقیفہ کی کچھ روئیداد

اہل سنت کی مستند کتابوں اور نیز حیات القلوب جلد دوم صـ ۸۲
بحوالہ ارشاد القلوب درج کرتے ہیں۔ تسلسل کے لئے پہلے ارشاد القلوب
کی عبارت نقل کرتے ہیں جو جلیل القدر صحابی حذیفہؓ یمانی کی بیان
کی ہوئی ہے روایت ہے۔ مختلف روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان
تمام خلافِ حق کارروائیوں میں حضرت عائشہ نے مرکزی کردار ادا
کیا اور رسول اللہ کے مرض کے زمانہ میں آپ کے خلاف جاسوسی کرتی
رہیں۔ ایڈورڈ گبن اپنی کتاب "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن
امپائر" صـ ۳۵۲ پر لکھتے ہیں :-

" THE BED OF ILLNESS WAS
BESEIGED BY THE ARTFUL AYESHA
THE DAUGHTER OF ABU BAKAR

AND THE ENEMY OF ALI"

یعنی، "ابوبکر کی بیٹی علیؑ کی دشمن کارساز عائشہ نے بستر علالت کا محاصرہ کر رکھا تھا۔"

شمس العلماء نذیر احمد خاں امہات الامہ صـ۹۱ پر لکھتے ہیں۔

"عائشہ شروع علالت سے تادم مرگ پاس سے نہ کھسکیں"

بخاری کی روایت کے اعتبار سے رسولؐ اللہ کی بے ہوشی کی حالت میں عائشہ نے کوئی دوا حلق میں ڈالدی۔ حضرت رسولؐ کو جب ہوش آیا تو فرمایا میں نے منع کیا تھا پھر کیوں دوا پلائی۔ یہ فرماکر وہی دوا عائشہ اور ان کے ساتھیوں کو پلوائی اور کہا ابن عباس کو پلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس میں شریک نہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ کو یہ شبہہ تھا کہ عائشہ نے دوا میں کوئی زہر ملایا ہے۔ خواہ زہر ملایا گیا ہو یا نہیں مگر اہم نکتہ یہ ہے عائشہ حضرت رسولؐ کی نظر میں اس قدر گرگئی تھیں اور ان کی دشمنی اس حد تک آشکار ہو چکی تھی کہ آنحضرتؐ کو یہاں تک شبہہ ہوا کہ عائشہ نے آپ کو زہر دیا ہے۔ بخاری ہی کی روایت ہے کہ اسی علالت کے زمانے میں حضرت رسولؐ نے عائشہ سے کہا کہ تم یوسفؑ کی ہمنشین عورتوں جیسی ہو جن کا مکر عظیم ہے۔ (اِنَّ هُنَّ صواحب یوسف وانَّ کیدَ کُنَّ عظیم)

امہات المومنین صـ۱۰۸ پر نذیر احمد خاں لکھتے ہیں۔

"پیغمبر صاحب نے عائشہ اور ان کی ساتھ والیوں کو کیا سمجھ کر یوسف والیاں فرمایا؟ آخر سوچ سمجھ کر ہم نے یہ

مطلب نکالا کہ پیغمبر صاحب نے عائشہؓ کے مطلق حجرہ کی
طرف اشارہ کیا۔ قرآن نے زلیخا کے حجرہ کے لفظ
"کید" سے تعبیر کیا ہے۔"

بخاری ہی میں روایت (باب جہاد وسیر صفحہ ۱۶۸) ہے کہ حضرت رسولؐ نے
عائشہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا کہ فتنے اسی گھر سے اٹھیں گے
اور شیطان کا سر یہیں سے نمودار ہوگا۔ یہ بھی بخاری ہی کی روایت
ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا۔ میری ایک بیوی گھر سے باہر راہ
باطل پر نکلے گی جس پر "حواب" کے کتے بھونکیں گے اور اے عائشہؓ کہیں
تم ہی وہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ، طلحہ اور زبیر کو ساتھ لے کر حضرت
علی علیہ السلام سے جنگ کرنے گھر سے نکل کر خفیہ راستہ سے "حواب" کی منزل
پر پہونچیں اور وہاں کے کتوں نے ان کی محمل کو گھیر کر بھونکنا شروع کیا۔
پھر بھی ان کو ہوش نہ آیا اور وہ میدان جمل میں پہونچ کر علیؑ کے خلاف
صف آراء ہوگئیں اور شکست کے بعد بھی اس وقت تک واپس لوٹنے
تیار نہ ہوئیں جب تک مولائے کائنات نے یہ دھمکی نہ دی کہ "اب
میں وہ اختیار نافذ کروں گا جو تم خوب جانتی ہو یعنی تم کو طلاق دیکر
امہات المومنین کی فہرست سے خارج کردوں گا واپس جاؤ اور جہاں
خدا اور رسولؐ نے بیٹھنے کا حکم دیا ہے گھر میں بیٹھی رہو اور اپنے ستر
کا خیال رکھو"۔ قرآن مجید میں بھی عائشہ اور حفصہ کے متعلق ارشاد
ہے "صَغَتْ قُلُوبُکُمَا" یعنی تم دونوں کے دل ٹیڑھے
ہو گئے ہیں۔

اب ہم ارشاد القلوب کی روایت کی طرف عود کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ ایک شخص صہیب کے ذریعہ رسول اللہ کی علالت کی اطلاع ابوبکر کے پاس بھیجواتی رہیں جو تخلف جیش اسامہ کے جرف کے مقام پر رک گئے تھے۔ اور کہلا بھیجا کہ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے میں برابر حضرت کا حال بھیجتی رہوں گی۔" غرض آنحضرت کا مرض شدید ہوا۔ عائشہ نے صہیب کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ تم عمر اور ابو عبیدہ (عمر کے ہمدمی) اور جس کو مناسب سمجھو ساتھ لے کر جلد سے جلد مدینہ پہنچ جاؤ اور رات کے وقت پوشیدہ طور پر داخل ہونا۔ ابوبکر، عمر و ابوعبیدہ رات کے وقت مدینہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت رسول نے فرمایا کہ آج رات شر عظیم ہمارے مدینہ میں داخل ہوا ہے۔ حضرت بلال جب ظہر کی اذان دیتے تو اگر حضرت سے تکلیف اور دشواری کے ساتھ بھی ممکن ہوتا تو باہر جا کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ورنہ علی ابن طالب کو حکم دیتے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں۔ بلال نے اذان دی اور حضرت کو اطلاع دینے حاضر ہوئے مگر ان کو آنحضرت کے پاس جانے نہ دیا گیا۔ اور عائشہ نے صہیب کو اپنے والد ابوبکر کے پاس بھیجا کہ حضرت کا مرض شدید ہے نماز کے لئے نہیں جا سکتے" علیؑ تیمارداری میں مصروف ہیں یہ موقعہ آپ کے لئے نہایت موزوں ہے کہ آپ جا کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ یہ موقعہ نہایت بہتر ہے اور یہ نماز بعد میں کام آئے گی۔ جرمن مورخ کورتھ فریشلر نے اپنی کتاب " عائشہ بعد از پیغمبر میں لکھا ہے کہ عائشہ نے آدمی بھیج کر عمر کو بلایا اور ابوبکر عمر اور عائشہ

تینوں مشورہ کرنے لگے۔ لوگ مسجد میں انتظار کر رہے تھے کہ آنحضرت یا علیؑ آئیں تو نماز پڑھائیں گے۔ ناگاہ ابوبکر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر اصحاب رسولؐ میں سے ایک صاحب نے اُن سے کہا یہ پیغام تم کو کب ملا حالانکہ تم تو لشکر اسامہ میں تھے۔ یہ سن کر بلال نہایت تیزی سے آنحضرت کے در پہ آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ فضل ابن عباس باہر نکلے اور بلال سے ابوبکر کا آنا سن کر کہا خدا کی قسم یہ وہی شر عظیم ہے جس کے باب میں حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا۔ بلال کو حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے حضرت نے فرمایا مجھے اٹھا کر مسجد میں لے چلو۔ سر پر عصابہ باندھے ہوئے حضرت رسولؐ نکلے۔ ایک ہاتھ جناب امیرؑ کے کاندھے پر اور ایک فضل ابن عباس کے کاندھے پر رکھے ہوئے تھے۔ پائے اقدس زمین پر گھسیٹتے ہوئے تکلیف سے مسجد میں داخل ہوئے۔ ابوبکر آنحضرت کی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے اور ان کے گرد عمر، ابو عبیدہ، سالم، صہیب اور کچھ لوگ جو مدینہ میں ان کے ساتھ داخل ہوئے تھے جمع تھے رسولؐ خدا محراب کے قریب گئے اور ابوبکر کو کھینچ کر الگ کیا تو ابوبکر اور ان کے ساتھی پیچھے جا کر لوگوں میں پوشیدہ ہو گئے۔ اور لوگوں نے حضرت کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ بلال حضرت کی تکبیر کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ ختم نماز پر حضرت نے پیچھے رُخ کیا اور ابوبکر کو نہیں دیکھا تو فرمایا لوگو کیا ابو قحافہ کے بیٹے اور اس کے ساتھیوں پر تعجب نہیں کرتے ہو کہ میں نے ان سب کو لشکر اسامہ کے ساتھ بھیجا تھا۔

اور ان لوگوں نے میرے حکم سے منہ تابی کی اور فتنہ و فساد کرنے مدینہ واپس آئے
اور فتنہ میں پڑ گئے۔ پھر فرمایا مجھے منبر پر بٹھاؤ۔ قرآن اور اہل بیت سے
متمسک رہنے کا حکم پھر دیا۔ میں حوضِ کوثر پر لوگوں سے پوچھوں گا کہ تم میرے
حکم کی تعمیل نہیں کی۔ بے شک اس روز چند اشخاص کو میرے حوض سے
دور کریں گے۔ اس وقت ان میں سے کچھ لوگ کہیں گے میں فلاں بن فلاں
ہوں تو میں انسے کہوں گا تم کو جانتا پہچانتا ہوں تمہارے ناموں سے واقف ہوں
لیکن میرے بعد تم مرتد ہو گئے اور دین سے نکل گئے تھے لہٰذا تمہارے لئے خدا کی رحمت سے
دوری اور عذابِ الٰہی سے نزدیکی ہو۔ یہ فرما کر حضرت منبر سے اتر آئے اور اپنے حجرہ میں واپس ہو گئے۔
ابوبکر مدینہ میں پوشیدہ تھا اور باہر نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی۔

## اجتماعِ سقیفہ سے قبل کے کچھ اہم واقعات

سقیفہ کی روداد بیان کرنے سے قبل ہم ان
چار واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن سے اکابر صحابہ کی علی مرتضیٰ علیہ السلام کیسے
مخالفت اور حضرت رسولؐ اکرم سے روگردانی کھل کر سامنے آگئی۔ یوں
تو نہ معلوم ان دنیا پرست اقتدار پسندوں نے اپنے منصوبوں کی پیش رفت
میں اور کیا کیا سازشیں کی ہوں گی مگر چار واقعات صفحۂ تاریخ پر محفوظ
ہو گئے۔ جن میں سے دو خفیہ طور کئے گئے تھے مگر جن کا افشا ہو گیا اور دو
ایسے ہیں کہ ان دشمنانِ رسولؐ کی ڈھٹائی بڑھ گئی تو آنجناب کے
رو در رو کئے گئے یہ واقعات ہیں۔
(۱) وادیٔ عقبہ میں حضرت رسول پر حملہ (۲) کعبہ میں جا کر علیؑ
مرتضیٰ کو خلافت سے دور رکھنے کا معاہدہ (۳) واقعہ قرطاس (۴) تخلف

جیش اسامہ۔ حضرت رسولؐ کے اپنے آخری حج سے واپسی کے دوران غدیر خم کی منزل پر علیؑ کی مولائیت اور جانشینیٔ رسول کا اعلان ۱۸ ذالحجہ سنہ ۱۰ ہجری کو ہوا۔ وہاں سے کوچ ہونے کے بعد دو تین دن کے اندر غدیرخم اور مدینہ کے درمیان عقبہ کی گھاٹی میں حضرت رسولؐ پر حملہ ہوا۔ اس کے بعد درمیانِ راہ سے کچھ صحابہ واپس لوٹ کر کعبہ میں گئے اور علیؑ مرتضیٰ کو خلافت سے دور رکھنے کا معاہدہ کیا۔ حضرت رسولؐ کے مدینہ پہنچ جانے کے بعد ۲۴/ ذالحجہ سنہ ۱۰ ہجری کو مباہلہ کا واقعہ پیش آیا کہ حضرت رسولؐ نے حکم قرآن کی بناء پر نصارائے نجران سے مباہلہ کیا۔ آیۂ قرآن میں حضرت رسولؐ کو اپنے ساتھ بیٹوں، عورتوں اور نفسوں کو لے جانے کا حکم ہوا۔ بیٹوں کے علاوہ عورتوں اور نفسوں کے لئے بھی آیت میں صیغۂ جمع استعمال ہوا ہے جس کی بناء پر عورتوں میں ایک سے زیادہ عورتوں اور نفسوں میں ایک سے زیادہ مردوں کو اپنے ساتھ لے جانے کی گنجائش موجود تھی۔ بلکہ آیت کی لفظاً لفظاً تعمیل اُس وقت ہوتی جب ایک سے زیادہ عورتوں اور ایک سے زیادہ نفسوں کو ساتھ لے جایا جاتا۔ بشرطیکہ وہ ساتھ لے جانے کے قابل ہوں مگر حضرت رسولؐ نے بتا دیا کہ سوائے مولائے کائنات کے آپکا کوئی نفس نہیں اور شہزادی کونین کے سوا آپ کی ازواج میں سے کبھی کوئی زوجہ اس قابل نہیں کہ ساتھ لے جایا جائے کیونکہ کاذبین پر لعنت کرنے صرف صادقین ہی جا سکتے تھے۔ اِس طرح اکابر صحابہ خصوصاً ابوبکر و عمر کو جو اپنے کو حضرت رسولؐ سے قریب سمجھتے تھے اپنے کو نہ لے جانے کا اور

صرف علیؑ کو ساتھ لے جانے کا بڑا قلق ہوا۔ اس طرح ازواج رسولؐ میں خصوصاً عائشہ وحفصہ کو رنج ہوا کہ ہم کو نہ لے جا کر صرف اپنی بیٹی فاطمہؑ کو مباہلہ میں لے گئے۔ اس واقعہ سے حضرت علیؑ سے ان لوگوں کے دلوں کی کدورت یقیناً اور بڑھ گئی۔ رسولؐ اکرم کی رحلت ۲۸ صفر ۱۱ سنہ ہجری یوم دوشنبہ ہوئی۔ اس سے چار دن قبل ۲۵ صفر یوم پنجشنبہ واقعہ قرطاس پیش آیا۔ اس کے ایک دو دن کے اندر تخلف جیش اسامہ کا واقعہ ہوا۔ اب ہم متذکرۂ بالا چاروں واقعات کی کسی قدر تفصیل بیان کرتے ہیں۔

## وادیٔ عقبہ میں حضرت رسولؐ پر صحابہ کا حملہ

امکان اس کا ہے کہ حصول اقتدار کا نقشہ بنانے اور اس کے لئے تیاریوں کی ابتداء منافقین کے اسلام میں داخل ہونے کے وقت ہی ہو گئی ہو مگر واضح طور پر اس کا نقشہ اس وقت سامنے آیا جب حضرت رسولؐ خدا نے حجۃ الوداع سے واپسی پر ۱۸ ذوالحجہ ۱۰ سنہ ہجری کو غدیر خم کے مقام پر علیؑ مرتضیٰ کی مولائیت اور اپنے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا اور آپ کو ایک خیمہ میں بیٹھا کر سب حاضرین کو ہدایت فرمائی کہ مولائے کائنات کو مبارکباد پیش کریں۔ کہہ کر مبارکباد دی۔ یوں تو دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر ہی حضرت رسولؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنا جانشین وخلیفہ نامزد فرما دیا تھا۔ اور بیسیوں مواقع پر لوگوں کو علیؑ کے مرتبہ سے واقف کرواتے رہے تھے اور آپ کی پیروی اور اطاعت کا حکم دیا تھا مگر آیت بلّغ کے نازل ہونے وا علانِ ولایت اور

آیت تکمیل دین کے نزول کے بعد بہ حکم خدا علیؑ کے جانشین رسولؐ ہونے کے آخری اعلان کے بعد منافقوں کے سامنے پورا نقشہ اور بھی واضح ہوگیا۔ اب یہیں سے منافقین نے اسکیم بنائی کہ رسول اللہ ہی کو ختم کر دیا جائے اور چودہ پندرہ منافقین نے غدیر خم اور مدینہ کے درمیان واقع ایک دشوار گزار گھاٹی عقبہ میں حضرت رسول پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی حفاظت فرمائی۔ یوں تو کئی تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ پر حملہ کرنے والے صحابہ ہی تھے۔ مگر تاریخ واقدی اور کتاب ابنِ بالویہ میں ان صحابہ کے نام بھی درج ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

(۱) ابوبکر (۲) عمر (۳) عثمان (۴) طلحہ (۵) عبدالرحمٰن ابن عوف (۶) سعد ابن ابی وقاص (۷) ابو عبیدہ جراح (۸) معاویہ (۹) عمر ابن العاص (۱۰) ابوہریرہ (۱۱) ابوموسیٰ اشعری (۱۲) مغیرہ ابن شیبہ (۱۳) ادث بن حدثان (۱۴) ابوطلحہ انصاری۔ اس سلسلہ میں ایک سنی عالم نے اخبارِ سیاست مورخہ ۱۶/ جنوری ۱۹۸۹ء میں تحریر فرمایا کہ :-

"حضرت رسولِ اکرم تمام منافقین کے ناموں سے واقف تھے۔ باوجود اس کے انھیں قتل نہیں کروایا۔"

یوں تو حذیفہ یمان نے اِن منافقین کو ان کی سواریوں سے پہچان لیا تھا مگر حضرت رسولؐ نے پورے نام حذیفہ سے بیان فرما دیے تھے جس کی وجہ سے وہ صاحبِ "سِرّ النبی" کہلاتے ہیں۔ حضرت عمر ہمیشہ

حذیفہ سے پوچھتے رہے کہ کیا رسولؐ اللہ نے میرا نام بھی بتایا مگر حذیفہ خاموش رہتے تھے۔ آخر زچ ہو کر حضرت عمر نے خود اعتراف کر لیا کہ واللہ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِین یعنی قسم بہ خدا میں بھی ان منافقین میں سے ایک ہوں۔

**علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے صحابہ کا کعبہ میں معاہدہ** جب منافقین حضرت رسولؐ کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو ان میں سے چند راستہ ہی سے پلٹ کر کعبہ میں پہنچے اور یہ تحریری معاہدہ کیا کہ علیؑ کو بہر صورت خلافت سے دور رکھیں گے۔ اس دستاویز پر مختلف لوگوں کی گواہی ثبت ہوئی اور دستاویز حضرت عمر کے ساتھی ابو عبیدہ جراح کے پاس محفوظ کرا دیا گیا۔ مشہور مورخ مسعودی بن ناصر سیستانی نے کتاب ولایت میں بروایت عبداللہ ابن عباس معاہدہ کرنے والوں کے حسب ذیل نام دئے ہیں۔

(۱) ابو بکر (۲) عمر (۳) ابو عبیدہ جراح (۴) سالم غلام حذیفہ (۵) معاذ بن جبل اور ایک روایت کے بموجب مغیرہ بن شیبہ" کتاب مذکور میں گواہی ثبت کرنے والوں کے حسب ذیل نام دئے ہوئے ہیں :-

"(۱) ابو سفیان (۲) عکرمہ بن ابو جہل (۳) صفوان بن امیہ بن خلف (۴) سعید بن العاص (۵) خالد بن ولید (۶) عیاش بن ابی ربیعہ (۷) بشر بن سعید (۸) سہیل بن عمر (۹) حکم بن حزام

(۱۰) ابو غور اسلمی (۱۱) مطیع بن اسود بدری۔

**واقعہ قرطاس** حضرت رسول ؐ کے زمانہ مرض الموت کا یہ واقعہ ہے جو ہر شیعہ بچے کو معلوم ہے اور جس کسی نے بھی تاریخ اسلام پڑھی ہو یا عالم ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اس کو خوب معلوم ہے۔ ہم اس کی تفصیل نہیں دہرائیں گے۔ اس واقعہ کی متواتر روایتیں متعدد کتب اہل سنت از قسم صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ مسند احمد ابن حنبل و طبرانی وغیرہ میں "جلیل القدر صحابیوں عبداللہ ابن عباس اور جابر بن عبداللہ انصاری کی زبانی درج ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول ؐ نے اپنی رحلت سے چار دن قبل ۲۴ صفر ۱۱ھ ہجری یوم جمعرات کو کاغذ و قلم طلب فرمایا کہ ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس سے تمام لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہوں۔ اس موقعہ پر بہت سے صحابہ جمع تھے جن میں سے حضرت عمر کہنے لگے۔ "اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ" یعنی اس شخص کو ہذیان ہو رہا ہے ہم کو اللہ کی کتاب کافی ہے۔ ان کے ہم مشرب صحابہ نے ان کی تائید کی اور بعض نے کہا رسول ؐ اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ شور و غوغا ہوتا رہا جس میں حضرت عمر کی پارٹی غالب رہی اور کاغذ و قلم آنے نہیں دیا۔ اس پر حضرت رسول ؐ نے تین مرتبہ "قُومُوا عَنِّی" یعنی میرے پاس سے نکل جاؤ فرما کر حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ پھر بعد میں جب ان نکالے ہوئے لوگوں نے حضرت رسول ؐ کی خدمت میں آنا چاہا تو آپ نے یہ کہہ منع کر دیا کہ تمہارے آنے کی تکلیف سے

میرے مرض کی تکلیف کم ہے۔ مولانا سید قطب الدین حسینی صابری سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموش رحمتہ اللہ علیہ امیر جامعہ نظامیہ آیت قرآن "لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" کا حوالہ دیکر فرماتے تھے کہ اگر نادانستگی سے بھی کسی کی آواز رسولؐ کی آواز پر بلند ہو جائے تو اس کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، چہ جائیکہ کوئی رسولؐ کے خلاف آواز اٹھائے۔ موصوف یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ نکالے جانے کے بعد حضرت عمرؓ کو پھر رسول اللہ کی خدمت میں آنے کا موقع ملا تو میں اپنا مسلک بدل دونگا۔ میرے والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے شیطان نکالا گیا اور رسول اللہ کے دربار سے عمرؓ نکالا گیا۔ کمال تو یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بعد میں فخریہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ علیؑ کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے مگر میں مانع ہوا۔

اہل سنت کے مشہور عالم شمس العلماء حافظ نذیر احمد نے واقعہ قرطاس کے موقعہ پر ابوبکر و عمر صاحبان کا جو کچا چٹھا کھولا ہے اس کو ہم نے دوسری جگہ درج کیا ہے۔ کچھ ہم بھی کہیں۔ عمر صاحب آپ نے حَسْبُنَا کتاب اللہ کہہ تو دیا مگر قرآن کی کسی آیت سے بھی آپ کب واقف ہوئے۔ آپ کے علم کے لئے ہم ایک آیت پیش کر دیتے ہیں۔ "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ یعنی قرآن میں جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ مومنین کے لئے تو شفا اور رحمت ہے مگر ظالمین کے لئے تو ان کا گھاٹا بڑھا دینے کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں ہے۔ اِنَّ الرَّجُلَ یہجر یہجر کہہ کر آپ نے حضرت رسولؐ کو جو سخت ایذا پہنچائی

آنجناب کے اس فرمان سے ظاہر ہے کہ جب آپ پھر حضرت رسولؐ کے پاس آنا چاہتے تھے تو آنحضرتؐ نے یہ کہکر منع کر دیا کہ تمہارے آنے کی ایذا سے میرے مرض کی ایذا الم ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (احزاب آیت ۵۰) یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہونچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے آپ خواہ سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں آپ نے تو اپنے خسارہ اور اللہ تعالیٰ کے پاس گرفت میں آنے کا عملی ثبوت خود فراہم کر دیا اور بتا دیا کہ ظالموں کے لئے قرآن کس طرح خسارہ کا سبب ہے آپ نے جس کتاب خدا کو اپنے لئے کافی سمجھا اس کی قدم قدم پر خلاف ورزی کرتے رہے۔ اطیعوا الرسول کے تاکیدی حکم کے بعد ہمیشہ حضرت رسولؐ کی مخالفت کرتے رہے۔ آپ کی حرکتوں کی تفصیل ہم نے دوسری جگہ بیان کی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر طرح کتاب خدا کی خلاف ورزی کر کے آپ اس مقام کے لئے "رواں دواں" ہو گئے جو آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے لئے مختص ہے۔

شیخ احمد فاروقی شیخ سرہندی جن کو اہلِ سنت

| پدر نہ ہر چہ تواند پسر تمام کند | حضرت نے امامِ ربانی "مجدد الف |

ثانی کا خطاب سرفراز فرمایا ہے اپنے مکتوب صفحہ ۱۹۶ مکتوبات امام ربانی مترجمہ عالم الدین میں یہ کہتے ہیں۔ رسولؐ اللہ پر ہذیان جائز نہیں بلکہ واقع تھا۔ رسالۂ بلٹز اردو مورخہ ۷/ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں مجدد الف ثانی

کا یہ شعر چھپا ؎

من چہ پروائے مصطفیٰ دارم
پنجہ در پنجہ خدا دارم

یعنی: مجھے مصطفیٰ کی کیا پرواہ ہے۔ میں تو اللہ سے پنجہ کشی کرتا ہوں۔ عمر صاحب نے جو کچھ چھوڑ دیا تھا ان کے فرزند شیخ احمد فاروقی نے تمام کر دیا ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

**تخلف جیش اسامہ** حضرت رسولؐ نے مرض الموت کی حالت میں روم کی طرف ایک مدافعتی لشکر روانہ کیا جس کا سردار اپنے غلام زید کے سترہ سالہ لڑکے اسامہ بن زید کو بنایا اور اس کی ماتحتی میں (بجز علی مرتضیٰ کے) ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف ابوعبیدہ جراح، معاذ ابن جبل، سعد ابن ابی وقاص وغیرہ تمام اکابر صحابہ کو جانے کا حکم دیا اور جب ان صحابہ نے غلام زادے کی ماتحتی میں دئے جانے پر اعتراض کیا تو فرمایا تم لوگوں نے اس کے باپ پر بھی غلط اعتراض کیا تھا اور اب اس پر اعتراض کرتے ہو حالانکہ وہ تمہاری سرداری کے لائق ہے اور تم اس کی ماتحتی کے ہی لائق ہو اس طرح حضرت نے ان صحابہ کو جو اپنے زعمِ باطل میں اپنے کو بڑا آدمی سمجھے ہوئے تھے ان کا مقام بفحوائے "ایاز قدرِ خود بشناس" بتا دیا۔ اور تخلف جیش اسامہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ یہ لشکر طوعاً و کرہاً روانہ تو ہوا مگر مدینہ سے چند میل

کے فاصلہ پر جُرف کے مقام پر ان اکابر صحابہ کی آنا کانی کے سبب رُک گیا کیونکہ یہ لوگ اپنے موقع کی تاک میں حضرت رسول ص کی موت کے منتظر تھے اور جب حضرت عائشہ نے صہیب کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ حضرت رسول ص کے مرض نے شدت اختیار کرلی ہے پوشیدہ طور پر فوراً مدینہ آجاؤ تو رات کے وقت چھپ کر مدینہ میں داخل ہو گئے جس پر حضرت رسول ص نے فرمایا کہ آج رات شہر عظیم مدینہ میں داخل ہوا ہے۔

رحلتِ رسول ص کے بعد کیا واقعات رونما ہوئے اور سقیفہ کا

## کارروائی سقیفہ تاریخ کی روشنی میں

اجتماع کس طرح ہوا ہم ذیل میں صحیح بخاری، تاریخ طبری، تاریخ ابو الفدا ابن خلدون، مروج الذہب مسعودی، اعثم کوفی، تاریخ الخلفاء در منثور سیوطی و الفاروق شبلی نعمانی وغیرہ کی روایتوں کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اختصار کی خاطر حوالے ہم یہاں درج نہیں کر رہے ہیں جو ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

ابوبکر عمر اور ان کے ساتھی جیش اسامہ کے ساتھ (موردِ لعنت ہونے کے بعد) وقت تمام آگئے تھے۔ عائشہ کی ذریعہ صہیب اطلاع کے بعد کہ حضرت رسول ص کا مرض شدید ہوگیا ہے اب تمہارے لئے یہی موقعہ ہے، راتوں رات چھپ کر مدینہ میں داخل ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ رسول ص اللہ بوجہ شدتِ مرض باہر نہ آسکیں گے یہ جھوٹا ادعا کر کے کہ حضرت رسول ص نے نماز پڑھانے کی اجازت دی ہے مگر حضرت رسول ص اللہ کے باہر آنے پر وہاں سے فرار ہو کر اِدھر اُدھر پوشیدہ ہو گئے تھے۔ پھر رسول ص اللہ کی رحلت

کی خبر پاتے ہی اپنی، اپنی کمیں گاہوں سے باہر نکل آئے۔ پہلے عمر صاحب مسجد نبوی میں پہونچے اور (ابوبکر کے انتظار میں) مسجد میں تلوار گھمانے لگے کہ جو کوئی کہے رسول اللہ کا انتقال ہوا ہے اس کو قتل کر دوں گا۔ یہ کسی غم یا وارفتگی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ جیسا کہ شبلی نے الفاروق حصہ اول ص ۱۷ پر لکھا ہے۔

"حضرت عمر نے مصلحتاً ایسا کیا تھا"

تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر وہاں پہنچ گئے اور باہر ہی سے عمر کو آواز دی اور پھر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے سقیفہ بنو ساعدہ پہونچ گئے۔ شبلی الفاروق میں لکھتے ہیں :-

"جہاں معرکہ کے خطبے دینا ہو حضرت عمر پہلے ہی تیار ہو کر جایا کرتے تھے چنانچہ خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ میں پہلے سے ایک عمدہ تقریر تیار کر کے سقیفہ میں لے گیا تھا۔"

سقیفہ پہونچنے کے بعد حضرت عمر نے وہ تقریر سنائی۔ حضرت ابوبکر نے ویسی ہی تقریر خود سنائی۔ (روایت کے الفاظ کے اعتبار سے "ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں کیا۔" (یعنی یہ تقریریں مشورہ سے پہلے ہی سے تیار کی گئی تھیں) حضرت ابوبکر نے اپنا ادعا اس بناء پر پیش کیا کہ میں قریش میں سے ہوں اور حضرت رسول قریش میں سے تھے۔ سعد ابن عبادہ اور دیگر انصار نے کہا پھر تو حضرت علی سے بیعت کر لو۔ عولم بن ساعد انصاری نے (ابوبکر سے کہا نفاق سے باز آؤ اور خلافت خاندان نبوت میں چھوڑ دو۔ سعد بن عبادہ کو زدو کوب کیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت

عمر سے کہا لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں حضرت عمر نے کہا آپ مجھ سے افضل ہیں۔ ابوبکر نے کہا آپ مجھ سے قوی تر ہیں۔ اس طرح ردّ و بدل ہوتا رہا۔ (یعنی من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو) کا سلسلہ چلتا رہا۔ جب انصار نے کہا کہ حضرت علیؑ سے بیعت کر لو تو حضرت عمر ڈرے کہ کہیں علیؑ کے ہاتھ پر بیعت نہ ہو جائے اور حضرت ابوبکر سے کہا ہاتھ بڑھایئے اور بیعت کر لی۔ اس کے ساتھ ہی عثمان ابو عبیدہ جراح عبدالرحمٰن بن عوف معاذ بن جبل وغیرہ نے بیعت کی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اس ہنگامے میں مرتے بچے اور جب تک زندہ رہے ابوبکر و عمر کی بیعت نہ کی۔ سعد نہ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور نہ بات کرتے تھے۔ عمر کی مسند نشینی کے بعد سعد شام چلے گئے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ سعد بن عبادہ کے کسی آدمی نے کہا کہ سعد کو روندے جاتے سے بچاؤ۔ عمر نے کہا اللہ اسے ہلاک کرے اسے قتل کر دو اور خود ان کے سرہانے آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا میں چاہتا ہوں تجھے روند کر ہلاک کر دوں۔ سعد نے عمر کی داڑھی پکڑ لی۔ حباب بن المنذر نے تلوار نکالی اور کہا میں ابھی اس کا تصفیہ کر دیتا ہوں۔ عمر اور ان کے ساتھی حباب پر جھپٹے۔ ان کی تلوار گر گئی۔ پھر سعد پر جھپٹے۔ اس وقت عہد جاہلیت کا منظر پیش آیا اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ واضح رہے کہ اکابر صحابہ میں سے کوئی بھی کفن اور دفن رسولؐ میں شریک نہ رہا اور تین دن کے بعد سقیفہ سے واپس آئے۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ تمام بنی ہاشم و مہاجرین میں سے سلمان فارسی،

ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی، عمار یاسر، براء بن عاذب، خالد بن سعید بن عاص، بریدہ، سلمی اور انصار میں سے ابوایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت ذوشہادتین، ابی بن کعب، ابوتحیم مالک بن نعمان عثمان بن حنیف، سہیل بن حنیف نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اور حضرت علیؑ کے ساتھ رہے۔

علامہ عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبہ دینوری اہل سنت کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی کئی کتابیں ہیں اور انہوں نے جو تفاصیل اپنی کتابوں میں دی ہیں ان میں حضرت ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھیوں کی دھاندلی ظلم و زیادتی اور مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام اور شہزادی کونین حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا سلام کا فریاد و زاری کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ دینوری کی ان حق گویانہ تفصیلات کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ تو شیعہ تھے۔ مگر کئی علمائے اہل سنت نے اس کی تردید کردی اور کہا کہ یہ سنی ہی تھے۔ چنانچہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی "خلافت و ملوکیت" کے صفحہ ۳۰۹ پر لکھتے ہیں۔

"ابن قتیبہ کے متعلق یہ خیال بالکل غلط ہے کہ وہ شیعہ تھا وہ ابوحاتم اسجانی اور اسحاق ابن راہویہ جیسے کبار کا شاگرد اور دینور کا قاضی تھا۔"

ابن کثیر اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"وہ ثقہ اور صاحب فضل و شرف آدمی تھا"

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔

"یہ نہایت سچا آدمی تھا۔"

خطیب بغدادی کہتے ہیں وہ دیندار اور فاضل تھا۔ مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں نہایت سچا آدمی اور اہلِ سنت سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اسحٰق بن راہویہ کا پیرو تھا۔ ابن حزم کہتے ہیں۔ اپنے دین و علم میں بھروسہ کے قابل۔ اصطفی کہتے ہیں ابن قتیبہ ثقہ اور اہلِ سنت سے تھا۔" ذیل میں ہم علاوہ بخاری، مسلم وغیرہ کے ابن قتیبہ دینوری کی کتاب الامارت والسیاست شمس الدین جزری کی اسنی المطالب، مسعودی کی تاریخ مروج الذہب خواجہ احمد بن عاثم کوفی کی تاریخ اعثم کوفی، جلال الدین سیوطی کی کتاب الالحان جمال الدین محدث کی روضۃ الاحباب۔ شہاب الدین ابن عبد ربہ اندلسی عقد الفرید، تاریخ ابوالفدا، تاریخ واقدی، عبدالکریم شہرستانی کی الملل والنحل تاریخ ابن جریر کے مندرجات کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ابوبکر وعمر اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی دفنِ رسولؐ کے موقعہ پر موجود نہ تھا۔ صرف بنی ہاشم اور چند صحابہ جو دامن اہلِ بیت سے متمسک تھے مثلاً سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار یاسر، مقداد موجود تھے ان کے سوا اور کوئی صحابۂ رسولؐ میں سے جنازۂ رسولؐ میں موجود نہ تھا۔ بعض کتابوں کی ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ علیؑ سے ڈرو جب وہ شمشیر بکف مٹی کے ایک تودہ پر بیٹھا ہوگا اور اس کے منہ سے کف جاری ہوگا۔ جب سقیفہ کی کارروائی سے واپس آنے کے بعد اہلِ سقیفہ کی طرف سے ایسی گن سن پائی کہ قبرِ رسولؐ کو کھود کر نماز جنازہ پڑھنے کے خیال میں ہیں تو شیر خدا قبرِ رسولؐ پر

تلوار لے کر بیٹھ گئے۔ غصہ کی وجہ سے ان کے منہ سے کف جاری تھا۔
آپ کے یہ تیور دیکھ کر یہ صحابۂ رسولؐ قبر کھود کر نعش باہر نکالنے کے اپنے
ارادہ سے باز رہے۔ ان کا یہ ارادہ یقیناً اس مقصد سے تھا کہ اپنے دامن
سے یہ دھبہ دھویا جائے کہ یہ لوگ جنازہ رسولؐ میں بھی شریک نہ رہے۔
سقیفہ سے واپسی کے بعد حضرت عمر نے ابوبکر سے کہا کہ علیؑ کو کیوں گرفتار
نہیں کرتے جو تمہاری بیعت سے تخلف کر رہے ہیں۔ ابوبکر نے اپنے
درشت خو غلام قنفذ کو بھیجا کہ علیؑ کو میرے پاس لے آ۔ قنفذ نے جا کر علیؑ
سے کہا کہ خلیفۂ رسولؐ بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگوں نے بہت
جلد رسولؐ اللہ پر افترا پردازی کی۔ قنفذ واپس آیا اور ابوبکر سے کہا
عمر نے دوبارہ ابوبکر سے کہا علیؑ کو مہلت نہ دو جو تمہاری بیعت سے
کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں۔ ابوبکر نے پھر قنفذ کو بھیجا کہ علیؑ سے کہو "امیر المومنین"
بیعت کے لئے بلاتے ہیں۔ قنفذ پہنچا تو حضرت علیؑ نے بہ آواز بلند فرمایا
سبحان اللہ تیرے آقا نے اس لقب کا ادعا کیا ہے جس سے اس کو کوئی تعلق
نہیں ہے۔ قنفذ نے آ کر یہ بیان کیا تو ابوبکر رونے لگے۔ پس حضرت عمر اٹھے
اور ایک جماعت کو بشمول عبدالرحمٰن بن عوف خالد ابن ولید، اسید بن
حضیر، سلمہ ابن اسلم شہلی، زید بن اسلم اور قنفذ کو ساتھ لے کر خانۂ فاطمہ
پر پہنچے اور دق الباب کیا۔ لکڑیاں اور آگ بھی ساتھ لے گئے اور گھر جلانے
کی دھمکی دی۔ حضرت فاطمہؑ لوگوں کی آواز سن کر رونے لگیں اور فریاد
کرنے لگیں یا پدر بزرگوار رسولؐ آپ کے بعد پسر خطاب و پسر
ابوتحافہ سے ہم کو یہ کیسی مصیبت پہنچی ہے۔ جب لوگوں نے حضرت

فاطمہؑ کی فریاد وزاری سنی تو ان میں اکثر روتے ہوئے واپس ہو گئے مگر چند نفر حضرت عمر کے ساتھ باقی رہ گئے۔ جناب فاطمہؑ دروازہ کے پیچھے کھڑی تھیں عمر نے دروازہ کو اس زور سے ڈھکیلا کہ آپ دب گئیں اور آپ کے بطن میں جناب محسن کی شہادت واقع ہو گئی۔ عبدالکریم شہرستانی سنی نے ملل و نحل میں یہ جملہ لکھا ہے:۔

"ان عمر ضرب بطن فاطمہ علیہا السلام
یوم البیعت فی السقط المحسن من بطنہا"

یعنی: "عمر نے فاطمہ علیہا السلام کے بطن پر ضرب لگائی جس سے ان کے بطن میں حضرت محسن کی شہادت واقع ہو گئی قنفذ نے جناب سیدہؑ کی پشت پر کوڑا مارا۔ اشرار نے جناب سیدہؑ کے گھر میں گھس کر شیر خدا کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا (جیسے بہت سارے گلی کے کتے شیر کو گھیر لیتے ہیں) اس طرح علیؑ کو ابوبکر کے پاس لے گئے۔ اس موقعہ کے لئے لکھنو کے مشہور شاعر جناب بنارسی لعل ورما کہتے ہیں:۔

"علیؑ کے حق کو چھینا اور جلایا خانہ زہراؑ
اسی پر ناز کرتے ہو تمہاری داستاں یہ ہے"

وہ مزید فرماتے ہیں۔

"مسند پہ نبیؐ کی بیٹھ کے جو زہراؑ کو پریشان کرتا ہو
ایماں سے کہو ایمان والو اس شخص کا ایماں کیا ہو گا"

(ابوبکر کا عمر کو جناب فاطمہؑ کے گھر پر بھیجنا، عمر کا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گھر کا محاصرہ کرنا، آگ لگانے اور جان سے مارنے کی دھمکی دینا یورپی

مستشرقین نے بعد تحقیق اپنی کتابوں میں درج کیا جائے۔

## گھر پر آگ لیجانے اور بیعت کے لئے مولائے کائنات پر جبر سے متعلق مستشرقین اور علماء اہل سنت کا بیان

ہم نے اپنی کتاب کلمۃ الحق حصہ اول صفحہ ۵۱۴ پر اصلی انگریزی نقل کی ہے۔

"یہاں صرف ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یورپ کے اکثر بڑے بڑے محققین نے اپنی مشترکہ کاوش سے دنیا کی مشہور تاریخی کتاب: "ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ" کی جلد اول میں لکھی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۴۶ کی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"ابوبکر نے عمر کو فاطمہ کے گھر روانہ کیا جہاں علیؑ اور کچھ انکے حامی موجود تھے اور یہ ہدایت کی کہ اگر علیؑ آسانی سے ابوبکر کی بیعت قبول نہ کریں تو ان کو مجبور کرنے قوت کا استعمال کیا جائے۔ عمر گھر کو آگ لگانے تیار ہوئے تو فاطمہ نے پوچھا کہ ان کا کیا مطلب ہے۔ عمر نے جواب دیا کہ وہ واقعی گھر کو جلا کر خاکستر کردیں گے اگر وہ سب اس طرح بیعت کرنا قبول نہ کریں جیسا کہ دوسروں نے کیا ہے۔"

واشنگٹن ارونگ۔ "لائیوز آف سکسیسرز آف محمدؐ" کے صفحہ ۵ پر لکھتا ہے:

"ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ وہ ایک مسلح دستہ کے ساتھ فاطمہؑ کے گھر پر جائیں تاکہ وہاں کسی خلاف ورزی کی کوشش کو روکا جائے۔ عمرؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر کا محاصرہ کر لیا اور ابوبکرؓ کی بیعت کرنے کا مطالبہ کیا۔ علیؑ نے اس پر احتجاج کیا اور خود اپنے حق خلافت کا ادعا کیا۔ اس پر عمرؓ نے جان سے مارنے کی دھمکی دی اور کہا کہ گھر کو آگ لگا کر سارے گھر والوں کو جلا کر خاک کر دوں گا۔"

ہم نے اوپر مستشرقین کا اجمالی بیان درج کیا ہے۔

"متعدد علماء اہل سنت نے ان سے بھی بڑھ کر تفصیلات کے ساتھ شہزادئ کونین کے گھر کو جلانے اور مولائے کائنات کو قتل کی دھمکی کے واقعات کو بیان کیا ہے۔ ہم صرف کتابوں کے حوالے ذیل میں درج کر دیئے جن میں یہ واقعات بیان کئے گئے ہیں"۔ ملاحظہ ہوں۔

تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳۔ صـ ۱۹۸ کتاب الامامت والسیاست جلد ۱ صـ ۱۳ ابن قتیبہ دینوری۔ شرح عزّ الدین ابن الحدید جلد ۱ صـ ۱۳۴ عقد الفرید جلد ۲ صـ ۲۵ ابن عبد ربہؒ۔ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صـ ۱۵۶ امام علیؑ ابن ابی طالب عبدالفتاح عبدالمقصود۔ مسعودی صاحب مروج الذہب۔ یہ کتاب اثبات الوصیۃ۔ روائح المصطفیٰ صدر الدین مطبوعہ مطبع محمد کانپور صـ ۳۷ بلاذری انساب الاشراف جلد ۱ صـ ۴۰۴ امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل صـ ۸۳ پر اس واقعہ کی تفصیل درج کی ہے کہ

"عمر نے جناب فاطمہؑ کے بطن پر ضرب لگائی جس سے بطنِ مادر میں حضرت محسن کی شہادت واقع ہوئی اور خطاب کے بیٹے نے چیخ کر کہا گھر کو ان لوگوں سمیت جو اس میں ہیں آگ لگا دوں گا جبکہ اس میں سوائے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کے کوئی دوسرا نہ تھا" صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدری نے وافی بالوفیات میں اور نیز مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں علامہ شہرستانی کے بیان کردہ واقعات لکھے ہیں۔ ظالمین اس ارشادِ رسولؐ کو ہمیشہ بھولے رہے کہ: "میرے اہلِ بیت پر ظلم و اذیت روا رکھنے والے پر جنت حرام ہے"

## حضرت علی علیہ السلام کا ادعاء حق خلافت اور ابوبکر کی بیعت نہ کرنا

علامہ عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبہ دینوری کتاب الامامت والسیاست میں لکھتے ہیں جناب علیؑ مرتضیٰ نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔ جس وقت وہ ابوبکر کے پاس آئے تو فرمایا میں بہ نسبت تمہارے اس امر کا زیادہ مستحق ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہیں کر سکتا بلکہ میری بیعت تم کو کرنی چاہیئے۔ تم لوگوں نے قرابت رسولؐ کو حجت قرار دیکر اس امر کو انصار سے لیا ہے اور ہم اہلِ بیت نبوت سے براہ غصب تم نے یہ حق چھینا ہے۔ کیا تم کو یہ زعم نہیں ہے کہ تم انصار سے امر خلافت کے لئے اولیٰ ہو اس وجہ سے کہ یہ جگہ محمد صلعم کی ہے۔ اب میں وہی حجت تم پر پکڑتا ہوں جو تم نے انصار پر حجت پکڑی تھی میں زندگی اور موت میں اولیٰ ہوں ساتھ رسولؐ خدا کے پس اگر تم لوگوں کا ایمان خدا پر ہے اور خدا

سے ڈرتے ہو تو ہمارا انصاف کرو ورنہ یہ بات ہے کہ تم دیدہ و دانستہ ظلم کرتے ہو۔ اے گروہ مہاجرین خدا کو یاد کرو اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری عرب ان کے گھر سے خارج کرکے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ تے در خانہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے قوم تم نے رسولؐ خدا کی نعش مقدس کو چھوڑ اور خود خلیفہ بن گئے۔ اور ہمارے حق پر نظر نہ کی۔ السنی المطالب میں شمس الدین جرزی اور صاحب حصین حصین بروایت ام کلثومؑ بنت فاطمہؑ نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ رسولؐ اللہ کا وہ قول بھول گئے جو آنحضرت نے بروز غدیر خم فرمایا تھا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے" یہ بھی فرمایا تھا کہ "علیؑ مجھ سے اسی منزلت پر ہے جس پر موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے"۔

ابن قتیبہ دینوری اپنے سلسلہ عبارت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے (حضرت علیؑ سے) کہا "ہم تجھ کو نہیں چھوڑیں گے جب تک تو بیعت نہیں کریگا۔ اس پر علیؑ مرتضیٰ نے کہا تم نے اپنا حصہ اس میں ٹھہرایا ہے، آج تم ابوبکر کے لئے مضبوطی کرتے ہو اور اس کو خلافت پر قائم کرتے ہو وہ کل تم پر رد کرے گا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم اے عمر میں تمہارا قول کبھی نہ مانوں گا اور ہرگز ابوبکر سے بیعت نہ کروں گا۔ اس پر ابوبکر نے کہا اگر تم بیعت میری نہیں کرتے تو میں تم کو مجبور نہیں کرتا۔ اس پر ابوعبیدہ جراح حضرت عمر کے ہمنشینی نے (جو بیٹھے

کے گورنر تھے اور امین الامت کہلاتے ہیں شاید اس وجہ سے کہ علیؑ مرتضیٰ کے خلاف کعبہ میں کیا ہوا عہد نامہ ان کی امانت میں دیا گیا تھا) حضرت علیؑ سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے تم ابھی کم عمر ہو اور یہ تمہاری قوم کے بوڑھے ہیں ابھی تم بہت دنوں تک زندہ رہو گے ابھی بچہ ہو تو یہ چند روز میں مر جائے گا تم اس خلافت کے لئے نہایت درجہ مستحق ہو اور بوجہ اپنے فضل و بزرگی اور اپنے دین و علم و فہم اور سابقہ نسبت و امادی کے تم مستحق تر ہو پس فرمایا علیؑ مرتضیٰ نے اے گروہ مہاجرین اللہ اللہ محمد صلعم کی سلطنت عرب ان کے مکان سے خارج کر کے اپنے گھروں میں مت لے جاؤ اور رسولؐ خدا کے اہل کو رسولِ خداؐ کے مقام سے نہ نکالو اس کا حق دور مت کرو۔ قسم ہے خدا کی اے معاشر مہاجرین البتہ میں سب آدمیوں میں زیادہ تر مستحق ہوں اس کا کیونکہ میں اہلِ بیت نبیؐ ہوں اور تم لوگوں کی بہ نسبت خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو کوئی قاری کتاب اللہ اور فقیہ دین اللہ عالم کتب رسول اللہ اور مطلع بامر رعیت اور مدافع امور سیئہ اور لیشان اور تقاسیم بالسویہ ہے وہ البتہ ہم میں سے ہے۔ پس تم لوگ ہوا و ہوس کی پیروی مت کرو۔ تم لوگ خدا کے راستہ سے گمراہ ہو گئے اور حق سے بہت دور جا پڑے ہو۔ اس پر قیس انصاری نے کہا "یا علیؑ یہ گفتگو آپ کی انصار لوگ ابوبکر کی بیعت سے پہلے سنتے تو ہرگز دو آدمی بھی آپ کی خلافت سے اختلاف نہ کرتے اور سب بیعت کر لیتے" علی مرتضیٰؑ نے فرمایا "کیا میں بھی رسولؐ خدا کو بے تجہیز و تکفین گھر میں پڑا چھوڑ کر لوگوں سے خلافت کی نزاع کرنے آتا۔"

یہاں تک ابن قتیبہ دینوری کی عبارت منقول تھی۔ اب ہم دیگر کتب

کی جن کا پہلے حوالہ دیا جا چکا ہے۔ متعلقہ عبارت درج کرتے ہیں۔ ابوبکر کے پاس لے جانے پر علیؑ سے کہا گیا کہ بیعت کرو۔ آپ نے کہا اگر میں بیعت نہ کروں؟ عمر نے کہا اگر بیعت نہ کروگے تو خدا کی قسم ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ایسے شخص کو قتل کروگے جو عبداللہ اور اخوئے رسولؐ اللہ ہے؟ عمر نے کہا عبداللہ تو خیر مگر ہم تم کو رسول اللہ کا بھائی نہیں ملتے۔ ابوبکر اس وقت بالکل چپ تھے۔ عمر نے ان سے کہا کہ تم حکم کیوں نہیں کرتے اور خاموش بیٹھے ہو۔ ابوبکر نے کہا میں فاطمہؑ کے ہوتے علیؑ کو مجبور نہیں کروں گا۔ پس علیؑ وہاں سے اٹھ کر جناب رسالتمآب کی مزار پر گئے اور مزار سے لپٹ کر آپ نے بہ آہ و زاری فریاد کی اور کہا "یا ابنَ اُمَّ اِنَّ القَومَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي" (اے میرے ماں جائے اس قوم نے مجھے ضعیف کر دیا اور قریب تھا مجھے قتل کر دیتے۔ اس موقعہ کے لئے ایک سُنّی عالم مفتی نور الضیاء الدین (ضیاء یار جنگ) فرماتے ہیں ؎

"گماں نہ بود کہ بعد از وفاتِ ختمِ رسل
زمانہ منحرف از بوتراب خواہد شد
جز ایں نہ بود دگر باعثِ عنادِ علیؑ
کہ جانشین رسالتمآب خواہد شد"

تاریخ الخمیس اور تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ علی مرتضیٰ اور بنی ہاشم نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اور تخلف اختیار کیا۔ استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت کی گئی تو علیؑ نے ان کی بیعت نہیں کی اور خانہ نشینی

اختیار کی۔ شبلی نے دبے الفاظ میں بس اتنا تسلیم کیا کہ چھ مہینے تک علیؑ کی ابوبکر سے شکر رنجی رہی۔ علماء شیعہ کی تمام کتابوں کے لحاظ سے خلیفہ برحق مولائے کائنات کے کسی غاصب سے بیعت کرنے کا نہ تو کوئی سوال تھا اور نہ آپ نے بیعت کی۔ بکثرت کتب اہل سنت سے بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے۔ میدان کربلا میں بھی خود یزید کی فوج کے افسر کہہ رہے تھے کہ حسینؑ کے سینہ میں ان کے باپ کا دل ہے وہ کبھی بیعت نہیں کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ۶۱ سنہ ہجری تک بھی یہ بات عام طور پر مسلمہ تھی کہ علیؑ نے خلفا ثلاثہ کی بیعت نہیں کی۔ اور بعض سنی کتب میں یہ بعد کی پیداوار ہے کہ چھ مہینے کے بعد بیعت کی۔ یہ بالکل بے سر و پا بات ہے اور کوئی بھی اس کو قبول نہیں کر سکتا کہ جب ان تازہ ہنگاموں، جبر و تشدد حتی کہ گلہ میں رسی ڈال کر گھسیٹنے کے بعد بھی شیر خدا نے بیعت نہیں کی اور خود اپنے حق کا ادعا فرمایا تو اب بعد میں بیعت کرنیکا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ البتہ تحفظ دین کی خاطر جہاں ابوبکر، عمر یا عثمان دینی معاملات میں غلطیاں کرتے تھے اور ہدایت کے طالب ہوتے تھے تو مولائے کائنات ان کی ہدایت فرمادیا کرتے تھے تاکہ اسلام بدنام نہ ہو۔

حدیث کی کتابوں میں اہل سنت محمد بن اسمٰعیل بخاری کی کتاب کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس کو بخاری لعداز کتاب باری مانتے ہیں۔ اس کی بھی یہ کیفیت ہے کہ اسمٰعیل بخاری ۱۹۴ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۵۲ سنہ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ یعنی حضرت رسولؐ کے تقریباً دو سو سال بعد انہوں نے حدیثیں جمع کیں۔ محمد اسمٰعیل بخاری نے بکثرت سے ہوں۔۔۔

روایتیں بھی لکھی ہیں۔ ایسی روایتوں کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے جس کی بناء پر معترضین کو رنگیلا رسولؐ (معاذ اللہ) لکھنے کا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے قاتلانِ حسینؑ سے تک روایتیں معتبر سمجھ کر لی ہیں مگر امام جعفر صادقؑ سے ایک روایت بھی نہیں لی ہے بلکہ لکھتے یہ ہیں کہ ان کی طرف سے میرے دل میں کچھ ہے یعنی کد ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو انہوں نے (معاذ اللہ) مجاہیل میں شمار کیا ہے۔ قابلِ غور ہے کہ ان آئمہ طاہرین کو خدا رسیدہ بزرگوں حضرت خواجہ اجمیری[7] خواجہ بندہ نواز[7] وغیرہ تقریباً ہر اہلِ طریقت نے حضرت رسولؐ خدا کے متبنیٰ اُن ہی کے نور کے ٹکڑے اور ان کے مثل و نظیر قرار دیا ہے اور بخاری صاحب اُن سے کد رکھتے ہیں اور ان کو مجہول سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت رسولؐ کے انتقال کے چھ مہینہ بعد حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ایک جھوٹی روایت اس طرح کی ہے جس میں اصلیت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اس کو ہم تیسیر البخاری مترجمہ وحید الزماں پارہ ۱۷ کتاب مغازی صفحہ ۱۲۲ سے نقل کرتے ہیں جو حضرت عائشہ کی زبانی بیان کی گئی ہے۔

"جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں لوگ حضرت علیؑ پر توجہ رکھتے تھے، جب ان کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؑ نے دیکھا کہ لوگوں کے منہ ان کی طرف سے بالکل پھر گئے اس وقت انہوں نے ابوبکر سے صلح کرنا اور بیعت کرنا چاہا۔ اس سے پہلے چھ مہینے تک انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم اکیلے

آؤ اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لاؤ۔ ان کو یہ منظور نہ تھا کہ عمر ان
کے ساتھ آئیں کیونکہ حضرت علیؑ عمر سے کراہت کرتے تھے
عمر نے ابوبکر سے کہا خدا کی قسم تم اکیلے اُن کے پاس نہ جانا۔
ابوبکر نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو خدا کی
قسم ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔"

بخاری کی روایت

بخاری کی روایت پر میرے والدِ محترم کا تبصرہ | متذکرۂ صدر میں
دو باتیں تو صاف طور پر تسلیم کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ چھ مہینہ تک تو مولائے
کائنات نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ مولائے کائنات
حضرت عمر سے کراہت کرتے تھے۔ اس روایت پر میرے والدِ محترم نے
یہ تبصرہ فرمایا تھا۔ "روایت میں ہے کہ جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں لوگ
حضرت علیؑ کی طرف توجہ رکھتے تھے جب ان کی وفات ہوگئی تو حضرت
علیؑ کی طرف سے لوگوں کے رُخ پھر گئے۔ سبحان اللہ۔ یہ لوگ صحابۂ رسولؐ
تھے۔ آنحضرت کے تربیت یافتہ تھے۔ سب سے اچھے زمانہ میں آنکی
نشو ونما ہوئی تھی ان کا یہ عمل کہ رسول اللہ کے عزیز داماد اور وصی کے ساتھ
تھا تو ہمارے زمانہ میں لوگ آلِ نبیؐ اولادِ علیؑ کے ساتھ جو کریں تھوڑا ہے"
روایت میں ہے کہ ابوبکر نے حضرت علیؑ کو صلح کے لئے بلا بھیجا۔ معلوم ہوا
کہ اس وقت تک حضرت علیؑ کی ابوبکر سے لڑائی تھی۔ روایت میں
ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کو تنہا بلایا اور عمر کی ساتھ لانے سے منع کردیا۔
ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ بندگوار آپس میں شیر و شکر تھے اور حضرت عمر کے متعلق

ہمارا خیال تھا کہ :-

تو برائے وصل کردن آمدی　　　نے برائے فصل کردن آمدی

اب بخاری شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کو حضرت عمر کی ذات سے اندیشہ تھا کہ یہ صلح نہ ہونے دیں گے بلکہ خطرہ تھا کہ صحبت اور بھی بدمزہ ہو جائے گی اس سے حضرت علیؑ اور عمر کے تعلقات پہ کافی روشنی پڑتی ہے۔ حضرت عمر کی جناب میں ہمیں حضرت علیؑ کی یہ بدگمانی تو نہ تھی بھلا رسولؐ کا جان نثار دوست بعد رسولؐ تمام انسانوں میں دوسرے نمبر کا افضل انسان وہ ابوبکر و علیؑ میں صلح کراتا یا لڑائی کرا دیتا۔ بقول وحید الزماں صاحب حضرت عمر کو یہ ڈر ہوا کہ حضرت ابوبکر اور بنی ہاشم میں کہیں جھگڑا نہ ہو جائے اس لئے بطور باڈی گارڈ حضرت ابوبکر کے ساتھ جانا چاہتے تھے مقتضائے احتیاط بھی یہی تھا :

مقابلہ ہے رقیبوں سے روز محشر میں
چھپا ہوا کوئی خنجر مرے کفن میں رہے

ہمارے خیال میں یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمر اس مصالحت کو پسند نہ کرتے ہوں اور بہ نظر سیاست و تدبر حضرت علیؑ اور ابوبکر کا اختلاف امت کے لئے موجب رحمت تصور کرتے ہوں۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ نے جب حضرت ابوبکر کو تنہا بلا بھیجا تو حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم میں تنہا نہ جانے دوں گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم میں ضرور جاؤں گا حضرت عمر کا ابوبکر کو تنہا جانے سے روکنا بھی معنی خیز ہے اور فریقین کی یہ قسمیں بھی خدا کی قسم لاجواب ہیں۔

صحابہ کا جنازۂ رسولؐ میں شریک نہ ہوکر سقیفہ میں ابوبکرؓ کے خلیفہ بنائے جانے کی جو تاویلات شبلی نعمانی اور دیگر سنی علماء نے کی ہیں ان پر میرے والدِ محترم نے یہ تبصرہ فرمایا "کیا شاہ عبدالعزیزؒ، محسن الملک، شمس العلما نذیر احمد خاں، شبلی وغیرہ کو اماں حبیبت کی طرح ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اس وقت مدینہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا۔ رومی جیل کوے اسلام کی مردہ لاش پر منڈلا رہے تھے، ایرانی گھوڑوں کی ٹاپیں کوہستانِ مدینہ میں گونج رہی تھیں۔ مسلمہ کذاب پیغمبری کا ڈنکا بجا رہا تھا۔ عربوں کے قبائل مرتد ہو گئے تھے، انصار سقیفہ میں جمع ہو کر ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے پکار رہے تھے، مہاجرین و انصار کی تلواریں خانہ جنگی کے لئے میانوں میں تڑپ رہی تھیں۔ قریب تھا کہ افتراق و انتشار کی بجلی خرمنِ اسلام کو جلا کر خاک کر دے۔ ایسی صورت میں اگر تمہاری طرح ہم بھی رسولِ اللہ کی میت کے گرد بیٹھ کر رونے دھونے میں مصروف ہو جاتے یا اس بات کا انتظار کرتے کہ آنحضرت کے کفن و دفن سے فارغ ہو کر جب تم آؤ گے اس وقت خلافت کی کانفرنس منعقد کریں گے تو اس وقت تک نہ معلوم کیا کیا قیامت ہائے عظیم صغریٰ و کبریٰ برپا ہو جاتیں اس لئے ہم نے رسولِ اللہ کی تجہیز و تکفین سے بھی زیادہ اس کام کو مقدم سمجھا کہ جس طرح بھی ہو سکے رسولِ اللہ کا کوئی نہ کوئی جانشین بنا لیا جائے پھر جو ہوگا دیکھ لیں گے۔ پس ہم نے اس اہم ترین کام کی انجام دہی میں ایک منٹ ضائع نہیں کیا، اپنی بے مثل سیاست و تدبر سے آنے والے زبردست سیلاب کو روک دیا اور اپنی حکمتِ عملی

سے اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ تم کو ہماری اصابت رائے کی داد دینی چاہئیے نہ کہ بجائے شکریہ کے الٹا شکوہ۔ مگر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے متذکرہ بالا عذرات میں سے کوئی عذر پیش نہیں کیا بلکہ وہ بے چارے شرم کے مارے رونے لگے۔ اگر حضرت ابوبکر رسول اللہ کی وفات کی نزاکت موقعہ کی اہمیت اور ماحول کی ہیئت جو بعض علماء کو اب ساڑھے تیرہ سو برس بعد سمجھائی دیر ہی ہے یہ حضرت علیؑ کو ان کے مکان پر سمجھا دیتے تو وہ مسجد نبوی میں جا کر حضرت ابوبکر سے پھر وہی شکایتی جملے نہ دہراتے بلکہ اپنی شکایت واپس لیتے ہوئے فرماتے کہ واقعی ایسے نازک موقعہ پر حسن تدبیر سے تم نے خلافت کی اونٹنی کو سیدھی کروٹ بٹھا دیا وہ تمہارا ہی حصہ تھا۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ابوبکر و عمر سے ناراضگی کی مسلمہ روایتوں پر وحید الزماں مترجم بخاری نے جو اظہار خیال کیا ہے اس پر حضرت والد صاحب قبلہ مرحوم نے اپنے نوٹ میں حسب ذیل تبصرہ فرمایا۔

"وحید الزماں صاحب اس ناراضگی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں جو جناب فاطمہؑ اور ابوبکر و عمر کے درمیان تھی جس کی وجہ سے جناب فاطمہؑ کو اندیشہ تھا کہ اگر دن میں جنازہ اٹھایا گیا تو ابوبکر و عمر وغیرہ مخالفین گھس بیٹھ کر خواہ مخواہ شریک جنازہ ہو جائیں گے اور اگر ان کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دی گئی تو کشت و خون کی نوبت آئے گی۔ اس وقت قاعدہ یہ تھا کہ خلیفہ نماز جنازہ پڑھایا کرتا تھا مگر حضرت علیؑ و فاطمہؑ نے گوارا نہ کیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ روایت کے الفاظ میں کہ جب جناب فاطمہؑ

کی وفات ہوئیؓ تو انکے شوہر حضرت علیؑ نے رات ہی کو ان کو دفن کر دیا اور ابوبکر
کو ان کی وفات کی خبر نہ دی اور حضرت علیؑ نے ان کی نماز پڑھی بھی۔ وحید الزمان
صاحب ناحق گواہ چست کے مصداق ہوئے۔ خلیفہ بنانے کی لیڑ دھول
دھول اور حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کی ناراضگی کا اصل سبب خود روایت میں
موجود ہے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ وحید الزماں صاحب کہتے ہیں کہ "بنی
ہاشم آنحضرت کی وفات کے صدمہ میں مبتلا تھے اس وجہ سے انہوں نے
حضرت ابوبکر سے بیعت نہ کی" معلوم ہوا کہ آنحضرت کی وفات کا غم
صرف بنی ہاشم ہی کو تھا۔ ابوبکر و عمر وغیرہم نے یہ غم نہ خریدا۔

وحید الزماں صاحب کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا حضرت فاطمہؑ کی
دلجوئی اور تیمارداری میں مصروف رہنا بھی حضرت ابوبکر کی بیعت
نہ کرنے کا معقول عذر ہے۔ رسولؐ اللہ کی صاحبزادی کی دلجوئی، تسلی
اور تیمارداری کیا صرف علیؑ پر ہی واجب تھی اور دوسروں کو اس طرف توجہ
کرنے کی ضرورت نہ تھی؟ بقول مولوی صاحب رسولؐ اللہ کی وفات کا صدمہ
بنی ہاشم کو ہوا اور حضرت فاطمہؑ کی تیمارداری حضرت علیؑ کو کرنی پڑی۔ سچ
ہے، جگر جگر۔ دگر دگر۔

واضح رہے کہ ان تبصروں میں حضرت والد صاحب نے جو الفاظ (بطور
طنز) استعمال فرمائے ہیں وہ ان مختلف علماء کے الفاظ اور جھوٹی
تاویلات کے پیش ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "کلمۃ الحق" کے مسودہ ۱۹۶۴ء
میں جب مولانا ابن حسن صاحب قبلہ کو سنایا تو مولانا نے متذکرہ بالا تبصروں
کی عبارت کو سن کر فرمایا کہ یہاں تو تم نے بڑا زور قلم دکھایا ہے۔ میں نے عرض

کیا یہ میرے والدِ مرحوم کی تحریر ہے۔

## سقیفہ کے واقعات سے متعلق شبلی نعمانی کا اہم اعتراف | بہت سارے علماء اہلِ سنت

نے اگرچہ جھوٹی تاویلات پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاہم بہت سے اہم امور کا اعتراف کیا ہے۔ شبلی نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں :۔

"یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہیں ہے کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہو گئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے کس کے خیال میں آسکتا تھا کہ رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو ان سے عشق و محبت کا دعویٰ ہو وہ ان کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس بندوبست میں مصروف ہوں کہ مسندِ حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ جائے۔ تعجب پر تعجب کہ یہ فعل اُن لوگوں حضرت ابوبکر و عمر سے سرزد ہوا جو آسمانِ اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ واقعہ کی ناگواری اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت سے فطری تعلق تھا یعنی حضرت علیؑ اور خاندانِ بنی ہاشم ان پر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اس وجہ سے اُن کو آنحضرت کے درد و غم اور تجہیز و تکفین کی وجہ ان باتوں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ یہ بھی سچ ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر وغیرہ آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے تھے یہ بھی سچ ہے انہوں نے سقیفہ پہونچ کر خلافت کے باب میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح کی کوششوں میں مصروف رہے گویا اُن پر

کوئی حادثہ ہی پیش نہیں آیا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علیؑ سے بزور منوانا چاہا"۔

شہزادی کونین کے گھر پر آگ لے جا کر حضرت عمر کی جلانے کی کوشش سے متعلق شبلی لکھتے ہیں "روایت کے اعتبار سے اس واقعہ سے انکار کی کوئی وجہ نہیں حضرت عمر کی تندمزاجی سے یہ کیفیت بعید نہ تھی" شبلی صاحب جہل مرکب اور ذہنی بحران کا شکار رہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ بخاری، مسلم وغیرہ کی مستند روایتوں کے متعلق جن سے ابوبکر و عمر وغیرہ کی کارسازیاں ظاہر ہوئی ہیں ایسی ہٹ دھرمی سے شبلی کہتے ہیں کہ ہم ان روایتوں کو صحیح نہیں مان سکتے۔ لیکن خود ہی ہار جھک مار کر آخر میں لکھتے ہیں کہ "لیکن مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ایسی تصریحات موجود ہیں، جو ہمارے اس قیاس سے مطابق نہیں ہو سکتیں۔" آپ نے بھلا زحمت ہی کیوں فرمائی جو خواہ مخواہ آپ تردید کی نوبت آئی۔

سقیفہ کوئی اضطراری کارروائی نہ تھی اس امر کا ٹھوس ثبوت کہ سقیفہ شروع ہی سے ایک منصوبہ بند کارروائی تھی ذیل کی ناقابل تردید شہادتوں سے بدرجہ اتم ثابت ہے۔ بغیر تفصیلات میں گئے ہم صرف ایک ایک عنوان کی شکل میں اس کو بیان کر دیتے ہیں۔

(۱) غدیر خم میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کی جانشینی رسولؐ کے اعلان کے بعد ہی منافقین میں جو خود اپنے حصول اقتدار کی فکر میں لگے ہوئے

تھے حضرت رسول ؐ پر وادیٔ عقبہ میں قاتلانہ حملہ کر دیا۔

(۲) اعلان غدیر کے بعد ہی اور حملہ میں ناکام ہونے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر ان منافقین نے علیؑ مرتضیٰؑ کو خلافت سے دور رکھنے کا تحریری معاہدہ کیا جو خود اپنے حصولِ اقتدار کی پیش رفت میں تھا۔

(۳) جب حضرت رسولؐ نے مرض الموت میں قرطاس و قلم طلب کیا تو ان منافقین نے فرمانِ رسولؐ کو ہزیان سے تعبیر کر کے نوشتہ لکھنے سے روک دیا۔ بعد میں ان میں کے سب سے بڑے منافق نے تسلیم کیا کہ رسول ؐ اللہ علیؑ کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے میں نے روک دیا۔ کیونکہ ہم نے نہ چاہا کہ نبوت اور خلافت ایک خاندان میں جمع ہوں اور بنی ہاشم کو فخر کا موقع ملے۔

(۴) یہ منافقین ہر جہاد سے رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر فرار ہوتے رہے کہ حصولِ اقتدار سے پہلے کہیں مر نہ جائیں۔

(۵) حضرت رسولؐ نے جب ان منافقین کو اپنے وقتِ آخر مدینہ سے دور رکھنے جیش اسامہ کے ساتھ جانے حکم دیا تو باوجود موردِ لعنت ہونے کے تخلف کر کے رات کے وقت چھپ کر مدینہ میں داخل ہو کر کچھ اور کوششوں کے بعد روپوش ہو گئے۔

(۶) حضرت رسولؐ کی رحلت کی خبر سن کر یہ منافق اپنی اپنی کمیں گاہوں سے نکل آئے کہ اپنے منصوبہ کو روبہ عمل لانے کا اب وقت ہے۔

(۷) حضرت عمر مسجد میں تلوار گھماتے رہے کہ جو کوئی کہے رسولؐ اللہ کا انتقال ہوا ہے اُس کو قتل کردوں گا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے ٹولے کے سب لوگ جمع ہو جائیں۔ بعد میں انہوں نے تسلیم کیا کہ میں نے مصلحتاً تلوار گھمائی تھی۔

(۸) جوں ہی ابوبکر نے آکر باہر سے آواز دی عمر صاحب تلوار چلانا بھول گئے اور باہر نکل کر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ملا کے سقیفہ پہونچ گئے۔

(۹) عمر صاحب نے اس موقعہ کے لئے پہلے سے ایک عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی جس کو ساتھ لے کر سقیفہ گئے۔

(۱۰) ابوبکر نے بھی تقریر تیار کرلی تھی کیونکہ انہوں نے بلا ایک لفظ کی کمی بیشی کے وہی تقریر کی جو عمر کی تھی۔

(۱۱) "لیا ڈیل" ڈھول دھپے کے بعد ابوبکر کو خلیفہ بنا کر مولائے کائنات اور بنی ہاشم سے بزور بیعت لینی چاہی اور رسولؐ اللہ کی صاحبزادی کے گھر کو جلانے آگ لے کر گئے اور علیؑ مرتضیٰ کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا۔

(۱۲) آل رسولؐ کو متروکہ اور رسول کی دی ہوئی دیگر جائداد سے محروم کرکے اللہ... کو ہر طرح بے بس کرنا چاہا اور ان کی تنقیص شان کرتے رہے۔

(۱۳) کسی واقعہ کے بعد کے واقعات بھی (قانونی اور عقلی اعتبار سے) واقعہ کی شہادت ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے طور پر ابوبکر نے عمر کو اپنی زندگی میں خلیفہ بنا دیا جس نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا۔

(۱۴) ابوبکر نے خلافت نامہ عثمان کے ہاتھ سے لکھوایا جو تیسرے نمبر کے

غاصب حقوقِ علیؑ کی شکل میں نمودار ہو گئے۔
تفصیلات میں جائیں تو اور بہت سے امور ہیں مگر ہم نے اختصار کے ساتھ چند صریح باتیں درج کر دی ہیں جن پر یکجائی نظر ڈالنے کے بعد ایک مفکر کے الفاظ میں۔

"EVEN THE MEREST FOOL"

یعنی جس میں رمق برابر بھی نہ ہو۔ اس کو بھی اس منصوبے کے نیچے دوڑتی ہوئی رَو (UNDER CURRENT) اور ان واقعات کو ایک ہی سلسلہ کی مربوط کڑیاں ہونا صاف نظر آجائے گا اور کسی شبہہ کے بغیر وہ سمجھ جائیگا کہ سقیفہ کی ساری کارروائی خدا اور رسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈالکر مولائے کائنات کا حق غصب کرکے خود اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے کی گئی تھی۔

# باب دوم

## اہل سنت کے خلیفہ گری کے اصول

ارباب عقل پر یہ امر واضح ہے کہ اہل سنت نے اللہ اور رسولؐ کے نائب کو اپنی طرف سے مقرر کرنے کے جو طریقے قرار دیے ہیں وہ کسی اصول پر مبنی نہیں ہیں بلکہ اصول کو طریقہ کا پابند کیا گیا ہے۔ خلیفہ بن جانے کے لئے جو بھی طریقہ استعمال کیا جانا پڑے اسی طریقہ کا نام اصول رکھ دیا گیا ہے۔ اس طرح ضرورت کی پیداوار جو اصول قائم کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) اجماع (۲) استخلاف (۳) شوریٰ (۴) قہر و غلبہ

### اجماع

چوروں کے خفیہ مشوروں کے اڈہ پر جاکر چند منتخب نور افراد کی دھاندلی ہے اور جس اجماع میں تمام تو کیا تھوڑے بہت بھی مسلمان سوائے اسی ٹولہ کے شریک کار کے حصہ نہ لیں اور "من تراحاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" کہہ کر ہاتھ بڑھا کر پہلے سے ملی بھگت والے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور آپس میں ڈھول ڈھمیہ مار کٹائی کر کے اسی جھگڑے کے درمیان دس، پانچ لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے کا نام اجماع ہے۔ اس کارروائی سقیفہ کے بعد اجماع کا اصول ختم۔

### استخلاف

استخلاف کے معنی ہیں خلیفہ بنانا۔ خلیفہ کسی اصول کے تحت بنایا جاتا ہے مگر یہاں اصول تو غائب مجرد خلیفہ بنانا ہی خلیفہ بنانے کا اصول ٹھہرا۔ حضرت رسولؐ نے ذوالعشیرہ میں علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تو یہ اسباب ظاہری یہ فرمایا کہ جو میری نبوت کی تصدیق کرے اور میری نصرت کی ذمہ داری لے وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہوگا۔ علیؑ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپ کی نصرت کی ذمہ داری لی۔ جس کو

نہ صرف علیؑ نے بلکہ آپ کی اولاد طاہرہ نے بھی اپنی اور اپنی اولاد کی جانیں دے کر نبھایا) لہٰذا اس بناء پر رسول اللہؐ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ اسلام کی ابتدا ہی سے قرار دے دیا۔ مشیت ایزدی کے لحاظ سے تو بفحوائے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" یہ امر بھی مشیت کے اشارہ پر تھا۔ جیسا کہ حضرت رسولؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ الست ہی سے مجھ میں نبوت اور علیؑ میں خلافت قرار دی اور اسی وقت سے علیؑ امیر المومنین ہے۔ غدیر خم میں علیؑ کی جانشینی کا اعلان بھی صریح حکم خداوندی کی بناء پر تھا۔ بہ اعتبارِ اصول دیکھا جائے تو حضرت عمرؓ کا استخلاف تو عجیب معاملہ ہے۔ کردیم و شد کا مصداق اور بقول شمس العلماء حافظ نذیر احمد "یہ ابوبکر اور عمر صاحبان کی ملی بھگت تھی" یعنی اِس ہاتھ دے اور اُس ہاتھ لے کا معاملہ تھا۔ استخلاف کا یہ معاملہ گہرے غور کا محتاج ہے ہم بتائیں گے کہ اصل معاملہ کی نوعیت اور علماء اہلِ سنت کی گھڑی کی ہوئی عمارت کے درمیان بعد للشرقین ہے ابوبکر و عمر وغیرہم واقعہ غدیر سے پوری طرح واقف تھے اور علیؑ کو مبارکباد بھی دے چکے تھے اور حضرت عمرؓ نے خود بتا دیا تھا کہ رسول اللہ وقت آخر علیؑ کے حق میں وصیت لکھنا چاہتے تھے مگر میں نے روک دیا کیونکہ ہم نے نہیں چاہا کہ نبوت اور خلافت ایک ہی خاندان میں رہے اور بنی ہاشم کو فخر کا موقعہ ملے۔ سقیفہ و استخلاف کی ساری کارروائیاں جانتے بوجھتے دیدہ و دانستہ علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے کی گئیں۔ یہ بات نہ تھی

کہ یہ منافقین یہ نہ جانتے ہوں کہ رسول اللہ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔

اب دیکھئے علماء اہل سنت نے کیا ڈھونگ رچایا اور کس طرح غاصبین کے اعمال کی پردہ پوشی کی کوشش کی ہے۔ پہلے تو ان میں سے بعض نے حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ" سے انکار کر دیا اور جب خود اپنی کتابوں کی متواتر روایتوں سے مجبور ہوئے تو مولا کے معنی بدلنے کی کوشش کی اور کہا کہ مولا کے معنی تو فقط غلام یا دوست کے ہیں۔ حالانکہ حق پرست اشخاص نے جن کی نظر تاریخ پر ہے اور بالخصوص اہل طریقت بزرگ نہ صرف اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں بلکہ اس پر عامل بھی ہیں وہ اس طرح کہ یہ بزرگ اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں تو اس کا عنوان اسی حدیث غدیر کو قرار دیتے ہیں مثال کے طور پر یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ جب مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی صابری سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند سید علی اکبر نظام الدین حسینی امیر جامعہ نظامیہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تو خلافت نامہ کی ابتدا اس طرح سے کی کہ "جس طرح خواجۂ دوسرا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے حضرت امام المتقین سرتاج صوفیا مولائے کائنات علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کو بفحوائے مَن کُنتُ مولاہُ فعلیٌّ مولاہُ و علوم ظاہر و باطنیہ ولدنیہ اپنا جانشین مقرر فرمایا اس طرح ہم اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں تاکہ جو کچھ علم ہم تک پہنچا ہے اس کو جاری رکھ سکیں . . . ." اس خلافت نامہ

پر میری بھی گواہی لے لی گئی۔ (اس خلافت نامہ کی فوٹو کاپی ہماری کتاب کلمتہ الحق جلد دوم کے صفحہ (۱۲۸۸) پر موجود ہے۔ المختصر مطلب یہ ہے کہ مولائے کائنات کے جانشین رسولؐ مقرر کیئے جانے کا واقعہ مسلمہ خاص وعام ہے۔

ابوبکر وعمر نے یہ تو نہیں کہا کہ رسول اللہ نے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا بلکہ ان کو تو کام اپنا الو سیدھا کرنے سے تھا اور انہوں نے اپنے منصوبہ کو روبہ عمل لانے جو کچھ بھی زور زیادتی، سازش، چالبازی سے ہو سکا وہ سب کچھ کیا اور ان کو رسولؐ اللہ نے کیا کہا کیا نہیں کہا اس سے کوئی سروکار ہی نہ رکھا۔ مگر علماء اہلِ سنت ایک طرف تو علیؑ کے جانشین مقرر کیئے جانے سے انکار کرتے ہیں اور دوسری طرف سنت رسولؐ کی پیروی کا دم بھرتے ہیں۔ یہ کونسی پیروی رسولؐ ہے کہ ابوبکر نے عمر کو خلافت نامہ کے ذریعہ خلیفہ بنا دیا تو اس کو جائز قرار دینے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں بقول شرم تم کو مگر نہیں آتی، ٹھیک ہے سے

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

## خلافت کا ایک اور من مانا اصول شوریٰ | یہ بھی ایک نئے قسم کا ڈھونگ تھا۔

حضرت عمر کو پہلے تو استخلاف کے طریقہ پر چلنا چاہیئے تھا جس طرح کہ وہ خود خلیفہ بنائے گئے تھے۔ مسند احمد ابن حنبل کی روایت کے بموجب وہ کہتے تھے کہ اگر میرے مرنے تک میرے سمدھی ابو عبیدہ جراح زندہ رہے تو ان کو خلیفہ بنادوں گا۔ اگر وہ نہ رہے تو معاذ بن جبل کو خلیفہ

بنادوں گا۔ (جو سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں پیش پیش
تھے) اگر وہ بھی نہ رہیں (تو کسی غلام کی تلاش کروں گا) تو حذیفہ کے
غلام سالم کو خلیفہ بنادوں گا۔ (جو سخت ترین دشمنانِ علیؑ میں سے
تھا اور کعبہ میں مخالفت علیؑ میں معاہدہ کرنے والوں میں شامل تھا)
حضرت عمر کے انتقال کے وقت یہ سب مر چکے تھے۔ اب انہوں نے
حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے دور رکھنے کا ایک انوکھا طریقہ نکالا۔
ساری عمر تو "لولا علی لہلک عمر" کہتے رہنے کے بعد شرماحضوری
کے طور پر چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنا کر ان میں علیؑ کا نام رکھ تو دیا مگر ترکیب
یہ لگائی کہ کمیٹی میں عثمان کے ساتھ اُن کے بہنوئی عبدالرحمٰن بن عوف
کو بھی شامل کیا اور عبدالرحمٰن کو دو رایوں کا اختیار دیا۔ اس کے علاوہ
عثمان کے چچا زاد بھائی سعد ابن ابی وقاص کو شامل کیا۔ (جو عقبہ
میں حضرت رسولؐ پر حملہ کرنے والوں میں بھی شامل تھے) پھر یہ شرط
لگائی کہ یہ کمیٹی کوئی تصفیہ نہ کر سکے تو پھر حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ بن
عمر سے رجوع کیا جائے اور عبداللہ بن عمر کو یہ حکم دیا کہ جدھر عبدالرحمٰن بن عوف
(عثمان کے بہنوئی) رائے دیں اس طرف رائے دی جائے۔ قارئین!
غور فرمائیں کہ یہ کیسا گاؤدی کا کھیل ہے؟ بہرحال بندوبست ایسا کر دیا
کہ عثمان کسی طرح خلیفہ بن جائیں (کیونکہ عثمان نے ابوبکر کے خلافت نامہ
میں از خود عمر کا نام لکھ دیا تھا کیونکہ نام لکھوانے کے موقع پر آتے ہی
ابوبکر بے ہوش ہو گئے تھے جب ہوش آیا تو ابوبکر نے پوچھا کس کا نام لکھا
تو عثمان نے جواب دیا عمر کا نام لکھا، تو ابوبکر نے کہا کہ ٹھیک ہے میں

بھی یہی چاہتا تھا۔ چنانچہ وہی ہوا) حضرت عمر نے یہ حکم بھی دیا کہ کمیٹی کے چھ آدمیوں کو جن کے باقی دو طلحہ اور زبیر نکلے ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے اور ایک آدمی ان کے سر پر تلوار لے کر کھڑا رہے اور جس طرف زیادہ رائیں ہوں اُن سے کوئی اختلاف کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔
ادھر عثمان کی خلافت کا پکا بندوبست کر کے اپنی شیطانی چال کو اس حد تک پہنچا دیا کہ اگر علیؑ اس کھلی ہوئی دھاندلی کے خلاف احتجاج کر کے اختلاف کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ شوریٰ کی کارروائی کے سلسلہ میں ہم صرف اس قدر وضاحت کرتے ہیں کہ کمیٹی کے سرپنچ عبدالرحمٰن ابن عوف نے گویا الزام علیؑ ہی کے سر رکھتے ایک ایسی شرط رکھی جس کے متعلق وہ جانتے تھے کہ علیؑ ایسی شرط کبھی قبول نہ کریں گے۔ وہ یہ کہ خلیفہ بننے کے لئے یہ شرط رکھی گئی کہ "سنتِ رسولؐ کے علاوہ سیرتِ شیخین (ابوبکر و عمر) کی پیروی بھی قبول کی جائے۔ واضح بات تھی کہ جن کو خود مولا ہدایت دیتے رہے ان کی پیروی کس طرح قبول کرتے۔ لہٰذا آں جناب نے انکار کر دیا۔ اور پوچھا کہ کیا سیرتِ شیخین سنتِ رسولؐ سے جداگانہ اگر نہ تھی تو یہ مزید شرط کی کیا ضرورت ہے۔ اب عبدالرحمٰن نے وہی شرط عثمان کے سامنے رکھی جو پہلے سے اس کے لئے تیار بیٹھے تھے، اس شرط کو دل و جان سے قبول کر لیا اور خلیفہ بنا دئے گئے۔
اس کارروائی سے ایک اہم بات کھل کر سامنے آئی کہ ان منافقین کی نظر میں بھی سیرتِ شیخین سنتِ رسولؐ سے جداگانہ کوئی چیز تھی۔ قارئین غور فرمائیں کہ اہلِ سنت کا سنتِ رسولؐ کی پیروی کرنے کا یہ کیسا جھوٹا دعویٰ

ہے کہ ابوبکر و عمر کے عمل کو سنتِ رسولؐ سے علیحدہ سمجھتے ہوئے بھی ان کی پیروی کرتے ہیں یعنی سنتِ رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

خلیفہ بنانے کا جو مخصوص طریقہ قہر و غلبہ ظلم کو انصاف قرار دینے کی ایسی بھیانک مثال اور وہ بھی دین کے معاملہ میں کہیں دنیا میں نہیں ملے گی۔ یعنی کوئی چور، ڈاکو، قاتل بے قصور لوگوں پر حملہ کر کے قتل و غارت، خون خرابہ کے بعد کسی کے مال و جائداد پر قبضہ کرلے تو وہ چور، ڈاکو حقیقی مالک بن جاتا ہے یہی نہیں بلکہ وہ بے قصور مظلوم لوگ اس بات کے بھی پابند ہو جاتے ہیں کہ دین کے معاملہ میں بھی اس ڈاکو، قاتل کی پیروی کریں۔

اربابِ عقل سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ علماء اہلِ سنت کا قرار دیا ہوا قہر و غلبہ کا یہ اصول محض مولائے کائنات سے بغض و عناد کے سبب ہے۔ اس کا مقصد معاویہ کو بچانا اور اس کے کفر و نفاق کو ایک خطائے اجتہادی قرار دے کر اس کو رسولؐ کا جائز خلیفہ ظاہر کرنا ہے، بقولِ غالبؔ:

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں<br>
علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اس کو

معاویہ نہ صرف مولائے کائنات سے خونریز جنگ کرتا رہا بلکہ سازش کے ذریعہ آپ کو قتل کروایا اور مشتبہ طور پر امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کرایا اور جب حضرت عائشہ نے اس کے سیاسی معاملات

میں دخل دیکر اپنی بہن اسماء کے بیٹے عبداللہ ابن زبیر بن العوام کی خلافت کے لئے جد وجہد شروع کی تو ان کو کچا چونا بھرے ہوئے ایک کنویں میں گرا کر اوپر سے پانی ڈلوا کر پاٹ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی قبر کا کہیں پتہ ہی نہیں۔

کمال یہ ہے کہ اس قسم کے شخص کو بھی رسولؐ اللہ کا جائز خلیفہ قرار دیکر یوم معاویہ منانے کی بھی تجویزیں کی جاتی ہیں۔ اُس زمانے لوگوں کو تو معاویہ کے پاس سے مال و زر ملتا تھا مگر نہ معلوم آجکل کے مسلمانوں کو کیا ملتا ہے جو معاویہ کی مدح سرائی کئے جاتے ہیں۔ اسی قہر و غلبہ کے اصول پر خلفائے بنی امیہ و بنو عباس حکومت کرتے رہے اور آئمہ اطہار کو خنجر و شمشیر و زہر و دغا سے قتل کرتے رہے۔

یہ ہیں اہل سنت کے خلیفہ بنانے کے اصول۔ سقیفہ کی دین۔ بے محل نہ ہوگا اگر ہم یہاں بعض حق پرست اشخاص کے عمل کا مختصر ذکر کریں۔ خود یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کا واقعہ ہے کہ جب اس کو بنو امیہ نے اس کے باپ کی جگہ مسند نشین کرنا چاہا تو اس بیس سالہ حق پرست نوجوان نے تخت پر بیٹھنے سے انکار کر کے یہ اعلان کر دیا "میرا باپ اور دادا ظالم و غاصب تھے وہ اپنے عمل کا اپنی قبروں میں جواب دے رہے ہیں۔ یہ آلِ رسولؐ کا حق ہے خلافت امام زین العابدین علیہ السلام کے سپرد کر دی جائے۔" اس حق پرست نوجوان سے بنو امیہ نے یہ سلوک کیا کہ اُسے اندھا کر کے قتل کر دیا۔ یہی حال ایک اور نیک نفس شخص عمر ابن عبدالعزیز کا ہوا جب سیاسی مصلحت کی بنا پر

خلافت بہ جبر ان کے سر پر تھوپی گئی تو سب سے پہلے انہوں نے
مولائے کائنات پر لعنت کرنے کے طریقے کو بند کیا۔ پھر علاقہ فدک
امام محمد باقر علیہ السلام کو واپس کر دیا۔ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے
توشیخین (ابوبکر و عمر) پر طعن کردی تو انہوں نے جواب دیا کہ جناب
فاطمہ ؑ سے فدک چھین کر خود ان لوگوں نے طعن کا دروازہ اپنے اوپر
کھول لیا ہے۔ جناب فاطمہ ؑ سے شہادت طلب کرنے کا سوال ہی کیا
تھا۔ امیدوار ہوں کہ روز قیامت علی ؑ و فاطمہ ؑ میری شفاعت فرمائیں۔
آخر میں انہوں نے خلافت بھی امام محمد باقر علیہ السلام کو سونپ دینے
کا ارادہ کر لیا جس کی بناء پر بنوامیہ نے ان کو زہر دیکر شہید کر دیا۔

## سقیفہ کا تسلسل شہزادی کونین پر مظالم

سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کے خلیفہ بن
نے منتخب ہونے کے بعد معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا۔ اس کے سلسلہ میں جو روح
فرسا واقعات رونما ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں جن سے یقیناً روح
رسول ؐ بھی لرز گئی ہوگی۔ مولائے کائنات کو ابوبکر کی بیعت پر مجبور
کرنے کے لئے بلانے ابوبکر کے درشت خو غلام قنفذ کو روانہ کیا گیا پھر حضرت
عمر، خالد بن ولید اور کچھ ان کے ہم خیال آگ لے کر جناب سیدہ ؑ کے
گھر پر پہونچ گئے۔ عمر نے دھمکی دی کہ علی ؑ باہر آئیں ورنہ گھر کو آگ لگا دوں گا۔
جناب سیدہ ؑ کی فریاد کا ذکر ہم نے علیحدہ مقام پر کیا ہے۔ شہزادی
دروازہ کے پیچھے کھڑی ہوئی تھیں۔ عمر نے دروازہ کا پٹ شہزادی کے
بطن پر گرایا جس سے بطن مادر میں جناب محسن کی شہادت واقع ہوئی علی ؑ

کے گلے میں رسّی ڈال کر گھسیٹا گیا۔ جناب سیدہ کے قبضہ سے علاقہ فدک چھین لیا گیا۔ شہزادی نے ابوبکر کے پاس دعویٰ پیش کیا۔ متروکہ پدری سے بھی محروم کیا گیا۔ مولائے کائنات کی شہادت اس بنا پر رد کر دی گئی کہ وہ فاطمہؑ کے شوہر ہیں جھوٹی گواہی دیں گے حسنؑ و حسینؑ کی شہادت یوں رد کی گئی کہ وہ کم سن ہیں۔ جناب سیدہ کے بیان کو رد کیا گیا کہ وہ خود مدعیہ ہیں۔ رسول اللہ کے غلام زید کی زوجہ اُم ایمن کی گواہی کو قبول کر کے کہا گیا کہ صرف ایک عورت کی گواہی کافی نہیں۔ دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ پہلو پر دروازہ گرائے جانے اور مختلف مظالم کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارہ برس کی عمر میں اس شہزادی کو لکڑی کے سہارے چلنے کی نوبت آگئی۔ حضرت رسولؐ کی یاد او مظالم پر شہزادی روتی تھیں تو لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا تو مولائے کائنات جنت البقیع کے قریب ایک درخت کے نیچے آپ کو لے جا کر چھوڑ آتے اور بعد میں جا کر لے آتے تھے لوگوں نے وہ درخت بھی قطع کر دیا۔ وفات رسولؐ کے ۷۵ دن کے اندر شہزادی کی شہادت واقع ہو گئی۔ کورنتھ فریشلر انجہانی اپنی کتاب عائشہ بعد از پیغمبر میں لکھتا ہے کہ علاوہ دیگر وجوہات کے رسولؐ کی بیٹی کی موت کا ایک سبب عائشہ کی ایذا رسانی تھی۔ شہزادی نے جس طرح منافقین کو بے نقاب فرمایا اس کا بالکل مختصر خاکہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

جب فدک اور متروکہ پدری آپ سے چھین لیا گیا تو شہزادی مسجد رسولؐ میں تشریف لے گئیں جہاں ابوبکر منبر رسولؐ پر قبضہ جمائے

بیٹھے تھے۔ شہزادی اس طرح تشریف لے گئیں کہ آپ نے اپنے قدوقامت کی بنی ہاشم کی چند خواتین کو جمع کر کے سب برقعہ پوش مسجد نبوی میں پہونچیں اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ برقعہ پوش خواتین میں سے کون بول رہی ہیں۔ صرف آواز آ رہی تھی۔ جناب سیدہؑ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ تواریخ میں محفوظ ہے۔ آپ نے ان غاصبین اور منافقین کو پوری طرح بے نقاب فرمایا کہ کس طرح انہوں نے علیؑ کا حق غصب کیا اور احکام خدا اور رسولؐ سے روگردانی کر کے اُلٹے پاؤں کفر کے راستے پر لوٹ گئے ہیں۔ مجمع زار و قطار رونے لگا۔ نہ کسی نے فدک و مہر و کہ پدری کی واپسی کے لئے آواز اٹھائی اور نہ ابوبکر کو منبر سے کھینچ کر اتارا۔ بہر حال منافقین کے بھیانک چہرے تو سب کو نظر آ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کام صرف شہزادی کونین سیدۃ النساء العالمین سے ہی ہو سکتا تھا جس کو نہ حضرت کر سکتے تھے اور نہ مولائے کائنات رسولؐ اللہ بہ حیثیت رحمۃ اللعالمین منافقین کو بھی اپنے دربار میں جگہ دئے رہے۔ (گو کہ جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو عمر وغیرہ کو "قوموعنی" فرما کر اپنے دربار سے نکال دیا) مگر عام طور پر ان منافقین کو بھی جنہوں نے وادی عقبہ میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور جن سے آپ واقف تھے برداشت کرتے رہے۔ علیؑ مرتضیٰؑ اُن شہر شہیدوں کی بناد پر جو حضرت رسولؐ نے آپ سے اسلام کو افتراق سے بچانے کے لئے لئے تھے ہر قسم کے مظالم سہتے ہوئے بھی خاموش رہے۔ اب کون تھا جو حقیقت کو بے نقاب کر سکتا۔

یہ کام صرف شہزادیٔ کونین سے ہو سکتا تھا جن کے لئے کوئی منصب معین
نہ ہونے کے باوجود آپ کا درجہ رسول اللہ کی ماں کا تھا اور جن کی تعظیم
آپ فرمایا کرتے تھے۔ اور جن کے دروازہ پہ سلام فرمایا کرتے تھے اور جن کی
ہستی کو مرکزی قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور ان کے وصی اور
شہزادگان کا جو بچپن ہی سے امام تھے فرشتوں کے سامنے تعارف کروایا
تھا اور جن کے متعلق ارشاد رسول تھا کہ اللہ تعالیٰ فاطمہؑ کی خوشنودی
سے خوش ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے اور جو خاتون
محشر قرار پائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت کا اختیار دیا ہے۔

## استخلافِ عمر تاریخ کی روشنی میں

سقیفہ کے منصوبہ کا ایک اہم تتمہ حضرت عمر کی نامزدگی ہے جو حضرت ابوبکر نے
ھذا جزاء الاحسان الا الاحسان کے طور پر خلافت
نامہ عثمان کے ہاتھ لکھوا کر اپنی زندگی ہی میں عمر کے ہاتھ پہ لوگوں کی بیعت
کروا دی اور اس میں تیسرے نمبر کے لئے حضرت عثمان کے لئے بھی گنجائش
فراہم کر دی۔ اس کارروائی میں بھی حضرت عائشہ کا بڑا دخل رہا اور
پھر عمر کو خلیفہ بنوانے کا پورا سر انجام کروانے کے بعد اس کا معاوضہ کروڑہا
روپیہ کی دولت کی شکل میں حضرت عمر سے وصول کر لیا۔ استخلافِ عمر
کی کچھ تفصیل ہم جرمن مورخ گورتھ فریشلر کی کتاب عائشہ بعد از پیغمبر
(مترجمہ ذبیح اللہ منصوری) صفحہ ۲۸۳ کا اقتباسی ترجمہ درج کرتے ہیں۔

"جب ابوبکر بیمار ہوئے تو عائشہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ
جانشین نہ کریں گے تو علیؑ خلیفہ ہو جائیں گے۔ عائشہ نے

کئی بااثر لوگوں کو دعوت دی کہ عیادت کے بہانے ابوبکر کے
سرہانے آئیں اور جانشین مقرر کرنے کی فہمائش کریں حضرت ابوبکر
تو ملی بھگت کے بعد پہلے ہی سے تیار تھے۔ جب یہ لوگ
جمع ہو گئے تو ابوبکر نے کہا کاغذ قلم لاؤ اور لکھوانا شروع
کیا۔ یہ ہے ابوبکر ابن قحافہ کا وصیت نامہ کہ میں موت
کو قریب پاتا ہوں اور تمام مسلمین سے درخواست کرتا ہوں
کہ میرے مرنے کے بعد ...... "

"یہاں لکھوانے کے بعد ابوبکر ساکت ہو گئے اور ان کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی اور الفاروق شبلی کے اعتبار سے کاتب حضرت عثمان تھے) عائشہ نے قریب آکر آہستہ سے کاتب سے کہا ممکن ہے میرے باپ اب ہوش میں نہ آئیں اور انتقال کر جائیں میں اطمینان دلاتی ہوں کہ اگر میرے باپ لکھوانے کے قابل رہتے تو عمر ابن الخطاب کا نام ہی لکھواتے لہٰذا لکھو:

"میری موت کے بعد عمر ابن الخطاب کو خلیفہ مانیں اور انکی
بیعت و اطاعت کریں۔"

کاتب نے اسی طرح لکھ دیا۔ ابوبکر نے ہوش میں آنے کے بعد پوچھا کیا لکھا۔ عثمان نے کہا عمر ابن الخطاب کا نام لکھا ہے تو ابوبکر نے کہا خدا تم کو برکت دے جو نام میں چاہتا تھا وہی تم نے لکھا ہے۔ میرے سرہانے سے مہر نکال کر اس پر ثبت کر دو۔ کاتب (عثمان)، عائشہ اور عمر مل کر ابوبکر کو اٹھا کر دریچہ کے پاس لے گئے۔ ابوبکر نے عمر کو خلیفہ مقرر کرنے کا اعلان کیا اور پھر ان کو لٹنر

پر لٹا دیا گیا۔ تاریخ طبری جلد ۲ صـ۵۲ تاریخ کامل ابن اسیر جلد ۲ صـ۱۶۲ امامت و سیاست ابن قطیبہ دینوری جلد ۱ صـ۲۳ میں مذکور ہے کہ جب ابوبکر سے خلافت نامہ لکھوا لیا تو حضرت عمر ایک ڈنڈا لئے ہوئے اس خلافت نامہ کا حضرت ابوبکر کے غلام شدید کے ہاتھ میں دے کر لے چلے اور جو کوئی راستہ میں ملتا اپنے خلیفہ بنائے جانے کا اعلان کرتے جاتے۔

جناب ہدایت اللہ چیف جسٹس سپریم کورٹ ہندوستان اسلامی قانون پر اپنی کتاب کے سولھویں ایڈیشن میں تمہید کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر لکھتے ہیں:

ترجمہ "جب حضرت ابوبکر خلیفہ تھے تو ان کے پیچھے ساری قوت حضرت عمر کی تھی مذکور ہے کہ ابوبکر نے عمر کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا" اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو یہ امر بدیہی ہے کہ یہ نامزدگی محض ایک تکمیل ضابطہ تھی"

یعنی حضرت عمر کا خلیفہ ہونا ایک طے شدہ امر تھا۔

## حضرت عمر کا ایک شخص کو جھوٹی گواہی دینے پر راضی کر لینا

حضرت عمر کی انصاف رسانی کا بہت ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے مگر امتحان اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو۔ یوں تو عمر صاحب کی ظلم و زیادتی کے عظیم واقعات جدا گانہ ہیں کہ شہزادی کونین سے علاقہ فدک چھین لینے حضرت ابوبکر کو یہ کہکر آمادہ کیا نبیجہ فوج کو کیا کھلاؤگے۔ اور جب حضرت رسول ؐ کا تکمیل کیا ہوا ہبہ نامہ شہزادی کونین نے پیش کیا تو

اس کی بناء پر ابوبکر نے فدک کی سند جناب سیدہؑ کے حق میں لکھدی
مگر عمر صاحب نے وہ سند ابوبکر سے لے کر اس پر تھوکا اور اس کو پھاڑ
کر پھینک دیا۔ حقوق حیدرؑ و زہراؑ کو غصب کرنا کونسا انصاف
تھا ارباب عقل پر سب منکشف ہے۔ ادھر مولائے کائنات شہزادی
کونین اور شہزادگان حسنؑ و حسینؑ کی گواہیوں کو مسترد کیا تو ادھر ایک دینوی قسم کے معاملہ میں
بھی جھوٹی گواہی دلوائی اس کا واقعہ اس طرح ہے دیگر کتب کے علاوہ صحیح بخاری میں بھی بیان کیا گیا ہے) مغیرہ
بن شیبہ نے (جو حضرت عثمان کا رشتہ دار تھا اور وادئ عقبہ میں حضرت
رسولؐ پر حملہ کرنے میں حضرت عمر وغیرہ کے ساتھ شریک تھا) زنا کا ارتکاب
کیا۔ نصاب شرعی کے اعتبار سے اس واقعہ کے پورے چار گواہ ہونا
تھے۔ پہلے دن حضرت عمر کے سامنے تین گواہ پیش ہوئے اور غیر متزلزل
شہادت ادا کی جو تھا گواہ اس تاریخ نہ آسکا بعد میں کسی دن آیا۔ اسکو
حضرت عمر نے اپنے راستے پر ڈھال لیا۔ اور یہ کہہ کر اس کو پٹی پڑھائی
کہ مجھے امید ہے کہ تم شہادت اس طرح دو گے کہ رسولؐ کے ایک صحابی
کو بے عزت اور بدنام ہونے سے بچا لوگے۔ حضرت عمر کی اس فہمائش کے
بعد اس شخص نے دیدہ دانستہ مضطرب شہادت ادا کی۔ حضرت عمر نے
اپنے سکھائے ہوئے گواہ کے بیان کی بناء پر شہادت کا نصاب پورا نہ ہونا
قرار دیکر مغیرہ کو بری کر دیا اور الٹے ان تین گواہوں پر جنہوں نے ایمانداری
سے گواہی ادا کی تھی دروغ حلفی کی حد جاری کر کے کوڑے لگوائے۔ قابل غور
ہے کہ ایک گواہ نے درغلائے جانے پر جھوٹی گواہی دی تو دوسرے تین گواہوں

کا کیا قصور تھا اور یہ کس طرح ثابت ہوا کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی۔ اُن کو کس قانون کے تحت سزا دی جا سکتی تھی۔ پھر کمال تو یہ ہے کہ اس جو تھے گواہ کو خود حاکم یعنی حضرت عمرؓ نے بگاڑا تھا۔ اپنے ہتھکنڈے سے شہادت کو خراب کر کے اصل مجرم کو چھوڑ کر بے قصوروں کو دُرّے لگوانے پر بھی حضرت عمرؓ کو بُرا انصاف پرست قرار دینا یہ سُنی بھائیوں کا ہی کام ہے۔

**حضرت عمرؓ کی موت کا واقعہ** حضرت عمرؓ کی موت کا واقعہ بھی خود ان کے ایک غیر منصفانہ عمل کا نتیجہ تھا۔ اُبُو لُو لُو نامی ایک شخص کا ایرانی غلام فیروز تھا جو چکیاں بنایا کرتا تھا۔ اس کے مالک نے اس پر روزانہ دس درہم ٹکس لگا رکھا تھا اور ادائی اُس کے بس سے باہر تھی بالآخر اس نے حضرت عمرؓ کے سامنے شکایت پیش کی کہ میں کتنی ہی محنت کروں نہ اتنی چکیاں بنا سکتا ہوں اور نہ روزانہ دس درہم مالک کو دے سکتا ہوں۔ میرے حق میں انصاف کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ تجھ کو اپنے مالک کی بات ماننی چاہئے اور مطلوبہ ٹکس ادا کرنا چاہئے۔ فیروز نے کہا یہ تو انصاف نہیں ایک ناممکن بات کے لئے جبر ہے اسی وقت اس نے ٹھان لیا کہ اس ناانصافی کا بدلہ لوں گا۔ اس نے ایک چاقو لیا اور موقعہ پا کر حضرت عمرؓ کو مہلک ضربات پہونچائے۔ شبلی نعمانی کے بیان کے اعتبار سے حضرت عمرؓ کو نبیذ شراب بہت مرغوب تھی وہ پلائی گئی مگر زخموں سے باہر نکل گئی اور حضرت عمرؓ کی موت واقع ہو گئی۔ "فصلانہ شد بلاشد" تاریخی ریکارڈ میں یہ بات آ گئی کہ حضرت عمرؓ شراب پیا کرتے تھے اور ان کو نبیذ شراب بہت مرغوب تھی۔

## طلحہ کو خلیفہ بنانے حضرت عائشہ کا ایڑی چوٹی کا زور

طلحہ وہ شخص تھا جو پردے کا حکم آنے سے پہلے حضرت عائشہ کو دیکھا کرتا تھا اور اُن کے حسنِ ظاہری سے متاثر ہو کر کہا کرتا تھا کہ محمدؐ مر ہی گئے تو عائشہ سے شادی کروں گا اور حضرت رسولؐ کے مرنے کی آس لگائے بیٹھا تھا مگر امہات المومنین کا حکم آنے کے بعد ظاہراً طور پر مجبور رہا۔ کورتھ فریشلر الماتی کی روایت بھی قابلِ غور ہے کہ طلحہ فلسطین کا حکم ہونے کی حیثیت سے بیت المقدس میں ٹھہرے رہنے کی بجائے اکثر مدینہ آ کر حضرت عائشہ کے گھر میں ٹھہرا کرتا تھا اور لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں کہ کیا طلحہ نے عائشہ سے نکاح کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں حضرت عائشہ کو کب لازم تھا کہ ایسے شخص کو خلیفہ بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ پھر یہ بھی طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ طلحہ حضرت عائشہ کو دس ہزار درہم وظیفہ دیا کرتا تھا۔ قابلِ غور ہے کہ حضرت عمر کے جاری کردہ ایک لاکھ اسی ہزار درہم سالانہ وظیفہ کے بعد طلحہ سے وظیفہ قبول کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر یہ کیا لازم تھا کہ مولائے کائنات کے خلاف جنگ کرنے طلحہ و زبیر کے ساتھ سینکڑوں میل کا سفر مقررہ راستہ سے ہٹ کر علیحدہ راستہ سے طے کر کے بصرہ پہونچیں۔ حالانکہ حضرت رسولؐ نے پہلے ہی انتباہ دے کر منع کر دیا تھا کہ اس راہ باطل پہ نہ جانا جہاں حواب کے کتے تم پر بھونکیں گے۔ کتے بھونکا کئے مگر حضرت عائشہ نے اس ضرب المثل کو عملی جامہ پہنایا کہ "کتے تو بھونکتے ہی رہتے ہیں اور قافلہ چلتا رہتا ہے"

"بصرہ پہونچنا تھا" پہنچ گئیں۔
طلحہ کو خلیفہ بنانے کی حضرت عائشہ کی کوشش سے متعلق کونسٹن ورژیل
نے عائشہ بعد از پیغمبر کے صفحہ ۳۹۱ پر لکھا ہے۔
"عائشہ نہ میخواست کہ علیؑ بہ خلافت انتخاب شود۔ اطلاع
دارم کہ عائشہ با طلحہ مشغول کار است تا این کہ طلحہ را بخلافت
انتخاب کنند۔ گفتم من طلحہ را می شناسم و میدانم مرد است
طماع و حریص و کینہ دوز و بے رحم و برائے خلافت صالح
نہ باشد ولے چوں عائشہ از وے طرفداری میکند بعید
نیست کہ بخلافت برسد۔ من یقین داشتم کہ عائشہ تصمیم
گرفتہ کہ طلحہ را بجائے عمر بنشاند عائشہ خادمہ خود را بخانہ
شناسان مدینہ فرستاد و از آنہا دعوت کرد کہ روز سوم
ماہ محرم الحرام در سال بست و چہارم بعد از ہجرت در بتیجہ
بازرگان مدینہ جمع شوند و راجع بجانشینی عمر بن الخطاب
تصمیم گیرند"
اس عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔
"عائشہ نہیں چاہتی تھیں کہ علیؑ خلیفہ بنیں۔ مجھے اطلاع ملی
کہ عائشہ طلحہ کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہیں تاکہ طلحہ کو خلیفہ بنایا
جائے۔ میں نے کہا میں طلحہ سے واقف ہوں اور جانتا ہوں
کہ وہ ایک طماع، حریص، کینہ دوز و بے رحم شخص ہے اور
خلافت کے لائق نہیں ہے مگر چونکہ عائشہ اس کی طرفدار

تحقیں بعید نہیں ہے کہ طلحہ خلیفہ بن ہی جائے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ عائشہ نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ طلحہ کو عمر بن خطاب کی جگہ بیٹھا دے۔ عائشہ نے اپنی خادمہ کو مدینہ کے اپنے شناسا لوگوں کے پاس بھیج کر دعوت دی کہ ۳/محرم ۲۴ سنہ ہجری سوداگروں کے چوک میں جمع ہو کر عمر کی جانشینی کا تصفیہ کریں"۔

حضرت عائشہ کی حضرت عثمان سے مفاہمت اور پھر مخالفت | جب حضرت

عائشہ نے دیکھا کہ لوگ کسی طرح طلحہ کو خلیفہ بنانے تیار نہیں ہیں تو اب حضرت عثمان کی طرف رجوع ہوئیں۔ اور ان سے یہ وعدہ لے کر کہ ان کا وظیفہ جو حضرت عمر نے ایک لاکھ اسی ہزار سالانہ مقرر کیا تھا' پانچ لاکھ کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمان کی تائید شروع کی مگر جب حضرت عثمان کو خلیفہ بننے کے بعد مسلمانوں کا پیسہ بے حلق کھانے اور بنو امیہ کو کھلانے ہی سے فرصت نہ ملی۔ اور عائشہ سے کئے ہوئے پانچ لاکھ وظیفہ کے وعدہ کو پورا نہ کر سکے تو اب عائشہ سے نعرہ بلند کیا "اُقتلوا النعثل قتل الله نعثلا" یعنی اس بوڑھے یہودی کو مار ڈالو خدا اس کو مارے اس نے دین کو بدل دیا ہے (روایت میں ہے کہ نعثل ایک یہودی تھا جس کی داڑھی سے حضرت عثمان کی داڑھی ملتی جلتی تھی۔ اس بناء پر حضرت عائشہ عثمان کو بوڑھا یہودی کہتی تھیں۔

حضرت عائشہ کا جوش انتقام حضرت عثمان کے خلاف یہاں تک

بڑھا کہ انہوں نے طلحہ و زبیر کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو قتل عثمان کے لئے اکسانا اور بھڑکانا شروع کیا

مستشرقین نے ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد (۸) کے صفحہ ۱۷۰ پر لکھا ہے۔

"THOUGH SHE (AISHA) HAD NOTORIOUSLY SHARED IN THE CONSPERACY AGAINST OTHMAN SHE NOW PROCLAIMIED HER-SELF AS AVENGER AND SHE DENOUNCED ALI AS THE AUTHOR OF HIS DEATH JOINEDS WITH HER WERE TALHA AND ZUBAIR WHO WELL KNEW THE FALSEH-OOD OF AISHAS ALLEGATIONS.

اس عبارت کا اقتباسی ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ حضرت عثمان کے قتل کی سازش میں حصہ لینے کے لئے کافی بدنام ہو چکی تھیں اب علیؑ کو عثمان کا قاتل ٹھہرا کر اپنے آپ کو عثمان کا انتقام لینے والی کی شکل میں پیش کیا۔ طلحہ و زبیر جو عائشہ کے علیؑ کو قاتل ٹھہرانے کے الزام کے کذب سے خوب واقف تھے عائشہ کے ساتھ مل گئے۔

پروفیسر محمد عبدالعلی اپنی کتاب CALIPH ALI

کے صـ۳۳ پر لکھتے ہیں ۔

" Zubair and Talha's complicity with the rebels that had attacked Osman. was strong. Zubair was lukewarm but, Talha's was openly inciting the rebels against Osman.

یعنی طلحہ و زبیر کا حضرت عثمان کے خلاف باغیوں کے ساتھ بے کار گٹھ جوڑ تھا۔ زبیر نے زیادہ شرارت نہ دکھائی، مگر طلحہ کھلے بندوں قاتلان عثمان کو بھڑکا رہے تھے۔ یہ بھی مسلمہ ہے کہ طلحہ نے حضرت عثمان کے گھر کا پچھلا دروازہ باغیوں کو بتلایا جنہوں نے اُدھر سے داخل ہو کر حضرت عثمان کو قتل کردیا۔

## شوریٰ اور حضرت عثمان کی خلافت

ہم نے پہلے ہی " اہل سنت کے خلیفہ گری کے اصول " کے عنوان کے تحت شوریٰ کی کارروائی کی کچھ تفصیل بیان کی ہے۔ یہاں اس کارروائی کا مختصراً تذکرہ کردیتے ہیں۔ سقیفہ ہی کا ضمیمہ حضرت عمر کا مقرر کیا ہوا شوریٰ بھی ہے جس کے ذریعہ علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کا پورا بندوبست حضرت عمر نے کیا تھا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت کے صفحہ (۷۰) پر بحوالہ کنز العمال جلد ۵ روایت (۲۵۷۷) حضرت عمر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

" جو شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر اپنی یا کسی شخص کی امارت کے لئے

دعوت دے تو تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اسے قتل نہ کرو"

قابل غور ہے کہ مسلمانوں سے مشورہ کے بغیر ابوبکر سے اپنے لئے خلافت نامہ لکھوا لینے والے کو یہ کہنا کہاں تک زیب دیتا ہے۔ حضرت عمر ہمیشہ یہ بھی کہتے رہے کہ میں نے نہ چاہا کہ رسالت و خلافت ایک ہی خاندان میں رہے اور بنی ہاشم کو فخر کا موقعہ ملے۔ حضرت عمر یہ بھی فخریہ کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ علیؑ کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے مگر میں مانع ہوا۔ ان کے ان اقوال کی روشنی میں ان کا یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے کہ مولائے کائنات کی خلافت کے لئے اگر وہ خود یا کوئی اور ان کی خلافت کے لئے دعوت دے تو اسے لازماً قتل کر دیا جائے۔ شدت بیان یہ ہے کہ اس کا قتل نہ کرنا کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔

اب ہم شوریٰ کی مختصر کیفیت لکھتے ہیں۔

"حضرت عمر نے چھ اشخاص کے نام کی ایک فہرست بنائی جو یہ ہیں۔ عثمان۔ علیؑ۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد ابن ابی وقاص (عثمان کے چچا زاد بھائی) عبدالرحمن ابن عوف (عثمان کے بہنوئی) شرائط اس طرح قائم کئے گئے۔ عثمان کے بہنوئی عبدالرحمن بن عوف کمیٹی کے سرپنچ ہوں گے اور ان کو دو رایوں کا اختیار ہوگا۔ ان چھ آدمیوں کو ایک مکان میں بند کر کے ایک شخص ان کے سر پر تلوار لے کر کھڑا رہے۔ اگر کمیٹی کے لوگ کسی ایک شخص پر متفق نہ ہو سکیں تو ان کو چاہئے کہ میرے بیٹے عبداللہ

بن عمر سے رجوع ہوں۔ عبداللہ بن عمر کو لازم ہو گا کہ وہ اُدھر تصفیہ کرے جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں۔ اس طرح جس شخص کی نامزدگی ہو جائے اس سے کوئی اختلاف کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ کمیٹی کے ممبر پنج عبدالرحمٰن بن عوف نے خلافت کے لئے سنتِ رسولؐ کے علاوہ سیرتِ شیخین کی پابندی کی شرط رکھی۔ جس سے علیؑ مرتضٰی نے انکار کیا اور عثمان نے بدل و جان قبول کر کے خلیفہ بن گئے۔

یہاں ہم اہلِ سنت کے خاندان کی ایک فرد ڈاکٹر ابوبکر خاں بریلوی ملیح آباد کی ایک تحریر ان کے مقالہ "اسلام اور بنو امیہ" مطبوعہ محرم ۱۳۸۵ھ سے نقل کرتے ہیں۔ "حضرت عمر نے مرتے وقت بھی جمہور اور طریقہ انتخاب کی خود درگت بنائی۔ چھ اشخاص کی کمیٹی کو اس ڈھنگ سے نامزد کیا کہ کسی طرح بھی خلافت مولا علیؑ تک نہ پہنچنے پائے۔

## فاضل دیوبند مولانا شاہد زعیم فاطمی کی رائے خلافتِ عثمان سے متعلق

مولانا شاہد زعیم فاطمی اپنی کتاب "حضرت علی ابن ابی طالب اور ان کے سیاسی حریف" مطبوعہ ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت عثمان کا خلیفہ بننا تاریخِ اسلام کا وہ حیرتناک واقعہ ہے جس کی کوئی معقول توجیہہ آج تک نہ کوئی موافق کر سکا نہ مخالف۔ چوہتر برس کے اس بوڑھے سرمایہ دار کو ایک خاص سازش کے تحت خلیفہ بنایا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنھوں نے اسلامی سلطنت کو بنی امیہ کی سلطنت میں تبدیل کرنے کا ایک واضح

منصوبہ تیار کیا اور بنی ہاشم کے شرف و مجد پر پانی پھیرنے کی ایک منظم سازش کی۔۔۔۔۔ یہ کیسا سنگین حادثہ تھا جو اسلام پر گزرا کہ اسلامی سلطنت کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں چلی گئی جس کا مزاج اسلام سے ہم آہنگ نہ تھا اور جو دل و جان سے نظام سرمایہ داری کا حامی و محافظ تھا۔۔۔۔۔ جس کی حیثیت عہد رسالت میں محض ایک سرمایہ دار تاجر کی تھی۔۔۔۔۔ کسی معرکہ میں اس نے حضور کی صحبت میں رہنے کا شرف نہ پایا۔ جو کبھی مرد میدان نہ رہا۔ جسے اپنی پوری زندگی میں اسلام کی عظمت و ناموس کے تحفظ کے لئے تلوار اٹھانے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ وہ اصحاب بدر میں بھی نہ تھا۔ میدان احد سے فرار کیا۔ بعد کی کسی جنگ میں بھی عدم شرکت یا فرار کے سوا اس کا کوئی کارنامہ نہیں ہے۔ اچانک حضرت عمر قتل کر دئے جاتے ہیں اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر عثمان کو عبدالرحمٰن بن عوف نے جو خود ایک کروڑپتی سرمایہ دار تھا اور عثمان کا بہنوئی تھا در پردہ ایسی بخت و پز کی کہ قرعہ فال حضرت عثمان کے نام نکل آیا اور مملکت اسلامیہ کی زمام ایسے شخص کے ہاتھوں میں آ گئی جس کا عمر بھر مشغلہ لین دین لبھاؤ تاؤ اور بہی کھاتوں کی دیکھ بھال کے سوا کچھ نہ تھا۔"

حضرت عثمان کا مسلمانوں کا پیسہ کھانا اور ناراض گروہ کے ہاتھوں قتل | رسول اللہ

کے انتقال کے بعد "چوروں چوروں نے گھر بانٹ لیا" یہ تھا مقولہ ایک بڑی درگاہ کے سجادہ نشین اعلی اللہ مقامہ کا جس کی تصدیق خود ان کی صاحبزادی نے میرے سامنے فرمائی جو ایک مشہور اخبار کے ایڈیٹر کی اہلیہ محترمہ ہیں۔

اب تیسرے صاحب کی باری آئی جو ابوبکر کے حضرت عمر کے حق میں لکھوائے ہوئے استخلاف نامہ کے کاتب حضرت عثمان تھے۔ انہوں نے خلیفہ بنتے ہی اپنے سالے مروان بن الحکم کو جسے حضرت رسول نے مدینہ سے خارج فرمایا تھا اور ابوبکر و عمر نے بھی اس کو اور دو، دو فرسخ دور کردیا تھا۔ (سیرت شیخین پر عمل کرنے کا عہد کرنے والے ان خلیفہ نے) بلا کر اپنا وزیر خاص بنا لیا جس کے متعلق حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں کہ لوگ اولاد جنتے ہیں مگر مروان کے باپ نے اپنا باپ جنا ہے۔ حضرت عثمان نے شہزادی کونین سے چھینا ہوا علاقہ فدک مروان کی جاگیر میں دیدیا اور مسلمانوں کا پیسہ خود بھی بے حلق کھا گئے اور بنو امیہ کو کھلاتے رہے۔ حتی کہ اپنی خلافت کی تائید کے لئے حضرت عائشہ کا وظیفہ ایک لاکھ اسی ہزار درہم سے بڑھا کر پانچ لاکھ درہم کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو بھی پورا نہ کیا جس کی وجہ سے عائشہ ان کی مخالف ہو کر "اقتل النعثل" (اس بوڑھے یہودی کو مار ڈالو) کہتی رہیں اور طلحہ و زبیر کے ساتھ مل کر باغیوں کی مدد کرکے ان کو قتل کروا دیا۔ مشہور مورخ مسعودی نے تاریخ مروج الذہب جلد (صفحہ ۴۲۳) پر لکھا ہے کہ

حضرت عثمان نے پتھر کا ایک نقش و نگار والا مکان تعمیر کروایا اور سرو وساگوان کے دروازے نصب کروائے۔ جس روز وہ قتل ہوئے ان کے ذاتی خزانچی کی تحویل میں دو کروڑ دسہم ایک لاکھ پچاس ہزار دینار نقد موجود تھے علاوہ جائداد غیر منقولہ کے جو وادی القریٰ اور جنین میں تھی مزید ایک لاکھ دینار اور صحراؤں میں بے شمار گائیں بھیڑیں اور اونٹ تھے۔ طبقات ابن سعد، کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۳ صحیح بخاری کتاب الزکاۃ اور ابن ابی الحدید معتزلی کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی چار بیٹیوں میں سے ہر ایک کی شادی پر ایک لاکھ تین ہزار درہم دیئے انکی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو انکے ترکہ کے مخصوص حصہ کے طور پر تراسی ہزار دینار جملہ چھپاسٹھ لاکھ درہم ملا۔ ان کا جملہ ترکہ ترپن کروڑ بارہ لاکھ درہم تھا۔ زہری کی روایت سے ظاہر ہے کہ متذکرہ صدر کے علاوہ حضرت عمر کے زمانہ میں بادشاہ عجم کے خزانہ سے لایا ہوا ایک بہت بڑا ہیرا تھا جس کے بیش قیمت ہونے کی وجہ کوئی خریدار فراہم نہ ہو سکا تھا۔ بیت المال میں رکھا ہوا تھا۔ یہ حضرت عثمان نے اپنے بیٹوں کو دیدیا۔ جلیل القدر صحابۂ رسولؐ ابوذر غفاری عبداللہ ابن مسعود، عمار یاسر نے ان کی حرکتوں پر حرف گیری کی تو ان کے وظیفے بند کردئے اور لاتیں مار کر عمار یاسر کو فتق کی بیماری میں مبتلا کر دیا عبداللہ ابن مسعود کو زدوکوب کیا۔ ابوذر غفاری کو بے جل اونٹ کی پیٹھ پر بٹھا کر ربذہ شہر بدر کر دیا جہاں کسمپرسی کے عالم میں ان کا انتقال ہوا اور کوئی دفن کرنے والا بھی نہ تھا تو ان کی حسب وصیت ان کی سات آٹھ سالہ لڑکی سر راہ بیٹھ گئی اتفاق سے حج سے واپس ہوتا ہوا ایک

قافلہ ادھر سے گزرا جس میں مالک اشتر بھی شریک تھے۔ انہوں نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور ان کی یتیم لڑکی کو اپنے زیر پرورش لے لیا۔ واضح باد کہ متذکرہ تینوں اصحاب و مالک اشتر دالبستگان دامن علیؑ سے تھے۔ حضرت عثمان کی دریدہ دہنی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ جب مولائے کائنات نے ان کو ٹوکا تو کہنے لگے کہ تم مروان سے بہتر نہیں ہو اور تم بھی شہر بدری کے قابل ہو۔ حضرت عثمان کی تمام زیادتیوں کا نتیجہ ان کی ہلاکت کی شکل میں نمودار ہوا۔ جب لوگوں نے ان کے رشتہ دار گورنروں وغیرہ کی شکایت کی تو الٹے شاکیوں کی مارپیٹ کی جاتی تھی۔ مروان ہر طرح کے غلط احکام دیتا اور حضرت عثمان اس کی پشت پناہی کئے جاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ وغیرہ ہر طرف سے باغی جمع ہو گئے اور حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۲۔ نہایہ ابن اثیر صفحہ ۶ اور ابن قتیبہ دینوری کی الامامت والسیاست میں مرقوم ہے کہ حضرت عائشہ، طلحہ، و زبیر باغیوں کو برابر بھڑکاتے رہے۔ طلحہ نے کہا کہ جب تک کھانا، پانی ملتا رہے گا عثمان محاصرہ کی پرواہ نہ کریں گے لہذا کھانا پانی بند کر دو۔ جب عثمان نے احتجاج کیا تو طلحہ نے کہا کہ تم نے دین کو بدل دیا۔ عائشہ کہتی رہیں۔ "اُقتلوا النعثل قتل اللہ نعثلا" اس بڈھے یہودی کو مار ڈالو خدا اس کو قتل کرے وہ کافر ہو گیا۔ طلحہ ہی نے باغیوں کو حضرت عثمان کے گھر کا پچھلا راستہ بتلایا۔ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۴۳ اور دیگر کئی کتابوں میں ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان کی نعش کو دفن

ہونے نہیں دیا جو تین دن تک ایک مزبلہ پر پڑی رہی اور ایک ٹانگ کتے کھا گئے۔ بنو امیہ نے تین دن بعد خفیہ طور بغیر غسل و کفن کے اور بغیر نماز جنازہ پڑھائے یہودیوں کے قبرستان "حش کوکب" میں دفن کر دیا اس حصہ کو بعد میں معاویہ نے جنت البقیع میں ملا دیا۔ بکثرت سنی علماء نے تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت عثمان کی ان حرکات کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں ہے مشہور سنی مورخ اعثم کوفی نے "فتوح" میں اور علامہ ابن ابی الحدید نے عمر ابن العاص سے روایت کی ہے جلیل القدر صحابہ رسول ابوذر غفاری، عبداللہ ابن مسعود، حذیفہ بن الیمان اور عمار یاسر کا بیان تھا کہ "بحمد اللہ ہم عثمان بن العفان کے فسق و فجور و نفاق میں کسی قسم کا شک نہیں رکھتے مگر جس بات میں شک رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان کا قاتل کافر تھا یا ایسا مومن جس کا ایمان سب لوگوں سے افضل تھا۔"

## سُنی عالم نذیر احمد خاں کی نظر میں حضرت عثمانؓ قصوروار تھے | نذیر احمد صاحب اجتہادات الامہ

ص ۲۵۴، ۲۷۵ و ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں۔ (یعنی متعلقہ فقروں کو ایک جگہ لکھ دیا ہے) "حضرت عثمان کے حامیوں کا یہ کہنا کہ وہ بے قصور تھے معقول نہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ ۳۴ ہجری میں حضرت عثمان کے ہاتھوں لوگوں کو جو صدمات پہنچے اس سے زیادہ برا سلوک شاید ہی کسی نے کسی کے ساتھ کیا ہو۔ جن لوگوں نے حضرت عثمان سے اختلاف کیا ان کے خلاف بغاوت کی اور ان کی جان تک لے لی

انہوں نے یہ سب کچھ بلا سبب نہیں کیا۔" نذیر احمد خاں مزید کہتے ہیں۔
"ہم آسانی سے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عثمان اپنی بے جا تکلیفات اور خود سر کارروائیوں کی وجہ قتل کے نہیں تو عزل کے متوجب ضرور تھے"۔

## واقعہ سقیفہ کے متعلق بعض مشہور علماء اہل سنت کے بیانات

اب ہم کارروائی سقیفہ کے متعلق بعض مشہور علماء اہل سنت و بزرگان اہل طریقت کے کچھ بیانات مختصراً نقل کرتے ہیں۔

اہل سنت کے مشہور عالم شمس العلماء حافظ نذیر احمد خاں اپنی کتاب ذرائض الحقوق میں لکھتے ہیں۔ "جن لوگوں کے دل میں خلافت کی کھچڑی پک رہی تھی اس کا بھانڈہ دوات قلم طلب کرتے وقت ہی پھوٹ گیا۔ جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انہوں نے دھینگا مشتی سے رسول اللہ کے منصوبہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا۔ اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ "قرآن ہمارے لئے کافی ہے۔ (حضرت عمر بعد میں فخر یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ علیؑ کے لئے وصیت نامہ لکھوانا چاہتے تھے مگر میں مانع ہوا) شمس العلماء موصوف امہات الامہ میں لکھتے ہیں :- "یہ ابوبکر و عمر صاحبان کی ملی بھگت تھی ۔ ۔ ۔ یہ کہنا آسان ہے کہ گستاخی کرنے والے صحابہ مسلمان ہی نہ تھے بہ نسبت اسکے کہ پیغمبر صاحب کے حکم سے سرتابی کرتے تھے" مولانائے موصوف اپنی ایک اور کتاب "رویائے صادقہ" کے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں۔ "حضرت علیؑ خلافت کے امیدوار ضرور تھے اور کیوں نہ ہوتے۔ پیغمبر صاحب کے بعد داماد کہو بیٹا

کہو بھائی کہو، بہی تھے۔ اور چند در چند قرابتوں کے علاوہ علم وفضل
اور شجاعت میں بھی کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ اور سب استحقاق ایک
طرف اور فاطمہؑ کا موجود ہونا ایک طرف کوئی ہے جو اتنے استحقاقوں کے
ہوتے ہوئے سلطنت جیسی چیز چھوڑ بیٹھے اور یہ نہ صرف علی کا خیال
تھا بلکہ سیر و احادیث کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب
کے تمام قرابت مندان جدی کا یہی خیال تھا" صفحہ ۱۵۴ پر وہ لکھتے
ہیں " دنیا کے اعتبار سے تو میں شیعہ ہوں۔ اگر میرے ہوتے وہ
واقعات پیش آتے تو غالباً میں اہل بیت کا ساتھ دیتا۔ میں مرجاتا
اور فاطمہؑ کی آنکھ پر میل نہ آنے دیتا اور جو کچھ وہ فرماتیں بجا و بیجا
ہر مو اس میں فرق نہ کرتا اسلامی سلطنت رہتی یا جاتی اور جاتی ہی
کیوں "

ڈاکٹر محمد ابوبکر خان ملیح آبادی

ڈاکٹر ابوبکر خان ملیح آبادی کا بیان جو کسی زمانے میں مدح صحابہ
کی تحریک سے وابستہ تھے بعد تحقیق کئی مقالے سپرد قلم فرمائے ہیں
ان میں سے "اسلام اور بنو امیہ" مطبوعہ محرم ۱۳۸۵ھ ہجری میں
لکھتے ہیں۔ "منافقین کے نقطۂ نظر سے وفات رسولؐ کا وقت ہی
ان کے لئے نہایت مناسب و مسعود تھا کہ وہ بھولے بھالے مسلمانوں کی
مدد سے اپنی دیرینہ آرزوئیں بروئے کار لائیں اور تئیس ۲۳ سال تک
جس بات کو دل کی گہرائیوں اور منافقت کے پردوں میں چھپائے ہوئے
تھے ظاہر کر دیں۔ رسولؐ کے انتقال کے بعد ہی جب کہ ابھی حضور کی

تجہیز و تکفین بھی نہیں ہوئی تھی جنازہ کو چھوڑ کر صحابہ کا یہ اقتدار پسند گروہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گیا اور انصار و مہاجرین میں سے ہر ایک گروہ نیابت رسول ؐ کی کوشش کرنے لگا اور بالآخر حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے۔ سادہ لوح مسلم اور چالاک منافقین مرے نہیں تھے بلکہ منافقت کی نقاب چہرہ پر ڈال کر مسلمانوں میں مل گئے تھے اور اس دن کا انتظار کر رہے تھے کہ پیغمبر کی آنکھیں بند ہوں اور سلطنت اسلامی پر قبضہ کر کے خوب گلچھرے اڑائیں۔ جب حکمرانی اور سرداری غیر صالحین کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی ہے تو عذاب خدا اور لعنت بن جاتی ہے اور آج تک گروہ مسلمین و منافقین اللہ کی نعمت کو غصب و ضائع کرنے سے لعنتی بنا ہوا ہے۔ ان نام نہاد مسلمانوں نے جو حقیقتاً اسلام میں کفر و نفاق کے نمائندوں کی حیثیت سے گھس آئے تھے جو کچھ کیا اور جس قسم کی حکومت وجود میں لائی انہوں نے محمد ؐ عربی کی تعلیم کو ٹھکرا کر من مانی کارروائیاں کیں اور عربوں کے جذبہ قومی کو اکسا کر انہیں ہمسایہ ممالک پر لشکر کشی کے لئے ابھارا اور ان کی آبادیوں میں قہرمانی کارروائیاں کیں۔

ڈاکٹر ابوبکر خان مزید لکھتے ہیں "یوں تو اسی وقت سے جب کہ حج آخر کی واپسی میں رسول ؐ خدا نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علی ؑ کی خلافت و نیابت اور مولائیت کا اعلان فرمایا تھا بنی امیہ اور ان ہی کی ذہنیت کے دوسرے منافق صحابہ نے رسول ؐ کی مخالفت شروع کر دی تھی ان لوگوں نے رسول ؐ کے ناقہ کو بھڑکا کر شمع رسالت کو گل کرنے کی کوشش کی تھی اور ان سازشیوں کو آپ نے پہچان بھی لیا تھا اور ان کے نام

بھی حضورؐ نے حذیفۂ یمانی کو بتا دئے تھے۔ رسولؐ کے انتقال کے بعد حضرت عمر جناب حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ ان سازشی منافقوں میں رسولؐ نے میرا نام تو نہیں لیا تھا۔ ان ہی لوگوں کی سازش سے رسولؐ کو کھانے میں زہر دیا گیا۔ وہ تو حجۃ الوداع کے بعد زیادہ عرصہ تک حضورؐ زندہ نہ رہے اگر آپ کی حیات کچھ اور طول کھینچتی تو یقیناً آپ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کر دیتے۔"

**امام غزالی کی صاف گوئی** امام غزالی (زین الدین ابو حامد محمد بن محمد الغزالی) نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے۔ "ذکر حسینؑ نہیں کرنا چاہیے، اس سے بغض صحابہ لازم آتا ہے۔" اس طرح امام غزالی نے اسی وقت یہ اشارہ دیدیا تھا کہ حسینؑ کے قتل کا تعلق کسی نہ کسی طرح صحابۂ رسولؐ کی کارستانیوں سے ہے کہ رسولؐ کی بیٹی کے گھر کو جلانے جو آگ لے جائی گئی تھی اسی کے شعلے تھے جو میدان کربلا میں خیام اہل بیت میں اٹھے۔ کسی حق گو کا شعر ہے ؎

چہ خوش گفتہ حکیمے ایں لطیفہ
کہ کشتہ شد حسینؑ اندر سقیفہ

وہاں تو امام غزالی نے صرف اشارہ دیا تھا مگر اپنی عمر کے آخری زمانہ کی کتاب سر العالمین میں انہوں نے کھل کر کہدیا جو پہلے نہیں کہا تھا صفحہ ۱۱ پر وہ لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) "جمہور نے اس حدیث غدیر خم کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ "جس کا میں

مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں۔ پس عمر ابن خطاب نے کہا مبارک ہو آپ کو اے ابوالحسن کہ آپ کی صبح ہوئی اس حال میں کہ آپ ہمارے اور کل مومن و مومنہ کے مولا ہوئے" عمر کا یوں کہنا خلافت علیؑ کو مان لینا ہے اور ان کے استخلاف پر راضی ہونا ہے اور حضرت علیؑ کو حاکم سمجھنا ہے۔ مگر بعد اس کے سمجھتے کے خواہش نفسانی نے ریاست و حکومت فانی کے حاصل کرنے کے لئے غلبہ کیا۔ ایک ریاست عطیہ کا ہاتھ آنا اور خلافت کے نشان کا ہر دیار و امصار میں گڑھ جانا اور پھریروں کے علم کا ہوا میں لہرانا اور بہیر قول سے لینا اور سواروں کا دونوں طرف جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی مثل جال کے چھا جانا اور ملکوں اور شہروں کا فتح ہونا ان سب تصورات نے ان لوگوں کو جام خواہش نفسانی پلا کر مخمور کر دیا اور آپس مدہوشی نے ان کو خلیفہ بنا دیا اور جیسے قبل اسلام تھے ویسے ہی ہو گئے۔ اور اس عہد مبارک کو ان لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اور عہد شکنی کے ساتھ ادنیٰ چیز کو خرید لیا۔ پس کیا بری چیز ان لوگوں نے خریدی۔"

امام غزالی کے اس قول کی تصدیق و توثیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الخواص للامہ میں اس کو درج کیا ہے۔

## امام غزالی کا بیان

شجرۂ توحید شجرۂ محمدیہ علویہ ہے امام غزالی اپنی آخری عمر میں لکھی ہوئی ایک اور کتاب "التجرید فی کلمۃ التوحید" کے صفحہ

۳۴، ۳۵ پر سورہ نور کی آیت ۳۵ یوقد من شجرۃ مبارکۃ .... الخ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) "اور اسی طرح شجرۂ توحید" کی مثال ہے کہ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی نہ معطلیہ ہے نہ وَ تشبیہ نہ دھریہ ہے نہ ثنویہ نہ یہودیہ ہے نہ نصرانیہ نہ معتزلیہ ہے نہ قدریہ نہ جبریہ بلکہ شجرۂ توحید صرف "محمدیہ علویہ" ہے کہ یہ شجرۂ مبارکہ نہ شرقیہ ہے نہ غربیہ نہ سماوی نہ ارضی نہ عرشی نہ فرشی نہ فوقی نہ تحتی نہ بالائی نہ سفلی نہ دنیوی نہ اُخروی یہ تو خلق سے مختلف اور اس کی پرواز ہمیشہ قرب حق کی طرف ہے۔ یہ ماسواء اللہ سے جدا اور اللہ سے متصل ہے۔ نہ یہ دولت دینا چاہتا ہے نہ نعمتِ عقبیٰ یہ تو وہی چاہتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ وَمَا تَشَاؤنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ۔

**مولانا شاہد زعیم فاطمی کا بیان** | مولانا شاہد زعیم فاطمی (جن کے بعض بیانات ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں) ایک غیر معمولی قابلیت کے عالم تھے جن کا انتقال پاکستان میں ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ (سنا گیا کہ ان کو زہر دے کر شہید کیا گیا) ان کی ایک کتاب "پردہ اٹھتا ہے" کے نام سے شائع ہوئی اور بہت مقبول ہوئی تو دوسری مرتبہ ادارۂ اصلاح نے دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔ جس میں خلفاء ثلاثہ کے نفاق، بزدلی، اقربا پروری، شراب خواری اور شرک پر سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ مولانا کا بیان ہے کہ ان کے خاندان میں دُور، دور تک بھی شیعیت کا نشان نہیں ملتا۔ یہ سنی علماء کو دیکھتے تھے کہ جب کوئی علی مرتضیٰ علیہ السلام کی تنقیصِ شان کرتا تو یہ علماء

خوش ہو کر اس کی بیٹھ ٹھوکتے تھے۔ مولانا شاید زعیم کو خیال ہوا کہ رسول اللہ کے بعد جو تھے نمبر کا ہی سہی پھر بھی وہ دنیا بھر کے سارے بزرگان دین سے تو افضل ہی ہوا۔ جب ایسا ہے تو ایسے معائب اُس میں کہاں سے آگئے جن کو بیان کرکے خوش ہو کر بغلیں بجائی جائیں۔ اسی خیال نے ان کے لئے مہمیز کا کام کیا۔ اور انہوں نے تحقیقی جدو جہد شروع کردی۔ فاضل دیوبند کی حیثیت سے علمی معلومات تو پہلے سے تھیں ان کتابوں میں جن چیزوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا وہ سب ان پر منکشف ہو گئیں۔ اپنی تحقیق کے نتیجہ میں انہوں نے کئی بیش بہا مقالے اور کتابیں لکھیں۔ مولانائے موصوف اپنی کتاب "حضرت علی ابن ابی طالب اور ان کے سیاسی حریف" کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے فوراً بعد صحابہ میں جس چپقلش کا آغاز ہوا تاریخ آج تک اس کا ماتم کرنے سے فارغ نہیں ہوئی۔ اول تو علیؑ مرتضیٰ کو رسول اللہ اپنا جانشین مقرر کر گئے بعد انتخاب کا سوال ہی کیا تھا۔ پھر نام نہاد انتخاب کے سلسلہ میں جو ہنگامہ کھڑا کیا گیا وہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جس طرح حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا اور اس موقع پر جس قسم کی دھاندلی روا رکھی گئی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ قریش کے چند منھ زور افراد دھاندلی اور دھونس سے ایک ایسا فیصلہ بروئے کار لانے میں کامیاب ہو گئے جو تو امیں اللہ و فرامین نبوت کے سراسر خلاف تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین کے ایک گروہ نے خلافت کے لئے جو ہی کھٹ

کی اس کی قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث رسولؐ کے بعد (جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) اس کی کیا حیثیت رہتی ہے۔ اگر امت کسی ایسی بات پر اجماع بھی کرلے جو احکام قرآن کے سراسر خلاف ہو تو ایسے اجماع کی بروئے شرع قطعاً کوئی حیثیت نہیں"۔

مولانا صبغتہ اللہ فرنگی محلی

**مولانا صبغتہ اللہ فرنگی محلی کا بیان** | نے بھی اپنے خیالات میں ایک تبدیلی کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے کسی زمانہ میں جناب عابد حسین نظامی کی منقبت "خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ" پر شدید احتجاج کیا تھا جس کا مدلل جواب مولانا خواجہ حسن ثانی نظامی نے دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد صبغتہ اللہ صاحب کا ایک مقالہ "اسلام کے دامن پر بدنما داغ" شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے اپنے خیالات کی تبدیلی کا خود اعتراف کیا ہے۔ اگرچہ یہ صرف واقعہ کربلا کی حد تک ہے مگر "ایں ہم غنیمت است" اپنے مقالہ تذکرہ صدر مطبوعہ محرم ۱۳۸۳ھ میں وہ لکھتے ہیں۔ "بتاؤ کہ میرے آقا و وسیلہ سیدنا و امامنا حسینؑ سے سوائے ترقی اسلام اور تقویت حق کے اور کس چیز کا خطرہ تھا اور اسی تصور پر ان کا اس جماعت کے ہاتھوں تباہ ہو جانا جو اپنے کو ان کے نانا کا کلمہ گو اور ان کے گھر سے ترقی پانے والے دین کا پیرو کہتے تھے۔ مسلمانوں کے لئے کس قدر عبرتناک اور شرمناک ہے۔ یہی تخیل تھا جو اواخر عہد طالب علمی میں اس واقعہ کے ذکر و داستان سے مجھے روکا کرتا تھا۔ اور میں اس ذکر مقدس کو غیر ضروری بلکہ

ایک حد تک اعتراف جرم کے مترادف سمجھا تھا لیکن برکات ہدایت یا اہل مقدس جماعت کی کرامت یا خود واقعہ کی غیر فانی قدوسیت کا یہ کرشمہ سمجھئے آج میں اس واقعہ کی یاد کو مریض اسلام کے لئے "دم عیسوی" سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں۔"

**ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے تاثرات** ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے جو اہل سنت میں سے ہیں کئی مقامات پر حق گوئی سے کام لیا ہے۔ سقیفہ کے تعلق سے وہ فتنۃ الکبریٰ صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت علیؑ کا آنحضرت سے رشتہ اور آپ کی نگاہوں میں ان کا مرتبہ بلاشبہ ہمارے کسی بیان سے بے نیاز ہے۔ آپ کی پرورش کا شانۂ وحی میں ہوئی۔ پھر آپ ہی ہیں جن کو مدینہ کے لئے ہجرت کے موقعہ پر آنحضرت نے اپنا جانشین بنا کر وہ تمام امانتیں جو لوگوں نے آپ کے پاس رکھوائی تھیں ان کو واپس کریں۔ اگر آنحضرت کی وفات کے بعد مسلمان یہ کہتے کہ علیؑ آنحضرت کے سب سے قریبی رشتہ دار ہیں اور مواخاۃ کی تقریب سے بھی آپ کے بھائی، پھر آپ کے داماد اور آپ کی چلنے والی نسل کے جدِ امجد آپ کے علمبردار ہیں۔ آپ کے گھر کے جانشین اور آپ کے لئے موسیٰ کے ہارون ہیں۔ مسلمان ان وجوہ کی بناء پر ان کو خلیفہ مان لیتے تو یہ نہ کوئی سرتابی ہوتی اور نہ راستہ سے دور ہونا۔"

گو کہ حدیث غدیر خم اور مولائے کائنات کی جانشینی کے ذکر سے طٰہٰ حسین صاحب نے گریز کیا ہے اور بجائے آپ کے جانشین کے "آپ کے گھر کے جانشین" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بہرحال یہاں

بھی کہنا پڑیگا کہ "ایں ہم غنیمت است" صفحہ ۱۴۶ پر وہ لکھتے ہیں "لیکن صورت حال یہ ہوئی کہ نبیؐ کی وفات پر چند دن نہیں چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ اسلام نے سیادت کی ایک نئی تشکیل دیکھی جو بجائے خود حکومت سے شدید اتصال رکھتی تھی۔ حضرت ابوبکر کی بیعت مسلمانوں کے مشورہ سے نہیں ہوئی بلکہ وہ تو ایک اتفاقی بات تھی۔ حضرت ابوبکر و عمر کی حکومت کو بھی پورے معنوں میں جمہوری نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ پورے مسلمانوں نے ان کو خلافت کے لئے منتخب نہیں کیا تھا۔ پھر ان عربوں سے تو مشورہ ہی نہیں کیا گیا جو مکہ طائف اور قرب وجوار کے دیہات میں آباد تھے۔ ایسی حالت میں مرتدوں میں سے بعض کا یہ کہنا محل تعجب نہیں کہ رسول اللہ جب تک ہم میں تھے ہم نے ان کی اطاعت کی۔ اللہ کے بندہ اور رسولؐ کے بعد یہ ابوبکر کون ہوتے ہیں" ڈاکٹر طہ حسین نے ابوبکر پر اعتراض کرنے والوں کے لئے "مرتد" کی لفظ استعمال کی ہے جو ظاہر ہے کہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سنیت سے اپنے کو بے تعلق نہ کر سکے۔ حضرت رسولؐ کے جانشین برحق حضرت علی علیہ السلام کی تائید کرنے والوں اور غاصبین پر اعتراض کرنے والوں کو مرتد کہنا سراسر انصاف کے خلاف اور ظلم ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سنی حضرات جب دبی زبان سے مولائے کائنات کے حق کا اعتراف کرتے ہیں تو تحفظات سے کام لے کر کوئی نہ کوئی تسمہ ضرور لگا رکھتے ہیں۔ یہ دلانہ کوشش حق کوشی سے زیادہ حق پوشی پر دلالت کرتی ہے۔ حدیث غدیر جسمیں حضرت رسولؐ نے

لاکھوں کے مجمع کے سامنے علیؑ کے اپنے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا۔
اتنے بڑے مجمع کے سامنے بیان ہونے سے اس کے ہزاروں ہی گواہ
ہیں۔ چنانچہ اہل سنت کی مشہور کتابوں بشمول صحاح ستہ میں ایک سو
دس صحابہ، چوہتر تابعین اور تین سو ساٹھ علماء اسلام نے اس کو
روایت کیا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ جمہور کا اس پر اجماع ہے اور
سب کا اس پر اتفاق ہے۔ جامعہ ازہر کے شیخ الشیوخ کئی کتابوں کے
مصنف اس حدیث سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ باوجود اس کے
علیؑ کو رسولؐ کے جانشین کی بجائے "رسول کے گھر کے جانشین" کہنا
چہ معنی دارد ہے۔؟

حضرت ابوبکر پر اعتراض کرنے والوں پر "مرتد" کا لیبل کیسے لگایا
گیا ہم اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ یہ تاریخ کا مسلمہ واقعہ
یقیناً قارئین کے علم میں ہوگا کہ قبیلہ بنی تمیم کے سردار مالک ابن نویرہ
(جس قبیلہ سے کہ ابوبکر کا تعلق تھا) جب حضرت رسولؐ کے انتقال
کے بعد مدینہ آئے تو ابوبکر کو منبر پر دیکھ کر کہنے لگے کہ تم تو ہمارے تیمی
بھائی ہو تم کو منبر رسولؐ پر کس نے چڑھا دیا۔ ابوبکر نے خالد ابن ولید
کے ذریعہ ان کو دھکے دے کر نکلوا دیا۔ جب ابوبکر کے آدمی ان کے
قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کرنے گئے تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تم
کو نہیں بلکہ جانشین رسولؐ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں رقم زکوٰۃ
تقسیم کے لئے پیش کریں گے۔ اس پر ابوبکر نے ان لوگوں کو مرتد قرار
دیا اور خالد ابن ولید کو ایک فوج دے کر روانہ کیا۔ خالد نے باوجود

ان لوگوں کے اپنے اسلام کا ثبوت دینے کے دھوکے دے کر قبیلہ کے سب مردوں کو تہہ تیغ کردیا اور عورتوں لڑکوں کو کنیز و غلام بنا لیا اور خالد نے مالک ابن تویرہ کو قتل کر کے ان کی حسین و جمیل بیوی سلمٰی سے اسی رات زنا کا ارتکاب کیا۔ اس واقعہ کے بعد جب خالد پلٹے تو حضرت عمر نے اُن پر لعن طعن کی اور قابل سزا ٹھیرایا مگر حضرت ابوبکر جنھوں نے خالد کو اپنا حمایتی بنا لیا تھا۔ ان کو سزا دینے سے انکار کیا اور پھر خالد نے الٹے حضرت عمر پر رعب جمالیا۔ اس کا بدلہ حضرت عمر نے خلیفہ بنتے ہی لیا اور خالد کو معزول کردیا اور حضرت ابوبکر کے حکم سے جو غلام و کنیز بنا دیے گئے تھے اور اس دوران ان کی حقیقی نا جائز اولادیں ہوئی تھیں ان سب کو ان کے قبیلہ کو واپس کردیا کہ ابوبکر کا حکم غلط تھا۔ ڈاکٹر طہٰ حسین نے جو مرتد کی لفظ استعمال کی ہے وہ یہی حضرت ابوبکر کی دین ہے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین کا کھل کر اظہار خیال

ڈاکٹر صاحب نے اپنی اسی کتاب فتنۃ الکبریٰ کے صفحہ ۲۸۶ پر اپنے کچھ حق پرستانہ خیالات کا کھل کر اس طرح اظہار فرمایا ہے "کچھ لوگ ایسے ہیں جو حضرت علیؑ کی دشمنی میں حد سے آگے بڑھ گئے اور یہی بات ان کی گمراہی کا باعث بنی۔ ان لوگوں نے مستند مورخین کے بیان کردہ تاریخی حقائق سے اپنی آنکھیں بند کر کے وہ سب کچھ لکھ دیا جو حد سے بڑھے ہوئے بغض نے املا کرا دیا۔ یہ کچھ کھینچ تان' بات کی ترکیب اور بکواس ہے اور اس کا سبب

حد سے زیادہ بڑھا ہوا البغض اور گرہ پڑی ہوئی دشمنی ہے۔ ورنہ حضرت علیؑ اور ان کے حامیوں کا معاملہ ایک سیدھی سی بات ہے تکلف اور تصنع سے خالی۔"

## مولانا خواجہ حسن ثانی نظامی کا اظہار خیال

مولانا خواجہ حسن ثانی نظامی کے ارشادات بھی عام مسلمانوں کے لئے ایک چونکا دینے والی چیتاولی کی کیفیت رکھتے ہیں۔ "ماہنامہ منادی سنہ ۱۹۶۴ء کی جلد (۲۹) شمارہ (۶، ۷) صفحہ ۶۰ پر جناب عابد حسین نظامی کی منقبت شائع ہوئی ہے جس کا ترجیعی مصرعہ یہ تھا ؎

"خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ"

جناب حسن ثانی نظامی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد اعتراضی خطوط کا ایک تانتا بن گیا جس میں مولانا فرنگی محلی کا اعتراضی خط بھی شامل تھا جس میں انہوں نے لکھا کہ خدا کے بعد "نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ" اہل سنت کے مجتمع علیہ عقیدہ (افضل البشر بعد پیغمبر ابوبکر ثمہ عمر ثمہ عثمان ثمہ علی) کے بالکل خلاف اور کھلا ہوا تبرا ہے۔ جناب حسن ثانی نظامی نے ان تمام خطوط کا مسکت جواب منادی کے دوسرے شمارہ میں شائع کیا۔ اس کے بعض اجزا ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ واضح باد کہ سال گزشتہ سنہ ۱۹۹۰ء میں ۱۰/فروری مطابق ۱۳/رجب سنہ ۱۴۱۰ ہجری دہلی میں جناب علی صدیقی صاحب نے جشن مولود کعبہ منعقد فرمایا اس میں بھی مولانا خواجہ حسن ثانی نظامی نے ان ہی خیالات کا اور بھی وضاحت اور اضافہ کے ساتھ

اظہار فرمایا) منادی میں موصوف نے لکھا۔ "میاں عابد حسین نظامی نے خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ کی ترتیب قائم کی تو کچھ غلط نہیں کیا۔ اور میاں عابد نے یہ ترتیب قائم کی تو یہ تو قدرتی طور پر قائم ہے۔ ہمارا آپ کا اس میں دخل کہاں ہے۔ ہمارے لئے تو بس اللہ تعالیٰ نے مقسوم کر دیا کہ تم کو امت محمدی میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اس امت میں تم دامن مرتضوی سے وابستہ ہو گئے۔۔۔۔ مولا علی کے بارے میں ذرا سی غلط فہمی ہمارے دین و ایمان سب کو غارت کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔۔۔۔ ہم کیا کریں۔ جس کا رشتہ ازل سے ہمارے کان میں ہے اور جس ساقی کے ایک جرعہ نے ہمارے رفتگان اور ہمارے آئندگان کو مدہوش کر رکھا ہے وہ کوثر والا علیؑ ہے۔ یہ بات ہمارے بس میں کہاں کہ کسی اور کے در پر صدا لگائیں۔ یہ چیز ہماری وفاداری اور نمک حلالی سے بعید ہے کہ کھائیں تو کسی کا اور گائیں کسی اور کا۔ کسی کو بھی ہم غلامان ازلی سے یہ توقع نہ رکھنی چاہئے کہ صبح و شام ہم ٹکڑے توڑیں علیؑ کے دستر خوان کے اور ہماری گزر بسر ہو تو خانہ زادان علیؑ کی آتش پر اور گیت گائیں ہم کسی اور کا۔ ہم برابر علیؑ کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں کہ ان ہی کے گھر سے ہمارے جان و تن کی پرورش ہوتی آئی ہے اور ہو رہی ہے اور اللہ کرے آئندہ بھی ہوتی رہے۔" خواجہ صاحب موصوف نے اپنے جواب میں یہ بھی لکھا ہے "ایک طرف آپ وہ حدیث ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں علم نبوت تک رسائی کے لئے حضرت علیؑ کا واسطہ ضروری قرار دیا گیا اور دوسری طرف یہ حدیثیں پڑھتے ہیں جس سے حضرت علیؑ کو نیابت کی سند عطا ہوئی گویا من تو شدم تو من شدی (۱) علی مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں (ترمذی)

۲۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے" مسلم، ترمذی وغیرہ
۳۔ جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا (احمد)
۴۔ علیؑ میرے لئے ایسا ہے جیسا موسیٰ کے لئے ہارون (مسلم) دین حکومت کا محتاج نہیں۔ ان کو خود آنحضرت نے نیابت کی سند عطا فرمائی اور اپنے تک پہونچنے کا واسطہ قرار دیا۔ اسی سند کے آگے ساری دلیلیں اور سارے پروپیگنڈے ہیچ ہیں۔ علیؑ کا اقتدار اس وقت تک دنیا پر باقی رہے گا جب تک محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام لیوا باقی رہیں۔ مخالفین تیرہ صدیوں سے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود محبت علی کو کسی طرح کم نہ کر سکے۔ آنحضرت کے بعد دنیا کے پردہ پر اگر کوئی ہستی ایسی ہے جس سے اعتقاد و عشق کیا جاتا ہے تو وہ علیؑ کی ذات ہے۔ یاد رہے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کی جانشینی کی تھی۔ اس لئے جب یہ بات ثابت ہوگئی اور اس کی سند خود زبان نبوی سے مل گئی کہ حضرت علیؑ کو ذات نبوی سے صفاتی نہیں بلکہ خاص الخاص اور ذاتی نسبت ہے تو وہ بھی آنحضرت ہی کی طرح افضل قرار پائے۔"

مولانا موصوف نے اپنے ۱۳۸۴ھ ہجری میں چھپے ہوئے ایک مقالہ "مولا وہ جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمارا آقا بنایا" میں ان ہی خیالات کا اظہار بطریق ذیل فرمایا تھا۔ "اللہ اور رسولؐ کی طرف سے اتھارٹی کے بغیر کوئی جانشین رسولؐ نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے رہنماؤں کے انتخاب کا حق لوگوں کو دیدیتا اور کہتا کہ تم اپنے طرف سے ایک اچھے آدمی کو چن لو تاکہ میں اس کو رہنمائی کا منصب سونپ دوں

تو یہ سا بجھے کی ہانڈی بیچ چوراہے پر پھوٹتی ۔ عقیدۂ توحید کی الگ مٹی پلید ہوتی اور یہ سارا کام ایک تماشہ بن کر رہ جاتا۔"

## ڈاکٹر سید عبداللطیف کا بیان

ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ میں شعبہ انگریزی کے صدر تھے۔ میرے بھی استاد تھے۔ آخری عمر میں ان کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہوا اور قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ اس جدوجہد میں ان کے خیالات نے پلٹا کھایا اور ان کا بیان دو نہایت معتبر اصحاب کی زبانی مجھ تک پہونچا جس کو میں ذیل میں درج کر رہا ہوں۔ ایک مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموش رحمتہ اللہ علیہ و امیر جامعہ نظامیہ اور دوسرے نواب غلام عمر خاں جو گہرا علمی شغف رکھتے ہیں۔ نیز ڈاکٹر صاحب موصوف کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ وہ بیان یہ ہے :-

"صحابہ، صحابہ کہاں کے صحابہ، ایمان تو ان کے زخرہ (حلق) کے نیچے بھی نہیں اترا اور انہوں نے رسول اللہ کو چین سے مرنے بھی نہیں دیا۔" (یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو گا کہ نواب عمر خاں کئی سال تک تحقیقی جدوجہد کرتے رہے آخر اس نتیجہ پر پہونچے کہ سب ہی صحابہ منافق تھے بجز معدودے چند کے جو مولائے کائنات کے دامن سے وابستہ تھے۔ میں نے اپنی کتاب "خلافت و امامت" میں اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

## چیف جسٹس سعید جنگ کا اظہار خیال

۱۹۷۵ء میں حج کے دوران مدینہ طیبہ میں میرا اور نواب سعید جنگ کا قیام اصطفےٰ منزل کے ایک ہی کمرہ میں آٹھ دن رہا۔ اس دوران مسئلہ خلافت و امامت پر میں نے اُن سے گفتگو کی۔ دو تین دن دوران گفتگو میں وہ ٹھیٹ سنی خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ اسی زمانے میں میرے کلاس و کلب کے ساتھی الحاج مرزا اشکور بیگ صاحب سابق ایم۔ ایل۔ اے آندھرا پردیش اسمبلی باغ شمسیہ کے کمرہ میں مقیم تھے جو ان کے لئے کئی سال سے مختص تھا (اب تک انہوں نے بحمد اللہ پچیس ۲۵ یا اس سے بھی زائد حج کئے ہیں اور صاف کہتے ہیں " میں جھوٹ نہ بولوں گا واعظ کے ڈرانے سے جاتا ہوں مدینہ کو میں حج کے بہانے سے" ایک دن میں نے آپسی بے تکلفی کی وجہ ان کے کمرہ میں تین گھنٹہ خلافت و امامت پر گفتگو کی۔ انہوں نے میری کسی دلیل کو رد نہیں کیا جس سے مجھے پورا اندازہ ہوا کہ وہ میری دلیلوں کو قبول کر رہے ہیں ورنہ ایک قابل ایڈوکیٹ اور میرے بے تکلف دوست ہونے کی حیثیت سے وہ کھل کر اظہار خیال کر سکتے تھے بشرطیکہ ان کو اختلاف ہوتا۔
موصوف نے مولائے کائنات کی شان میں اپنے کچھ مناقب اور سلام سنائے اور میری خواہش پر تحریراً بھی لکھے اور اس پر اپنے ہاتھ سے "غلام غلامانِ اہل بیت" لکھ کر دستخط کئے۔ (ان کے فاضلانہ و والہانہ کچھ اشعار میں نے اپنی کتاب "خلافت و امامت" میں نقل کئے ہیں)

بہرحال ان کی گفتگو اور اشعار سے اندازہ کرکے نواب سعید جنگ
سے اپنی گفتگو کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ خواہش کی کہ وہ اس موضوع پر
اُن سے گفتگو کریں۔ واضح رہے کہ نواب سعید جنگ ان کے رشتہ دار
تھے۔ شکور نے جواب دیا کہ وہ کسی کی سنتے ہی کب ہیں۔ اس کے بعد
نواب سعید جنگ سے میری گفتگو کا سلسلہ اور کچھ دن جاری
رہا۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ قانون داں ہیں اور میں بھی گفتگو جذباتی
نہیں بلکہ اصولی اور منطقی ہونی چاہیئے۔ بالآخر انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ
"خلفائے ثلاثہ تو محض دنیوی حاکم تھے اور رسول اللہ کے جانشین حقیقی
تو علیؑ ہی تھے۔" اس کے بعد جب میں نے اہلِ سنت کی مشہور کتاب
دُرالمختار کی اس عبارت کی طرف اشارہ کیا کہ "اہلِ سنت کے نزدیک
خلافت ناقابلِ تقسیم ہے۔ خلیفہ دینی و دنیوی دونوں حیثیتوں
کا مالک ہوتا ہے اور یہ ناجائز ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ مانے
جائیں ایک دینی اور ایک دنیوی" تو نواب سعید جنگ نے کہا کہ
میں اس کو نہیں مانتا اور حقیقی جانشین علیؑ ہی کو سمجھتا ہوں۔

## جسٹس اکبر یار جنگ کا اظہار خیال

غلام اکبر خاں (اکبر یار جنگ) کا شمار قابل ترین وکلا
میں ہوتا تھا اور جج بننے کے بعد بھی وہ قابل ترین جج مانے گئے۔ سنہ ۱۳۶۱ھ
میں حیدرآباد میں سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کے جلسے تین
روز تک کئے گئے جس میں مختلف مکاتیب خیال کے لوگوں نے
حصہ لیا۔ شیخ الشیوخ جامعہ نظامیہ دہلی مولانا صبغۃ اللہ فرنگی محلی

نواب بہادر یار جنگ مولانا ابن حسن جارچوی اور دیگر علماء بھی شریک تھے۔ نواب اکبر یار جنگ نے آیت قرآنی "یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون" کا حوالہ دیتے ہوئے خلفاء ثلاثہ پر لعنت کے مسئلہ پر کہا کہ ہزاروں لعنت کرنے والے تو ان پر لعنت کرتے ہی ہیں۔ لعنت تو ان پر پڑ چکی اور پڑتی جارہی ہے اب اعتراض سے کیا حاصل ہے۔

## یوم معاویہ منانے کی تحریک کا انجام

بقول جناب ملا دلمام معاویہ اہل سنت کا چو بہرہ ہے۔ علماء اہل سنت اس کی خطاؤں کو تسلیم کرنے کے باوجود ان کو خطائے اجتہادی کی نئی لفظ تراش کر معاویہ کو بری الذمہ قرار دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اس پر لعنت کرنے کا تو کیا ذکر یوم معاویہ منانے کی تجاویز کرتے ہیں۔ خطائے اجتہادی کسی مجتہد کی وہ غلطی ہے جو اس کی ساری کوششوں اور اپنے مبلغ علم سے پورا استفادہ کرتے ہوئے انصاف کا فیصلہ کرنے کی پوری جدوجہد کرے تاہم اس کی سمجھ خطا کر جائے اور وہ صحیح فیصلہ نہ کر سکے تو اس کا نام خطائے اجتہادی ہے یعنی (ERROR OF JUDGEMENT) معاویہ صاحب کے پاس علم کا بنیہ ہی کہاں تھا۔ ان کو تو فقط کھانے ہی سے فرصت کہاں تھی جو علم حاصل کرتے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے اب یہ بھلا مجتہد کہاں سے بن بیٹھے۔ یہ

یہ تو فقط مولائے کائنات سے بغض، منافقت و دنیا طلبی کا نتیجہ تھا کہ صفین کے میدان میں مولائے کائنات کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ بہ قولِ غالبؔ ؎

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں
علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اس کو

معاویہ نے عمار یاسر کو بھی نشانہ بنایا جن کے متعلق حضرت رسولؐ فرما چکے تھے کہ یہ گروہِ باغی کے ہاتھوں شہید ہوں گے۔ اہل سنت کے ایک بڑے عالم (جہاں تک اس وقت مجھے یاد پڑ رہا ہے) علامہ سعد الدین تفتازانی نے لکھا ہے کہ "معاویہ پر لعنت کرنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ ہوتے ہوتے لعنت اکابر صحابہ تک پہنچ جائے گی۔" چند سال پہلے کا واقعہ ہے کہ معاویہ کی نسل کے ایک (نام نہاد) عالم نے یوم معاویہ منانے کی تحریک شروع کی جس کا نتیجہ نہ صرف زبانی تھو تھو پر منتج ہوا بلکہ ایک زبردست ہاتھ کے واقعی تھپیڑ کی شکل میں نکلا۔ مولانا قطب الدین حسینی صابری اعلی اللہ مقامہ نے خود مجھ سے بیان کیا کہ یہ عالم صاحب یوم معاویہ کی تحریک لے کر ان کے پاس پہونچے انہوں نے عالم صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا کہ معاویہ اور یزید کا جو خون آپ کی رگوں میں ہے وہ جوش مارتا ہے تو ایسی باتیں سوجھتی ہیں۔ عالم صاحب بھیٹا منھ لے کر واپس ہوئے۔ باوثوق ذرائع سے مجھے معلوم ہوا کہ یہی عالم صاحب کہ مسجد میں یوم معاویہ کی تحریک۔ بیش اربے تک

جہاں صدر انجمن اتحاد المسلمین جناب صلاح الدین اویسی صاحب ممبر پارلیمنٹ بھی تشریف رکھتے تھے جب ان کے کان میں بالمشافہ یہ بات پڑی تو اس سوا چھ فیٹ قدآور شخصیت کا بھرپور تھپیڑ عالم صاحب کے منھ پر لگا۔ اہل سنت نے معاویہ کو جو پہرہ بنا رکھا ہے مگر اہل طریقت بزرگ معاویہ پر کھلے عام لعنت کرتے ہی بیٹھتے ہیں۔ مولانا سید شیخ احمد شطاری کا قول معتمد صدر جمعیت علماء دکن کا شعر حیدرآباد کے رسائل میں چھپ چکا ہے۔

حق و باطل کی لڑائی کا نتیجہ دیکھ لو

آج تک لعنت برستی ہے امیر شام پر

مگر یزیدیت ابھی زندہ ہے۔

"یکے حسینے نیست کو گردد شہید

ورنہ بسیار ند در دنیا یزید

میری اس کتاب کی طباعت کے دوران اخبار سیاست مورخہ ۸/ فروری ۱۹۹۱ء میں مصروفیات کے کالم میں یہ خبر شائع ہوئی۔
"مکہ مسجد میں بعد نماز جمعہ جشن امیر معاویہ اور مولانا انوار اللہ فاروقی کے سلسلہ کا آٹھواں اجلاس و عام جلسہ منعقد ہوگا۔
اب ذرا معاویہ صاحب کی اصل حقیقت کے متعلق بھی سن لیجئے پھر تو تحقیق تو جب ہی ثابت ہوگئی جب مولائے کائنات نے ایک خط میں معاویہ کو ... مجہول النسب لکھا۔ معاویہ کی ماں ہندہ کے متعلق بکثرت روایات ہیں کہ اس کا تعلق چار اشخاص سے تھا

اور بقول بعض مورخین کے دس اشخاص سے تھا۔ ان ہی تعلقات کے درمیان معاویہ کی پیدائش ہوئی۔ اہل سنت کے مشہور عالم سبط ابن جوزی تذکرہ الخواص الامہ صفحہ ۱۵۰ پر لکھتے ہیں :۔

عمارہ اور مسافر عباس ابوسفیان کے دوست تھے اور یہ لوگ ہندہ کے ساتھ متہم تھے۔ اور عمارہ بن ولید قریش کے خوبصورت لوگوں میں تھا اور ہندہ شہوت والی عورت تھی اور کالے رنگ والے مردوں کی طرف زیادہ مائل تھی۔ پس جب کوئی کالا بچہ پیدا ہوتا تو اس کو مار ڈالتی تھی۔ علامہ جار اللہ زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں :" ابوسفیان کمزور پست قد آدمی تھے اور صباح ان کا مزدور موٹا تازہ جوان خوشرو تھا اس وجہ سے ہندہ کی طبیعت اس پر آگئی۔ چار آدمی مدعی تھے کہ معاویہ ان کی اولاد ہے"۔ علامہ سبط ابن جوزی یہ بھی لکھتے ہیں کہ خود معاویہ نے اپنے بیٹے یزید سے مخاطب ہو کر کہا تمہیں معلوم ہے کہ بعض قریشی گمان کرتے تھے کہ میں عباس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہوں"۔ یہ تھی معاویہ صاحب کی اصل و بنیاد۔

حضرت رسول ؐ کا ارشاد ہے کہ ناپاک ولادت والے کے دل میں علیؑ کی محبت نہیں آسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہ کے دل میں مولائے کائنات کی دشمنی جاگزیں تھی۔

شمس العلماء حافظ نذیر احمد خاں اجہات الامہ میں لکھتے ہیں
" معاویہ نے پیغمبر صاحب کے خاندان یعنی اہل بیت کے ساتھ

وہ سلوک کیا کہ آخر نسلِ پیغمبر کو برباد کر کے چھوڑا "مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں۔

داستانِ پسرِ ہند مگر نشنیدی
کہ ازو دو سہ کس او بہ پیغمبر چہ رسید
پدرِ او دُرِ دندانِ پیمبر بہ شکست
مادرِ او جگرِ عمِ پیمبر بہ مکید
او بہ ناحق حقِ داماد پیمبر بہ گرفت
پسرِ او سرِ فرزندِ پیمبر بہ برید
بہ چنیں قوم تو لعنت نہ کنی شرمت باد
لعنت اللہ یزیداً و علیٰ قوم یزید

## مرزا اسد اللہ خاں غالب کا ایک خط

حضرتِ غالب کا ایک خط مورخہ ۲۷/جولائی ۱۸۶۴ء کا خلاصہ اردوئے معلیٰ ۱۹۲۶ء صفحہ ۳۶۰ سے ہم نقل کرتے ہیں۔

"حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا کہ دریبہ کے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور رہنا اور رسائل ابوحنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارتا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت کو سمجھنا اور ہے مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں۔
مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک

گردانتے ہیں۔

مشرک وہ ہیں جو ابوالائمہ کو مسلموں کا ہمسر مانتے ہیں۔ دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحدِ خالص ہوں اور مومنِ کامل محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ قطعِ نبوت کا مطلع امامت کا۔ امامت اجماعی نہیں بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ثم حسنؑ، ثم حسینؑ اس طرح تا مہدی موعود علیہ السلام۔ گناہوں کی وجہ سے اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہو گا بلکہ میں دوزخ کا ایندھن بنوں گا۔ تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفےٰ و امامت مرتضیٰ اس میں جلیں۔ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔ میرا خدا اکریم۔ میرا خداوند سخی۔ علی دارم چہ غم دارم۔ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ تو۔"

## سُنیوں کے ایک بڑے عالم ابن عقدہ کا بیان

حافظ ابن عقدہ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ہمدانی متوفی ۳۳۳ھ ہجری جلیل القدر علماء اہل سنت میں سے تھے ان کے متعلق علامہ ذہبی یافعی اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ بہت ثقہ اور سچے تھے اور ایک لاکھ سے اوپر حدیثیں ان کو اسناد کے ساتھ یاد تھیں لیکن کوفہ اور جامع مسجد براثا بغداد کے عام مجموں میں ابوبکر و عمر کے معائب اور برائیاں بیان کرتے تھے لہذا لوگ ان کو رافضی کہنے لگے اور ان کی روایتیں ترک کر دیں ورنہ ان کے سچے اور معتبر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ خطیب بغدادی

بھی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابن عقدہ جو سچے اور معتبر تھے رافضی ہو گئے تھے اور ابوبکر و عمر کے عیوب بیان کرتے تھے۔

## علامہ فخر الدین رازی کی رائے

علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ جب رسول اللہ نے لوگوں کی دعوت، اسلام کی طرف کی اور خدا کی عبادت کی طرف رغبت دلائی اور ترک خواہشات دنیا و میل آخرت کی ترغیب دی تو بغض و عناد باہمی دور ہوا اور متفق بھائی بند کے ہو گئے لیکن جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابواب دنیا ان لوگوں پر کھل گئے اور اس کے خواہاں و جویاں ہوئے تو پھر اپنی حالت سابقہ پر عود کر گئے۔ (اس کو سر العالمین کی عبارت کے ساتھ پڑھا جائے)۔

## خواجہ بندہ نوازؒ کا اظہار حقیقت

گلبرگہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ جوامع الکلم میں جن کے تین قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں اور دو قلمی نسخے سالار جنگ لائبریری میں موجود ہیں (جن کا تفصیلی حوالہ مع کتاب نمبر و صفحہ ہم نے اپنی کتاب کلمۃ الحق میں دیا ہے) یہ تحریر فرماتے ہوئے کہ پورے بارہ آئمہ اہل بیت علیؑ مرتضیٰ تا امام دوازدھم محمدؑ بن حسنؑ العسکری (مہدیؑ) حضرت رسول کے خلفاء برحق اور آپ کے صفات کے پورے پورے متبنیٰ تھے بعد رحلت رسولؐ اہل بیت اطہار پر صحابہ کی جانب سے ظلم و ستم کو واضح طور

پر بیان فرمایا ہے۔ ان کا صرف ایک جملہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

"اما بہ مجرد نقل رسولؐ صلعم کہ ہنوز دفن ہم نہ کردہ بودند خلق علی العموم انچہ بدیشاں کردند بیان آن منتہی است۔" (ترجمہ) لیکن حضرت رسول کی رحلت کے فی الفور ساتھ ہی کہ ابھی آنجناب کا دفن بھی نہ ہوا تھا تمام امت نے ان کے (یعنی اہل بیت رسولؐ جن کا ذکر خواجہ صاحبؒ نے اپنے ابتدائی کلمات میں کیا ہے) ساتھ جو جو عمل کیا وہ ناگفتہ بہ ہے" اس کے ساتھ ہی خواجہ صاحب نے یہ تحریر فرما کر حقیقت کو اور واضح کر دیا کہ وہ مزید تفصیلات اس لئے بیان نہیں کر رہے ہیں کہ صحابہ کے معاملہ میں سکوت کیا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب نے اپنے یازدہ رسائل میں "رسالہ رویتِ باری تعالیٰ" میں حضرت عائشہ کے متعلق بھی یہ تحریر فرمایا ہے کہ "ہم کو عائشہ کی بات کا اعتبار نہیں کیونکہ انہوں نے حضرت رسولؐ سے یہ کہہ کر رسالت سے انکار کر دیا تھا کہ اگر تم رسول ہوتے تو مجھ سے ایسا سلوک نہ کرتے۔"

صحیح بخاری کی روایتوں کے اعتبار سے عائشہ و حفصہ حضرت رسولؐ اور اللہ تعالیٰ پر بھی طعن کیا کرتی تھیں اور کہتیں کہ عورتوں کے معاملہ میں آپ کی جیسی خواہش ہوتی ہے اللہ ویسی ہی کوئی آیت فوراً نازل کر دیتا ہے۔ حضرت عائشہ کو معراج کا بھی یقین نہیں تھا اور رسول اللہ سے کہتی تھیں کہ آپ نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔ پتہ نہیں حضرت عائشہ سورہ بنی اسرائیل کی آیات

سُبحٰنَ الَّذِی اَسْرٰی ... بعیدہ ... الخ اور سورہ والنجم کی معراج سے متعلق آیات سے واقف نہ تھیں یا جان بوجھ کر ان آیات کی نفی کرتی تھیں۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی جوامع الکلم سے متعلق ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب گلبرگہ کے ایک لکچرار حامد صدیقی صاحب نے اس کو طبع کروایا تو اس میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی وہ تمام تحریرات بالکلیہ حذف کر دیں جو ائمہ اطہار علیہم السلام کے فضائل اور آل بیت رسولؐ پر صحابہ کی جانب سے ظلم و ستم سے متعلق ہیں۔ اس کی بر خود غلط، خود ساختہ اور من مانی توجیہہ یہ کی کہ کتاب میں ان کو بعض اضافے محسوس ہوئے۔ پتہ نہیں صدیقی صاحب کو یہ شیطانی حس کہاں سے آگئی۔ متعدد قلمی نسخوں میں موجودہ عبارتیں جن کی تائید حضرت خواجہ صاحب کی دیگر کتابوں از قسم بحر المعانی وغیرہ سے بھی پوری طرح ہوتی ہے "اضافہ" کس طرح محسوس ہو گیا۔ صدیقی صاحب کا طبع کرایا ہوا یہ نسخہ ۱۹۳۷ء میں نواب غوث یار جنگ صوبہ دار گلبرگہ نے مجھے دیا تھا جب میں وہاں مجسٹریٹ تھا۔ اس کے بعد میں نے متعدد قلمی مستند نسخوں کو کتب خانوں میں تلاش کر کے پڑھا تو وہ سب عبارتیں من وعن پائی گئیں جو صدیقی صاحب نے حذف کر دی تھیں۔ کچھ عرصہ قبل مولوی سید رحیم الدین صاحب ڈپٹی سکریٹری آندھرا پردیش نے بھی بتایا تھا کہ وہ سب عبارتیں انہوں نے خود درگاہ گلبرگہ شریف کے کتب خانہ کے موجودہ نسخوں میں دیکھی

تنقیص اور صدیقی صاحب کے عمل کو سخت قسم کی خیانت قرار دیا اس کے علاوہ چند ہی دن قبل یعنی ماہ فبروری ۱۹۹۱ء کا ذکر ہے کہ مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموشؒ و امیر جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے مجھ سے فرمایا کہ خود درگاہ گلبرگہ شریف کے سجادہ جناب سید محمد محمد الحسینی مدظلہ نے ایک تحریری کتاب کی شکل میں اس بات کی وضاحت کردی تھی کہ یہ تمام عبارتیں (فضائل آل رسولؐ اور صحابہ کے ظلم و ستم سے متعلق) حضرت خواجہ بندہ نوازؒ ہی کی ہیں اور درگاہ کے کتب خانہ کے موجودہ نسخوں میں بھی یہ عبارتیں سب کی سب موجود ہیں۔ نظام میاں سلمہٗ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کتاب کی تحریر میں (جو حضرت سید محمد الحسینی نے صراحت میں لکھی تھی جناب سید شاہ قطب الدین حسینی، صابری سجادہ نشین وقت و امیر جامعہ نظامیہ (نظام میاں سلمہ کے والد بزرگوار) کا بھی قلم شامل تھا۔ نظام میاں نے یہ بھی فرمایا کہ جب جوامع الکلم کے متعلق اس طرح توثیق کردی گئی تو لوگ عام طور پر یہ کہنے لگے۔ کہ پھر تو حضرت بندہ نواز شیعہ ہی ہوں گے۔ اور حقیقت تو یہی ہے کہ وہ واقعی شیعہ تھے اور اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ ان کی متعدد تحریرات اس کی گواہ ہیں۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت بندہ نواز کی مزار کے اطراف جو جو کھنڈی بنی ہوئی ہے اس کے چاروں طرف شش پہل میناروں پر ہر چہار طرف طغرے لگے ہوئے ہیں جن میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے اسماء مبارک ثبت ہیں

ایک اور بات قابل ذکر ہے۔ اوپر جو میں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے یازدہ رسائل کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی صدیقی صاحب نے طبع کروائے تھے اور نواب غوث یار جنگ نے یہ بھی مجھے دیئے تھے۔ صدیقی صاحب کے طبع کرائے ہوئے ان ہی رسائل میں سے ایک میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا حضرت خواجہ صاحبؒ کی یہ تحریر موجود ہے کہ "ہم کو عائشہ کی بات کا اعتبار نہیں ... الخ معلوم نہیں صدیقی صاحب کی نظر اس اہم تحریر سے کیسے چوک گئی کہ وہ اس کو حذف نہ کر سکے۔

**ارشاد رسولؐ کلنا محمد** حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور دیگر محدثین نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ میری جیسی زندگی و موت حاصل ہو تو اس کو چاہیئے کہ علیؑ کو میرے بعد اپنا حاکم تسلیم کرے اور میرے بعد جو ائمہ ہوں گے ان کی امامت کا قائل ہو کیونکہ یہ لوگ میری اولاد ہیں اور میری طینت سے ان کی خلقت ہوئی ہے جو شخص ان کے افضل ہونے کا انکار کرے اور میری اولاد ہونے کا لحاظ نہ کرے خدا اس تک میری شفاعت نہ پہنچائے۔ شیعوں کی کتابوں کے سنی عالم رجب علی برسی نے اپنی کتاب مشارق انوار الیقین مطبوعہ ۱۳۰۳ ہجری میں صرف رسولؐ خدا کا یہ ارشاد درج کیا ہے۔

"اولنا محمد اخرنا محمد اوسطنا محمد"

تذکرۃ الاولیاء میں شیخ فریدالدین عطارؒ نے ارشاد رسولؐ کو اس طرح درج کیا ہے۔ جو شیعوں کی کتابوں کے مماثل ہے۔

"اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ اٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ کُلُّنَا مُحَمَّدٌ"

## ایک اہلِ طریقت بزرگ کا چیلنج

بزرگانِ اہلِ طریقت میں سے یوں تو اکثر نے مگر بعض نے تو کوئی لگی لپٹی نہ رکھ کر خلفاء ثلاثہ کو ایمان سے دور منافق ہونے کو علی الاعلان ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ خاموشؒ کے سجادہ نشینِ وقت مولانا سید شاہ صابر حسینی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے دو دو ہزار روپیہ کی تین تھیلیاں لٹکا کر اعلان کیا تھا کہ جس کسی میں ہمت ہو ابوبکر، عمر و عثمان کا ایمان ثابت کرے اور یہ انعام لے جائے مگر کسی عالم اہلِ سنت نے ان کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہ کی۔ اس واقعہ کی تصدیق خود آنجناب کے جانشین مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی صابری (سابق امیر جامعہ نظامیہ حیدر آباد) نے میرے سامنے کی۔ نیز موصوف نے صاف صاف فرمایا کہ ہم کو خلفائے ثلاثہ اور حضرت عائشہ سے بھی مکمل بیزاری ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب ان کے خاندان کا شجرہ تیار ہو رہا تھا تو اس میں ایک جگہ عائشہ کا نام بھی آیا جناب صابر حسینی قبلہ نے فرمایا کہ نام ہمارے پاس کیسے آیا۔ معلوم ہوا کہ خاندان کی ایک لڑکی زینب کسی سنی صاحب سے بیاہی گئی تھی انہوں نے زینب کا نام بدل کر عائشہ رکھدیا تھا۔ مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی (قطب میاں) جو مجھ کو حامد بھائی سے مخاطب کرتے تھے اور جن سے متعدد مرتبہ علمی و دینی گفتگو ہوئی آیت قرآن "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ۔۔۔ الخ

کا حوالہ دیکر فرماتے تھے کہ اگر کسی کی آواز نادانستہ طور پر رسول اللہؐ کی آواز سے بلند ہو جائے تو اس کے سارے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر کسی کی آواز رسول کی آواز کے خلاف بلند ہو تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ پھر فرماتے تھے اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ حضرت رسولؐ کے تین مرتبہ "قُومُوا عَنِّي" فرماکر حضرت عمرؓ کو اپنے دربار سے نکال دینے کے بعد پھر ان کو خدمتِ رسولؐ میں حاضری نصیب ہوئی تو میں اپنا عقیدہ بدل دوں گا۔

ایک اہلِ طریقت بزرگ کی جانب سے دو غیر معمولی واقعات ایک اہلِ طریقت بزرگ کی جانب سے دو غیر معمولی واقعات کا مجھے علم ہوا۔ پہلا واقعہ معتبر گواہوں سے معلوم ہوا۔ دوسرا واقعہ ایک چشم دید معتبر گواہ نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک اہلِ طریقت بزرگ حیدرآباد کی ایک بڑی درگاہ کے سجادہ کے ماموں تھے جو صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور عربی کے پروفیسر تھے۔ حضرت عائشہؓ کی تعریف میں ایک کتاب لکھ کر اپنے بھانجے (اہلِ طریقت بزرگ) سے اس پر مقدمہ لکھنے کی خواہش کی۔ انہوں نے وہ مسودہ پڑھ لیا ——— مگر مقدمہ وغیرہ کچھ نہیں لکھا۔ جب پروفیسر صاحب نے یاد دھانی کی تو خاموشی اختیار کرتے رہے۔ جب اصرار بڑھا تو جواب دیا کہ میں نے وہ کتاب موصوفہ کے پاس بھیجدی ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا بات ہے تو جواب دیا کہ میں نے اس کو آگ میں ڈال دیا ہے کیونکہ موصوفہ وہیں تو

رہتی ہیں۔ماموں بگڑے تو انہوں نے صرف یہ جواب دیا کہ آپ بکری ہیں
میں حیدری ہوں آپ کا میرا حساب روزِ حشر ہوگا۔

دوسرا واقعہ بھی اُن ہی بزرگ کا ہے جو اُن کے پوتے موجودہ
سجادہ نشین کا چشم دید ہے جو انہوں نے میرے مکان پر مجھ سے بیان
فرمایا۔واقعہ یہ تھا کہ اُن بزرگ کا ہاتھ اتفاقاً چاقو سے کچھ کٹ گیا۔
ان کے عزیز اِدھر اُدھر دوڑے آیوڈین، یا کوئی دوا لائیں مگر وہ کیا
دیکھتے ہیں کہ یہ بزرگ اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے دبا دبا کر خون اور
نچوڑنے جارہے ہیں سب نے حیرت سے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے
ہیں تو جواب دیا کہ "میری ماں کی طرف سے ابوبکر کا جو نجس خون میرے
جسم میں آیا ہے اس کو خارج کر دے رہا ہوں"۔ اِن بزرگ کا یہ جملہ
جس طرح بھی فرمایا گیا ہو اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ ابوبکر کے
خون کو وہ نجس سمجھتے تھے اور ابوبکر سے اپنی بیزاری کا ایک
عملی ثبوت قرار دے رہے تھے۔

○

# باب سوم

## احکام خدا اور رسولؐ سے خلفاءِ ثلاثہ کے انحراف کی مزید مثالیں قرآن مجید میں

کتنی ہی جگہ حکم ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
اس کے علاوہ حکم ہے اَطیعوا اللہ وَ اطیعوا الرسول
وَ اُولو الامر منکم۔ حکم ہے کہ رسولؐ جو دے لے لو اور جس
سے منع کرے اس سے باز رہو۔ رسول اللہ کی آواز سے نادانستگی
میں بھی آواز بلند ہو جائے تو سب اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ اہل بیت
رسولؐ سے مودت واجب ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا (یعنی
رسول اللہ کی تیئیس ۲۳ سالہ محنت کا) اجر ہے۔ مومن بس وہی ہے جو ایمان
لانے کے بعد پھر شک نہ کرے۔ جہاد سے بھاگنے والے کا ٹھکانہ
جہنم ہے۔ لا اکراہ فی الدین اور لکم دینکم ولی
دین کا حکم ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں جبر نہیں۔ جس نے رسولؐ
کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ تفصیل میں گئے بغیر ہم
صرف اشارہ کریں گے کہ خلفاءِ ثلاثہ اور ان کے ٹولہ نے کس کس طرح
خدا اور رسولؐ کے احکام سے انحراف کیا۔ حکم ربانی کی بناء پر حضرت
رسولؐ نے علی مرتضیٰؑ کی مولائیت اور اپنا جانشین ہونے کا اعلان فرمایا۔
اپنے بارہ خلفاءِ برحق از علیؑ مرتضیٰ تا امام دوازدھم محمد بن حسن عسکری
کے نام بصراحت بتا دئیے۔ حدیث ثقلین کے ذریعہ قرآن اور
اہل بیت دونوں سے متمسک رہنے کا حکم دیا۔ علیؑ کو چھوڑنے والوں
کو شیطان کا گروہ قرار دیا۔ علیؑ مرتضیٰ کے اعلانِ مولائیت و جانشینی

رسولؐ کے بعد سب سے پہلا کام جو اکابر صحابہ نے کیا وہ حضرت رسولؐ پر وادیٔ عقبہ میں قاتلانہ حملہ تھا۔ تاریخ واقدی اور کتاب بابویہ میں چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ افراد کے نام دیئے گئے ہیں جنھوں نے حملہ کیا تھا ان میں خلفاء ثلاثہ کے نام سر فہرست ہیں پھر یہی لوگ کعبہ میں جا کر علیؑ مرتضیٰ کو خلافت سے دور رکھنے کے معاہدہ میں بھی شریک رہے۔ ہر جہاد سے رسول اللہ کو چھوڑ کر فرار کرتے رہے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمؓ کو رسالت پر نہ صرف شدید شبہہ ہوا بلکہ رسول اللہ پر غصہ بھی آیا۔ حدیث ثقلین کی خلاف ورزی اس طرح کی کہ قرآن کے احکام کی یکسر خلاف ورزی اور اہل بیت رسولؐ پر ظلم کرتے رہے۔ مرض الموت کی حالت میں جب حضرت رسولؐ نے گمراہی سے بچانے والا نوشتہ لکھنے کا غذ و قلم طلب فرمایا تو عمرؓ نے "اِنَّ الرَّجُلَ یَهْجُرُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ" کہہ کر حضرت رسولؐ سے رو در رو گستاخی کی اور جو رسولؐ دے اسے لے لو جس سے منع کرے اس سے باز رہو" کے حکم خداوندی کا یہ حشر کیا۔ جیش اسامہ سے تخلف کر کے مورد لعنت دائمی قرار پائے حضرت رسول اللہ تو شہزادی کونین کے دروازہ پر سلام کیا کرتے تھے اور یہ منافقین آپ کا گھر جلانے آگ لے کر پہنچ گئے۔ دروازہ گرا کر شہزادی کا پہلو شکستہ کر دیا جس سے بطن مادر میں شہزادہ محسن کی شہادت ہوئی۔ علیؑ مرتضیٰ کی تابعداری کی بجائے گلہ میں رسی ڈال کر گھسیٹا کہ ان ملاعین کی بیعت کی جائے۔ جناب سیدہؑ سے علاقہ

ترک اور متروکہ پدری چھین لیا یہ کہہ کر پھر فوج کو کیا کھلائیں گے۔" دین میں جبر نہیں" کے خلاف عمل کر کے محض لوٹ کھسوٹ، غارت گیری، ملک گیری کے لئے اطراف و جوانب کے ملکوں پر حملے کرتے رہے اور دیگر مذاہب کی بے شمار عبادت گاہوں کو مسمار کر کے ان کی جگہ یعنی غصبی زمین پر مسجدیں بنوانے رہے جس میں بروئے شرع عبادت بھی حرام ہے۔ یہاں ہم نے زیادہ کھلی ہوئی موٹی موٹی باتیں بیان کردی ہیں بعد میں مناسب جگہ پر صرف آخری امر کے متعلق (یعنی ملک گیری جس پر عامۃ المسلمین کو بڑا ناز ہے) ذمہ دار لوگوں کے کچھ بیانات نقل کریں گے جو اہلِ سنت کے ہی افراد ہیں۔

## حضرت عمر کے قول و فعل میں تضاد سے بغض علیؑ ظاہر

حضرت عمر حالات سے مجبور ہو کر اور مولائے کائنات سے مدد کے طالب ہو کر وقتیہ طور پر آپ کی تعریف کر دیا کرتے تھے مگر انہوں نے اپنی زندگی کا مطمع نظر جو حصول و تحفظ اقتدار بنا رکھا تھا وہ اور ان کے ساتھی دیکھتے تھے کہ ان کے لئے سب سے بڑا چیلنج مولائے کائنات کی ذات تھی اور ان کے اعلیٰ صفات کے سامنے اپنے آپ کو ذرہ بے مقدار دیکھ کر ان کے بغض و حسد میں اور اضافہ ہوتا تھا۔ غصہ، تندمزاجی، درشتی، مغلوب الغضبی حضرت عمر کی فطرت میں داخل تھی۔ پھر بزدلی، جہاد سے فراری اور زوردار کے سامنے دب جانا کمزور کے آگے شدت دکھانا بھی ان کی طبیعت کا خاصہ تھا یوں بھی ان کی طبیعت غلاظت پسند واقع ہوئی تھی۔ نماز کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کی جوئیں مارا کرتے تھے یہاں تک کہ ہاتھ

خون میں بجھ جاتے تھے ۔ اونٹ کے جسم پر چربی ملتے تو وہی چربی کے ہاتھ اپنے جسم پر بھی ملتے جاتے تھے ۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے اور کہتے تھے کہ اس سے ڈبر فالو میں رہتی ہے ۔ شراب بھی پیا کرتے تھے اور بقول شبلی نبیذ شراب ان کو بہت محبوب تھی جو مرتے مرتے بھی پلائی گئی ۔ بقول شبلی زمانۂ جاہلیت میں تو قہر مجسم ہی تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی یہ رنگ ان کی طبیعت سے مدتوں نہ گیا ۔ اپنی چھوکری کو اسلام لانے کی علت میں مارا کرتے اور تھک جاتے تو کہتے ذرا دم لے لوں تو اور ماروں گا ۔ صرف مجبوری کی بناء پر لَولَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَر" ان کا تکیۂ کلام ہو گیا تھا ۔ اور اسی قسم کے بکثرت ان کے اقوال تاریخ میں محفوظ ہیں مثلاً "خدا مجھے زندہ نہ رکھے جب کوئی اہم معاملہ پیش آئے اور علیؑ میری مدد کے لئے موجود نہ ہوں وغیرہ" مستند تاریخ اور حدیث کی کتابوں سے ہم اس کی ایک دو مثالیں پیش کرتے ہیں ۔

اخطب خوارزمی دار قطنی، محب الدین طبری اور ابن سمال حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ دو اعرابی جھگڑتے ہوئے حضرت عمر کے پاس آئے ۔ حضرت عمر نے جناب امیر علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا ابوالحسنؑ آپ ان کا فیصلہ کر دیں ۔ ان دونوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ "یہ کیا ہمارا فیصلہ کریں گے" ۔ حضرت عمر نے کود کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہنے لگے افسوس ہے تجھ پر تو نہیں جانتا یہ کون ہیں ۔ یہ میرا اور ہر ایک مومن کا مولا ہے جس کا یہ مولا نہیں وہ مومن نہیں ۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عمر ہی کی زبانی یہ روایت درج کی ہے "حضرت عمر کہتے

ہیں یہ "تحقیق حضرت رسولِ خدا حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے کہ تم سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھتے ہو۔ تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ پورا کرنے والے ہو۔ اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے اور ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہو۔ کنز العمال ص۳۹۶ پر حضرت عمر کا یہ قول درج ہے کہ جب کبھی علیؑ کا ذکر کرو تو اچھے الفاظ میں کرو اور اگر تم علیؑ کو غصہ دلاؤ گے تو رسول خدا کو ان کی قبر میں غصہ دلاؤ گے۔ علامہ سید صالح کشفی ترمذی حنفی نے اپنی کتاب کوکب دری کے صفحہ (۳۴۰) پر حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہ کے ملفوظات کے حوالے سے اس کو نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نابینا پر زنا اور چوری کا الزام لگایا گیا حضرت عمر نے اس کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا۔ حضرت علی علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو حضرت عمر سے فرمایا تم سمجھ کر کیوں حکم نہیں دیا کرتے۔ بعد از آں آپ نے اس عورت کو طلب فرمایا جس سے زنا کا الزام تھا۔ اس سے فرمایا سچ بیان کر اس نے اپنی جھوٹ پر اصرار کیا اور کہا اس شخص نے زبردستی مجھ سے زنا کیا اور میرا اثاثہ چرایا جو اس کے اسباب سے برآمد ہوا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے چند عورتوں کو بلوا کر اس عورت کے شکم پر ایک کپڑا ڈلوایا اور فرمایا۔ اے نطفہ جو اس کے بطن میں ہے حقیقت حال بیان کر۔ اس نے بطن مادر سے کہنا شروع کیا۔ اللہ ایک ہے محمد مصطفےٰ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ علیؑ مرتضیٰ رسولؐ کے وصی

اور جانشین ہیں۔ اس کے بعد وہ واقعہ بیان کیا کہ اس عورت نے کئی مرتبہ اپنے کو اس مرد ثابت پر پیش کیا جو نہایت حسین، عابد و زاہد ہے۔ جب اس کی طرف وہ متوجہ نہ ہوا تو غلبۂ شہوت میں ایک غلام سے زنا کروا کے حاملہ ہوئی اور اپنا زیورا اس مرد کے سامان میں چھپا دیا اور اس کو متہم کیا۔ جب پیٹ کے بچہ نے گواہی دی تو اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ اس مرد بے گناہ کو چھوڑ گیا اور اس عورت پر حد جاری کی گئی۔ حضرت علیؑ کے اس روشن معجزہ کو دیکھ کر سب خلقت حیران رہ گئی۔ اس وقت حضرت عمر نے اپنی دونوں آنکھیں جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ پر ملیں اور کہا خدا کی قسم یا علیؑ حضرت رسولؐ کے جانشین آپ ہی ہیں کوئی اور خدائے تعالیٰ عمر کو آپ کے بغیر زندہ نہ رکھے۔"

قارئین غور فرمائیں کہ حضرت عمر نے نہ صرف غدیر خم میں یا علیؑ آپ میرے اور جملہ مومنین و مومنات کے مولا ہوئے کہہ کر مبارکباد دی تھی بلکہ خود اپنے زمانہ خلافت میں بھی صاف طور پر تسلیم کیا کہ رسولؐ اللہ کے جانشین برحق آپ ہی ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑے رتبہ والے ہیں۔ آخر یہ زبانی اعترافات کیا معنی رکھتے ہیں۔ کیا عملاً ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں؟ مگر حضرت عمر نے واقعی یہ دکھلا دیا کہ عملاً ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اپنے مرتے وقت بھی اپنی پارٹی کے مختلف اشخاص حتیٰ کہ غلاموں کو تک خلیفہ بنانے کا خیال ظاہر کیا اور علیؑ کا نام بھی اس سلسلہ میں لیا تو منفی نقطۂ نظر سے یعنی یہ کہا کہ علیؑ کی طبیعت میں

ظرافت ہے اس لئے وہ خلافت کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ پھر چھ آدمیوں
کی شوریٰ کا اعلان کر دیا۔ جس میں (جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں) اس کا
پورا بندوبست کر دیا کہ خلافت علیؑ تک نہ پہنچنے پائے۔ واضح ہو کہ حضرت
عمر کا مولائے کائنات کی طبیعت میں ظرافت کا اعتراض محض اعتراض برائے
اعتراض ہے۔ لطیف ظرافت ہر انسان کے فطری تقاضہ کا ایک جزو ہے
اور ہر موقعہ پر سونٹھ کی ناک لئے ہوئے رہنے کے برخلاف ایک پسندیدہ
صفت ہے اور مولائے کائنات کی اصابت رائے ہر موقعہ پر طبیعت کے
اعتدال اور لطیف ظرافت کی خود حضرت رسولؐ داد دیا کرتے تھے۔
جب حضرت رسولؐ نے علیؑ کو یمن میں تصفیہ مقدمات کے لئے بھیجا تھا تو
وہاں آپ کے حکیمانہ فیصلوں کا حال سنا تو حضرت رسولؐ نے اپنے عادتی
تبسم کی بجائے دل کھول کر خندہ فرمایا۔ کسی تاریخ یا حدیث کی کتاب میں
کہاں یہ ذکر آیا ہے کہ مولائے کائنات نے کسی کے ساتھ بے جا مذاق کیا ہو
یا ضرورت سے زیادہ ظرافت آپ کی طرف سے ظاہر ہوئی ہو۔ جہاں کہیں
ظرافت کا ذکر ملا ہے تو اس کی ابتداء خود حضرت رسولؐ نے لطیف پیرایہ
بیان فرمائی اور علیؑ مرتضیٰ نے اسی لطیف پیرایہ میں اس کا جواب دیا۔ ہم
اس کی ایک مثال درج ذیل کرتے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ کھجور کا ایک بڑا طبق حضرت رسولؐ کے سامنے رکھا
ہوا تھا اور صحابہ اطراف بیٹھے ہوئے تھے علی المرتضیٰ بھی حضرت رسولؐ کے ساتھ تھے سب لوگ کھجور نوش کر
رہے تھے۔ حضرت رسولؐ نے سب کو اشارہ کیا کہ کھجور کی گٹھلیاں علیؑ کے
سامنے جمع کرتے جائیں۔ علیؑ مرتضیٰ عمداً انجان ہو گئے۔ جب کھجور ختم
ہوئے تو کسی کے سامنے کوئی گٹھلی نہ تھی اور صرف علیؑ کے سامنے گٹھلیوں

کا ڈھیر لگا تھا۔ جب پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ کھجور کس نے کھائے ہیں
تو سب نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ علیؑ مرتضیٰ نے کہا نہیں۔ جو
گٹھلیوں سمیت کھا گئے انہوں نے سب سے زیادہ کھائے ہیں۔

حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی سے کوئی نہ رزم
میں جیت سکتا ہے اور نہ بزم میں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے علیؑ مرتضیٰ کے سامنے آکر بیان کیا
کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں مولاؑ نے فرمایا کہ تین طلاقوں
نے تو تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا۔ اب باقی طلاقیں تو اپنی دوسری
بیویوں پر تقسیم کر دے۔ ایسی خوش مزاجی جس میں خود رسولؐ شریک ہوں
بھلا ضرورت سے زاید ظرافت کیسے کہی جا سکتی ہے اور اوپر کی روایتوں سے
قارئین خود بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اب حضرت عمر کو رسول اللہ اور علیؑ
کی یہ خوش مزاجی قابلِ اعتراض نظر آتی ہو تو یہ ان کی تند و ترش و تلخ طبیعت
کا خاصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی بنا پر ان کو کسی کی بھی خوش مزاجی کھلتی
تھی۔ بہر حال عمر صاحب کا یہ بھونڈا اعتراض محض اعتراض برائے اعتراض
اور مولائے کائنات میں کوئی عیب نکالنے کا بہانہ ہے۔

قابلِ غور ہے کہ جہاں حضرت عمر بھی علیؑ کے صفاتِ حسنہ کا اعتراف
کرتے ہیں حتیٰ کہ خدا کی قسم کھا کر کہا کہ یا علیؑ رسولؐ کے جانشین آپ ہی
ہیں۔ مگر بات نکلیا ہے کہ ہم نے وقت پہ صفات اور اپنے اعترافات یاد نہ
آئے اور خلافت کے لئے نام زد کرنے گھٹیا درجہ کے لوگ اور دشمنانِ رسولؐ
و آلِ رسولؐ حتیٰ کہ غلام تک یاد آئے مگر علیؑ مرتضیٰ کا ذکر کیا تو اعتراض

کی خاطر۔ مرتے وقت تو کٹھور سے کٹھور قاتل بھی پسیج جاتے ہیں مگر حضرت عمر کچھ ان سے بھی سوا نکلے۔

ابوبکر نے جب عمر کے نام استخلاف نامہ لکھا اس وقت بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ صحیح بخاری اور سیوطی وغیرہ کی روایت کے مطابق جو حضرت عائشہ کی زبانی ہے۔ حضرت ابوبکر علیؑ کے چہرے کو تکا کرتے تھے۔ عائشہ نے سبب پوچھا تو کہا رسول اللہ نے فرمایا ہے علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ ایک دفعہ راستہ چلتے وقت ابوبکر نے علیؑ مرتضیٰ سے کہا کہ میں آپ کے آگے قدم کیسے بڑھا سکتا ہوں کہ حضرت رسولؐ کو آپ کی ایسی ایسی صفات بیان کرتے سنا ہے۔ جب ابوبکر کا وقت آخر آیا اور لوگوں میں چرچا ہوا کہ حضرت عمر خلیفہ نامزد کئے جا رہے ہیں تو (بموجب بخاری وغیرہ) طلحہ وزبیر ابوبکر کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ کے ہوتے عمر کا ہمارے ساتھ کیا طریقہ تھا۔ اب عمر جیسے شدید شخص کو آپ ہم پر خلیفہ مقرر کئے جا رہے ہیں آپ خدا کے پاس جا رہے ہیں وہاں کیا جواب دیں گے۔ ابوبکر نے کہا ادھر تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ خدا نے پوچھا تو جواب دوں گا ایسے شخص کو میں نے خلیفہ بنایا ہے جو سب لوگوں میں بہتر تھا۔

وائے گر در پسِ امروز بود فردائے

خلفائے اثنا عشر کی حدیث رسولؐ کو غاصبین سے متعلق کرنیکی کوشش حدیث خلفاء

اثنا عشر مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی میں اس طرح درج ہے:

"ستكون من بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من بنی ھاشم" یعنی میرے بعد میرے بارہ[۱۲] خلیفہ ہوں گے اور وہ سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔ بخاری، مسلم و ترمذی وغیرہ میں حدیث کے ابتدائی الفاظ تو وہی ہیں مگر آخر میں کلھم من بنی ہاشم کی بجائے کلھم من قریش اس طرح مذبذب طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ راوی حدیث جابر ابن سمرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ کا ابتدائی بیان تو سمجھ میں آیا مگر آخری حصہ مجھ سے پوشیدہ رہا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ رسول اللہ نے کیا فرمایا تھا تو انہوں نے کہا کہ غالباً کلھم من قریش فرمایا تھا۔

اسی مذبذب کلھم من قریش والی حدیث کو لے کر علماء اہل سنت نے ایک بار باندھی اور لمبی چوڑی عمارت کھڑی کر دی۔ اور رسول اللہ کے بارہ خلفاء کے مختلف ناموں کے سلسلے بنا دئے مگر کوئی بھی ایک دوسرے سے متفق نہ ہو سکا۔

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بارہ خلفاء رسول کے نام حسب ذیل دئے ہیں۔

ابوبکر[۱]۔ عمر[۲]۔ عثمان[۳]۔ علی[۴]۔ حسن[۵]۔ معاویہ[۶]۔ یزید ابن معاویہ[۷] عبداللہ بن زبیر[۸]۔ عبدالملک بن مروان[۹]۔ ولید بن عبدالملک[۱۰] سلیمان بن عبدالملک[۱۱]۔ عمر بن عبدالعزیز[۱۲]۔

(۲) سنیوں کے ایک دوسرے بڑے عالم ملا علی قاری اپنی کتاب فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ ہم اہل سنت کے نزدیک بارہ خلفاء یہ ہیں۔

ابوبکرؓ[۱] ۔ عمرؓ[۲] ۔ عثمانؓ[۳] ۔ علیؓ[۴] ۔ معاویہ[۵] ۔ یزید[۶] ابن معاویہ ۔
عبدالملک[۷] بن مروان ولید بن عبدالملک[۸] سلیمان بن عبدالملک[۹]
یزید[۱۰] بن عبدالملک (یزید ثانی) ۔ ہشام بن عبدالملک[۱۱] ۔ عمر[۱۲] ابن عبدالعزیز
کنز العمال اور فتح الباری میں بھی یہی نام دیے گئے ہیں ۔ فتح الباری
میں یہی لکھا ہے کہ ۔
جو ان کی مخالفت کرے وہ واجب القتل ہے واضح ہو کہ اوپر کی فہرست
نمبر (۲) میں امام حسنؑ کا نام شریک نہیں ہے جو فہرست نمبر (۱) میں شریک
ہے ۔

(۳) قاضی عیاض نے بارہ خلفاء کی فہرست حسب ذیل دی ہے ۔
ابوبکرؓ[۱] ۔ عمرؓ[۲] ۔ عثمانؓ[۳] ۔ علیؓ[۴] ۔ معاویہ[۵] ۔ عبداللہ[۶] بن زبیر
یزید[۷] بن معاویہ ۔ عبدالملک[۸] بن مروان ۔ ولید[۹] بن عبدالملک
سلیمان[۱۰] بن عبدالملک ۔ عمر[۱۱] بن عبدالعزیز ۔ یزید[۱۲] بن عبدالملک

(۴) عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی نے ۹۰۳ھ ہجری تک جملہ بائیس[۲۲]
خلفاء کے نام دئے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے خلفاء
رسولؐ صرف آٹھ ہیں ۔ اور ان کے نزدیک ۹۰۳ھ ہجری تک
باقی چار[۴] خلفاء پیدا ہی نہیں ہوئے تھے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ
ان میں سے آخر امام مہدیؑ اہل بیت رسول سے ہوں گے ۔
سیوطی کہتے ہیں کہ خلفاء کا مسلسل ایک دوسرے کے بعد ہونا
ضروری نہیں ہے ۔ اور درمیان میں کتنا ہی زمانہ خالی
رہے اچھے آدمی کو دیکھ کر خلیفہ مقرر کرنا چاہیئے ۔ ان کی دی

ہوئی آٹھ خلیفہ کی فہرست یہ ہے:
ابوبکر[1]۔ عمر[2]۔ عثمان[3]۔ علی[4]۔ حسن[5] بن علی۔ معاویہ[6]
عبداللہ ابن[7] زبیر۔ عمر[8] بن عبدالعزیز۔ اس کے بعد وہ لکھتے
ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد ایک سو چوپن[154] سال تک جتنے
بھی خلفاء کہلائے ان کو شامل نہ کرنا چاہیے۔ پھر ۲۵۵ سنہ ہجری
میں مہدی[9] خلیفہ بنو عباس کو شامل کرنا چاہئے جو نیک شخص
تھا۔ اس کے بعد سیوطی لکھتے ہیں کہ درمیان کے سولہ[16] خلفاء
کو شامل نہ کر کے تین سو چھیاسٹھ سال بعد پیدا ہونے والے
خلیفہ "طاہر" کو شامل کرنا چاہئے جو ۶۲۳ سنہ ہجری میں خلیفہ ہوا۔
سیوطی کہتے ہیں کہ دو[2] خلفاء ابھی پیدا ہونا باقی ہیں جن میں سے
ایک سب سے آخر امام مہدی[ع] اہل بیت رسول[ص] سے ہوں گے
مگر گیارھواں خلیفہ کون ہوگا۔ کب ہوگا معلوم نہیں۔
قارئین غور فرمائیں گے کہ سنیوں کے ایک عالم کی دی ہوئی بارہ
خلفاء کی فہرست کسی دوسرے عالم کی فہرست سے نہیں
ملتی۔ اور سیوطی کے خیال میں تو ۹۰۳ سنہ ہجری تک وقفہ
وقفہ سے صرف دس[10] خلیفہ ہوئے اور ابھی دو[2] باقی ہیں۔ اپنی
مرضی سے خلفاء رسول میں یہ داخل وخارج محتاج غور ہے۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسول[ص] کے اعلان کردہ آپ
کے برحق خلفاء سے روگردانی کرنے اور خود خلیفہ سازی کرنے کا
نتیجہ یہ ہے کہ اہل سنت کو پتہ ہی نہیں کہ حقیقی بارہ خلفاء ہیں کون؟

اس کے برخلاف شیعوں کے کسی پانچ چھ سال کے بچہ سے بھی پوچھا جائے تو بلا توقف ایک سانس میں بلا اختلاف رسول اللہؐ کے بارہ خلفائے برحق آئمہ اہل بیتؑ کے نام فرفر سنا دے گا۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام سے لیکر جناب بارھویں امام محمدؑ بن عسکریؑ (مہدیؑ) کے نام سنیوں کی معتبر کتب روضۃ الا میر جمال الدین حسینی بروایت جابر بن عبداللہ انصاری اور اخطب خوارزمی حمویہ جوینی، ابن حجارہ عبداللہ بن احمد نے اور شعبی نے کشف الغمہ میں ابن عباس کی روایت سے ان بارہ خلفاء برحق کے پورے نام دئے ہیں۔ جس شخص کو عقل سلیم ہے وہ خود تصفیہ کرلے گا کہ سنیوں کی ایک دوسرے سے بالکل مختلف فہرست خلفاء کے مقابلہ میں شیعوں کی متفقہ فہرست خلفاء اثنا عشر میں سے جو خود اہل سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے کونسی صحیح اور حقیقت پر مبنی اور قابل قبول ہے۔

سنیوں کے مشہور عالم وحید الزماں وقار نواز جنگ، جنھوں نے تیسیر البخاری میں خلفائے ثلاثہ کی طرفداری کو اپنا وطیرہ قرار دیا تھا معلوم ہوا کہ بعد میں شیعیت کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ اپنی کتاب لغات الحدیث میں لکھتے ہیں: "جن لوگوں نے اس حدیث (خلفاء اثنا عشر) کا مصداق خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کو قرار دیا ہے سخت غلطی کی ہے چونکہ اموی حکمران اکثر غاصب ظالم و جابر اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زائد تھا۔ اس لئے اہل سنت کے علماء ان میں تراش خراش کرتے ہیں۔ ہم نے "ہدیۃ المہدی" میں لکھا ہے کہ ان بارہ امیروں سے آئمہ اثنا عشر یعنی بارہ امام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری

مراد ہے نہ کہ حکومتِ ظاہری" وحید الزماں صاحب نے بہت بچا بچا کر الفاظ استعمال کیئے ہیں جس سے ان کا تحفظ ذہنی ظاہر ہے۔ صرف خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کو غاصب و ظالم و جابر قرار دیا ہے اور اہل سنت کی فہرست کے اصل تین چہروں خلفاء ثلاثہ کے نام بڑی ترکیب سے اڑا گئے ہیں۔ بہرحال غنیمت ہے کہ اس حدیث کا مصداق آئمہ اہل بیت بارہ امام کو قرار دیا ہے۔ علماء اہل سنت کے وقفہ حائل کر کر کے خلفاء اثنا عشر کی (مجعولی) فہرست تیار کرنے کے تناظر میں حضرت رسولؐ کا یہ ارشاد غور کرنے کے قابل ہے اور عامۃ المسلمین کی آنکھیں کھولنے کافی ہے۔ "مَنْ مَاتَ ولم یعرف امامِ زمانہ فَقَدْ مات میتۃ الجاھلیہ" (ترجمہ) جو شخص کہ مر گیا اور اپنے زمانے کے امام کا تعارف حاصل نہ کیا وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرا۔ یہ حدیث رسولؐ متعدد کتب اہل سنت میں بیان کی گئی ہے ملاحظہ ہوں: جمع بین الصحیحین حمیدی، شرح مقاصد علامہ سعد الدین تفتازانی صـ ۲۴۵ منصب امامت مصنفہ اسمٰعیل شہید صـ ۸۷ کنز العمال جلد ۳ صـ ۳۰۵۴ شرح عقائد نسفی صـ ۹۴ نفحات الاہوت ابوالحسن بن العالی۔ ہدایۃ الامۃ الیٰ احکام الائمہ علامہ محمد بن الحسن فوائد المدنیہ محمد امین بن محمد شریف

جب حسب ارشاد رسولؐ ہر شخص کے لئے یہ واجب ہے کہ اپنے زمانے کے امام کا تعارف حاصل کرے تو ان عامۃ المسلمین کا کیا حشر ہوگا جو بارہ ائمہ اہل بیت کی فہرست کو مانتے ہی نہیں رہیں حتیٰ کہ ان آئمہ اہل بیت

کے ناموں سے تک واقف نہیں ہیں، اور اگر کوئی آئمہ اہل بیت کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے بھی ہیں تو بارھویں امام علیہ السلام امام مہدیؑ کو امام حسن عسکریؑ علیہ السلام کا فرزند ہونا اور عالم غیب میں موجود ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدیؑ قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ مسلمان غور کریں اور یہ بتائیں کہ اس وقت اُن کا امام کون ہے جس کا حسب ارشاد رسولؐ تعارف حاصل کرنا واجب ہے اور جس کے بغیر ان کی موت کفر یہ ہوگی۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ ذکر بے محل نہ ہوگا۔ چند سال قبل ایک صاحب صدیق دیندار چن بسیشور نامی نے دیندار انجمن کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور خانقاہ سرور عالم کے نام سے ایک خانقاہ بھی بنائی۔ انہوں نے متذکرہ بالا حدیث رسولؐ (مَن مَات ولم یعرف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ) کو بنیاد ٹھہراتے ہوئے خود اپنے امام وقت ہونے کا دعوی کیا۔ ان کے سینکڑوں نہیں تو بیسوں پیرو ضرور ہوئے اور کچھ ان کا مشن لے کر پاکستان بھی گئے۔ بسیشور صاحب کے مریدوں میں سے بظاہر ایک سمجھدار شخص میرے پاس آئے اور بسیشور صاحب کی ایک کتاب دکھا کر اعادہ کیا کہ حدیث مَن مات ولم یعرف ۔ ۔ ۔ ۔ الخ) کو بنیاد ٹھہراتے ہوئے ان کے مرشد نے دعوی امامت کیا تھا۔ اس وقت تک وہ مر چکے تھے میں نے پوچھا کہ اچھا اب یہ بتائیے کہ اس وقت امام کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا اجماع پھر میں نے سوال کیا اجماع کس پر ہوا، کب ہوا، کہاں ہوا، اب وہ

امام صاحب کہاں ہیں۔ جواب ندارد۔ میں نے اور سوالات کیے مثلاً لشتیشور صاحب سے پہلے امام کون تھے۔ لشتیشور صاحب کسی اجماع کی بناء پر امام بنے تھے یا خود اپنی دلی یا دماغی کیفیت کی بناء پر دعویٰ کیا تھا۔ ان میں سے ہر سوال کا جواب انہوں نے سوائے "معلوم نہیں" کے کچھ نہ دیا بار بار کہنا پڑتا ہے کہ جس نے مولائے کائنات کا دامن چھوڑا ہر قسم کی قلابازیاں اس کا مقسوم بن جاتی ہیں۔ بقول راقم۔

"ہے علیؑ کا در کھلا جسے توفیق ہو
اور جو پھر جائے اُسے پھرنا ہی دَر دَر چاہیئے"

## عشرہ مبشرہ کی جھوٹی حدیث

اہلِ سقیفہ نے جہاں حدیث خلفاء اثنا عشر کو اپنے پر چپکانے کی کوشش کی ہے وہیں اپنے خیالِ باطل میں اپنے تحفظ کے لیے مزید سامان فراہم کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ چنانچہ یہ جھوٹی حدیث عشرہ مبشرہ اُن ہی کوششوں کے منجملہ ایک ہے۔

ایک گمنام شخص سعید بن عمر نفیل کی زبانی یہ روایت بنائی گئی ہے کہ حضرت رسولؐ نے دس صحابہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ جن کے نام یہ ہیں:

ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علیؑ۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد ابن ابی وقاص
عبیدہ بن الجراح، عبدالرحمٰن ابن عوف۔ سعید بن عمر نفیل۔

علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کا نام تو ڈھال کے طور پر ہر موقعہ پہ رکھ دیا جاتا ہے کہ ان کی جوتیوں کے صدقہ میں ہماری عزت بچ جائے گی۔

مولائے کائنات کے نام کو چھوڑ کر (جو اپنے بچاؤ کے لئے داخل کیا گیا ہے)
اس پورے زمرہ میں سے ہر شخص کی بد اعمالی و بے راہ روی تاریخ و احادیث
سے پوری طرح ثابت ہے پھر حضرت رسولؐ اس راہ گم کردہ ٹولہ میں علی علیہ السلام
کا نام کیسے شامل کرتے کہ عام مسلمانوں کی طرح وہ جنتی ہیں۔ جہاں علیؑ
کو آپ نے قاسم نار و جنت، ساقیٔ کوثر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کوئی فردِ بشر علیؑ
کے پروانہ کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ خود قاسم و مالکِ جنت
کو بدکرداروں کے ساتھ ملا کر صرف جنتی کیسے کہہ سکتے ہیں۔
ایک دوسرا امر یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنے چند مختص صحابہ
کو (جو دامنِ علیؑ سے وابستہ تھے) بڑے بڑے اعزازات سے سرفراز فرمایا
مثلاً سلمانؓ فارسی کو کہا کہ "سلمان منا اهل البيت"
یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں داخل ہے۔ ابوذر غفاری کے متعلق
فرمایا کہ "ابوذر سے زیادہ کوئی شخص حق گو نہیں ہے" (واضح ہو کہ
معصومین علیہ السلام کا زمرہ علحدہ ہے کہ خود حق ان کے پیچھے چلتا ہے)
عمارِ یاسر کے متعلق فرمایا۔ "عمار ایمان سے بھرا ہوا ہے" ایک
جامع حدیث میں فرمایا کہ "جنت سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارِ یاسرؓ اور
مقدادؓ کی مشتاق ہے۔ اویس قرنی حضرت رسولؐ کے غیاب میں
حاضر ہو کر ہی چلے گئے تو فرمایا کہ "روح ریحان" یعنی جنت کی بو آرہی ہے
اگر جنتی لوگوں کے کسی گروہ کا نام لینا ہوتا تو سب سے پہلے ان لوگوں کے
نام لیتے۔ اس جیسند حدیث عشرہ مبشرہ میں ان مختص جنت کی بشارت
رکھنے والوں میں سے ایک کا نام بھی نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اب۔

ملاحظہ فرمایئے کہ (بجز مولائے کائنات کے جن کا نام اپنے بچاؤ کے لئے استعمال کیا گیا اور جھوٹے راوی حدیث کے باقی پورے کے پورے وہ اشخاص ہیں جن میں سے ہر ایک معہ چند دیگر نفر کے وادیٔ عقبہ میں حضرت رسولؐ پر قاتلانہ حملہ میں شامل تھا۔ جیسا کہ ہم نے اسی کتاب میں وادیٔ عقبہ کے واقعہ کے سلسلہ میں تاریخ واقدی اور کتاب ابن بابویہ کے حوالہ سے حملہ کرنے والوں کے نام درج کئے ہیں۔ قارئین اُس فہرست سے مقابلہ کر لیں۔ پھر ارشاداتِ رسول کے برعکس علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کعبہ میں معاہدہ کرنے والوں میں بھی اس ٹولہ کے اشخاص میں سے ابوبکر عمرو ابوعبیدہ جراح (حضرت عمر کے سمدھی) شامل تھے۔ حضرت رسولؐ نے عقبہ میں آپ پر حملہ کرنے والوں کے پورے نام بھی حذیفہ کو بتا دئے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شمع رسالت کو گل کرنے کی کوشش کرنے والے منافقین جنت کے مستحق قرار دئے جائیں اور ان کے فی الواقعی جنتی ہونیکا اعلان بھی کیا جائے۔ حضرت عمر تو اقبالی مجرم ہیں۔ کہ جنہوں نے حذیفہ کے سامنے زچ ہو کر اقرار کر لیا کہ "واللہ انا من المنافقین" اب ان کو اس اقرار کا ڈر ہی کیا تھا۔ ابوبکر کو خلیفہ بنا دینے کے بعد بمصداق "سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہیکا۔ جو کہنا تھا کہدیا۔ اب ایک اور زاویۂ نظر سے بھی دیکھئے۔ طلحہ اور زبیر نے بلوائیوں کی پشت پناہی کر کے اور ان کو شہ دلا کر اور عثمان کے گھر کا پچھلا راستہ بتا کر ان کو قتل کروا دیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل طلحہ و زبیر اور خود مقتول حضرت عثمان دونوں جنتی

ہوں۔ پھر یہی طلحہ و زبیر حضرت عائشہ کے ساتھ آ کر میدانِ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں آ گئے۔ مولاؑ کو تو اپنے پرائے سب ہی رسول کے بعد ہی افضل مانتے ہیں۔ کچھ نہیں تو بعض چوتھے نمبر کا درجہ تو دے ہی دیتے ہیں، اور ملعون ہے جو مولاؑ کے خلاف کچھ کہہ سکے۔ تمام علماء اہل سنت نے جنگ جمل میں مولا کو حق پر اور عائشہ طلحہ و زبیر کو باطل پر تسلیم کیا ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ مولا علیؑ اور ان سے جنگ کرنے والے طلحہ و زبیر کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔ (قابلِ ذکر ہے کہ اویس قرنی اور عمار یاسر جن کے گروہ باغی کے ہاتھ قتل ہونے کی اطلاع حضرت رسولؐ پہلے ہی دے گئے تھے مولائے کائنات کی رفاقت میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اب یہ غور فرمایئے کہ یہ مبینہ حدیث سب سے پہلے کب سامنے آئی۔ محب الدین طبری شافعی نے اپنی تاریخ "کتاب احتجاج" میں اس طرح لکھا ہے کہ "جب طلحہ و زبیر و عائشہ جنگ جمل میں مولاؑ کے خلاف صف آراء ہو گئے تو حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم دونوں اور عائشہ اس سے واقف ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اصحاب جمل پر لعنت کی ہے۔ زبیر نے کہا کہ ہم کیونکر ملعون ہو سکتے ہیں حالانکہ ہم اہل بہشت سے ہیں۔ زبیر نے پھر سعید بن عمر نفیل کی روایت سنائی کہ دس آدمیوں کے جنتی ہونے کی بشارت حضرت رسولؐ نے دی ہے اور یہ کہہ کر نو ۹ آدمیوں کے نام سنائے۔ حضرت علیؑ نے کہا دسویں کا نام تو نے نہیں لیا۔ زبیر نے کہا وہ آپ ہیں۔

(زبیر کے دل کی چوری خود ظاہر ہے کہ اس نے مولاؑ کا نام چھپا رکھا اور جب مولاؑ نے منطقی شکنجہ میں کس دیا تو اب بولا کہ وہ آپ ہیں) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرے جنتی ہونے کا تو تو نے اقرار کیا میں اس کو قبول کرتا ہوں اور باقی جو تو نے کہا ہے اس سے منکر ہوں کہ مجھے جنتی مان کر مجھ سے جنگ کرنے والے کیسے جنتی ہو سکتے ہیں۔ زبیر نے کہا آپ کو یہ گمان ہے کہ سعید بن عمر نے حضرت رسولؐ پر افترا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں گمان نہیں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ اس نے آنحضرت پر افترا کیا ہے۔ اس مبینہ حدیث کے جھوٹے ہونے کے متعلق جو پہلو بہ یک نظر ہمارے سامنے آسکے ان کو ہم نے اوپر درج کر دیا ہے۔ اولی الالباب غور فرمائیں تو ہر ہر پہلو سے دشمنانِ رسولؐ و علیؑ کو جنتی ٹھہرانے کی یہ کوشش متوجب صد لعنت قرار پائے گی۔

## مولائے کائنات کے خطابوں کا بٹوارہ

"دراز دستئ ایں کوتہ آستیناں بہ بیں"

مولائے کائنات کے غصب حقوق کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ اللہ و رسولؐ کی طرف سے مولائے کائنات کو ان گنت خطابات والقابات عطا فرمائے گئے۔ ان میں سے جن جن کو موقع ملتا گیا مال غنیمت سمجھ کر خود اپنے پر چپکا لیا۔ یا پھر "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند" کے مصداق اہلِ سقیفہ کے پیروؤں نے اپنا مال سمجھ کر اپنے مرشدوں کو عطا کر دیا۔ سقیفہ سے واپس آکر ابوبکر نے اپنے

غلام قنفذ سے مولائے کائنات کے پاس کہلا بھیجا کہ خلیفۂ رسولؐ تم کو بلاتے ہیں۔ مولاؑ نے ارشاد فرمایا کہ بہت جلد ہی تم نے رسول اللہؐ پہ جھوٹ بولا۔ ابوبکر نے پھر کہلا بھیجا کہ امیر المومنین تم کو بلاتے ہیں۔ اس کے بعد سے تو یہ صدیق اکبر کہلانے لگے۔ عمر صاحب بڑے سادہ مزاج کہے جاتے ہیں کہ بڑھ چڑھ کر کوئی دعوے نہیں کرتے تھے مگر یہ سب دھاوے کی باتیں تھیں۔ مولائے کائنات کا خطاب امیر المومنین جو حسب ارشاد رسولؐ ابتدائے کائنات ہی سے آپ کے لئے مختص تھا عمر صاحب نے بھی اپنے اوپر منڈھ لیا۔ اور بجائے حق و باطل میں فرق کرنے کے ہمیشہ حق سے فرار کرتے رہے مگر ریدوں نے انہیں فاروق اعظم بنا دیا۔ خالد ابن ولید نے ابوبکر کے حکم پر مالک ابن نویرہ کے مسلمان قبیلہ پر حملہ کر کے مردوں کے سر کاٹ کر اس کا چولھا بنایا اور مالک کی خوبصورت بیوی سلمٰی سے اسی رات زنا کیا۔ ابوبکر صاحب نے اس کارگزاری پر ان کو بڑی فیاضی سے سیف اللہ بنا دیا۔ اہل سقیفہ کی دھاندلیوں کا ایک جزو مولائے کائنات کے خطابوں کا بٹوارہ بھی ہے۔ ذیل میں ہم اہل سنت کی مستند کتابوں سے بتائیں گے کہ یہ سارے خطاب و القاب مولائے کائنات کے تھے جو آنجناب کے صفات سے حمائلت تامہ رکھتے تھے۔

۱۔ صدیق اکبر مولائے کائنات کا خطاب ہے۔ ملاحظہ ہوں:
ارجح المطالب مولانا عبداللہ امرتسری لستی۔ طبرانی۔ دیلمی ریاض النضرہ محب الدین طبری جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مستدرک حاکم

خصائص نسائی صـ۳ ـ تفسیر الحجاج مسند احمد ابن حنبل جلد ۲
صـ۳ ـ حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم ـ حافظ ابو بکر ابن عساکر ـ
استیعاب ابن عبد البر جلد ۲ صـ۲۷ طبقات ابن سعد جلد ۳ صـ۲۵۶
اسد الغابہ جلد ۴ صـ۱۶ صحیح ابن ماجہ قزوینی صـ۱۲ ازالۃ
الخفاء صـ۲۵۲ وسیلۃ المتعبدین ـ کنز العمال صـ۳ وغیرہ
۲ ـ فاروقِ اعظم بھی مولائے کائنات کا خطاب ہے ملاحظہ ہوں : ارجح المطالب
عبد اللہ امرتسری تسہیل تاریخ طبری ـ ریاض النضرہ محب الدین
طبری ـ خصائص طبرانی ـ فردوس الاخبار دیلمی ـ مناقب خوارزمی
استیعاب ابن عبد البر ـ
۳ ـ امیر المومنین بھی مولائے کائنات کا مختص خطاب ہے حضرت
رسول ؐ کا ارشاد ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علی ؑ کا خطاب
امیر المومنین کب سے ہے تو کوئی بھی ان کے فضائل سے انکار
نہ کرتا ـ اللہ تعالیٰ نے علی ؑ کا نام امیر المومنین اس وقت سے
رکھا ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے ـ
ملاحظہ ہوں : مستدرک حاکم ـ حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم ـ
فردوس الاخبار دیلمی ـ طبرانی ـ ابن حاتم حافظ ابو بکر ابن مردویہ
بروایت حذیفہ بن الیمان ـ ابن عباس و بریدہ و انس بن مالک
و مناقب خطیب وغیرہ
ابو بکر کے بٹھانے سے عمر صاحب جب منبر رسول ؐ پر قابض ہو گئے تو

وہ خود ساختہ امیر المومنین بن گئے۔ شبلی نعمانی نے الفاروق صفحہ ۲۹۹ پر بلا وجہ کی توجیہہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت عمر نے اصول مساوات کے ساتھ اپنے لئے امیر المومنین کا پُر فخر لقب کیوں ایجاد کیا"۔

۴۔ سیف اللہ بھی شیر خدا کا خطاب ہے۔ ابوبکر صاحب کو شاید پتہ نہیں کہ بکرے کے گلے میں رسی باندھنے کے طور پر شیر خدا نے خالد ابن ولید کی گردن میں اُسی کے تبر کو موڑ کر طوق کی طرح ڈال دیا تھا جس سے خالد بکرے کی طرح پکارتا رہا اور صحابہ کو سفارش کے لئے لا کر شیر خدا کے قدموں پر گرا۔ جنگ حنین میں تو خالد سب سے پہلے بھاگا۔

ایسے بھگوڑے پر شیر خدا کا خطاب غصب کر کے منڈھنا یہ ابوبکر صاحب کی کرامت ہے۔ شیر خدا کی شان تو وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالفقار عطا فرمائی۔ بکثرت کتب اہل سنت میں اس واقعہ کو تسلیم کیا گیا ہے (ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ (فارسی) و منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد (۲) صفحہ ۲۶۹ و روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۳۶۲ تفریح الاذکیا صفحہ ۱۲۹ و تاریخ الاسلام جلد (۲) صفحہ ۹۸ و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۹۱ و درج الدار اسمعیل الدین شافعی۔ نیز ان تمام کتب میں یہ بھی درج ہے کہ اس وقت فرشتہ غیبی ما بین ارض و سماء آواز دیتا پھرتا تھا۔

لَا فَتیٰ اِلَّا علیؑ لَا سَیْفَ اِلَّا ذوالفقار

سورہ احزاب کی آیت ۲۵ کفی اللہ المومنین القتال وکان قویاً عزیزاً

ترجمہ: یعنی قتال کرنے کے لئے مومنین کے واسطے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

حسب ارشاد رسولؐ مفسرین نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ قتال کرنے کے لئے مومنین کے واسطے نبیؐ کے ذریعہ اللہ کافی ہے۔ (ملاحظہ ہوں تفسیر در منثور سیوطی' ابن ابی حاتم ابن عساکر۔ حافظ ابوبکر ابن مردویہ)۔ اب مختص اس بارے میں کہ سیف اللہ کا خطاب مولائے کائنات کا ہے ملاحظہ ہوں۔

مستدرک حاکم۔ خصائص علویہ ابوالفتح النطری۔ شرف النبوۃ ابوسعد دار رحج المطالب مولانا عبداللہ امرتسری بسمل

## مولائے کائنات کے صفات کے غصب کی کوشش

جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۳۰۳ پر لکھتے ہیں۔ حافظ ذہبی (سنیوں کے بڑے عالم) نے ہر وقت کے برگزیدہ اور منتخب لوگوں کی فہرست بنائی ہے جس کے ابتدائی پانچ نام اس طرح ہیں۔

عالی نسب۔ حضرت ابوبکر قوت خداداد۔ حضرت عمر حیاء۔ حضرت عثمان قضا۔ حضرت علیؑ شجاعت۔ خالد بن ولید کہنا پڑے گا کہ فہرست کی یہ ترتیب اور اوصاف کا منسوب کیا جانا

عقل کے اندھوں اور کور باطنوں کی کارروائی ہے جن کے دلوں میں مولائے کائنات سے نفسانی بغض بھرا ہوا ہے۔ مجملاً ہم اتنا عرض کریں گے کہ مولائے کائنات میں کل انبیاء کے جامع صفات اور حضرت رسولؐ کے مثل و نظیر ہیں اور کائنات کے بہترین اوصاف آپ میں مجتمع تھیں۔ اور آپ کے مقابلہ میں کسی کی صفت کا اظہار سورج کو چراغ دکھانا اور بے بصری کی انتہا ہے ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ نا اہلوں کا نام مولائے کائنات کے نام کے اوپر قائم کرتے ہیں اور ان سے وہ صفات منسوب کرتے ہیں جن کا ان میں فقدان تھا اور مولائے متقیان سے فقط قضاء منسوب کر کے شجاعت کا تاج اس کے سر پر رکھا ہے جو مولاؑ کا آزاد کردہ ہے۔ جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے۔ جب اس بزدل نے حبیب رسولؐ پر حملہ کیا تھا تو اسکی چکی کے پاٹ کو شیر خدا نے اس کی گردن میں ڈالدیا تھا جو کسی طرح نکالا نہ جا سکا تو بدری صحابہ نے خالد کو لاکر مولا کے قدموں پر ڈالدیا اور سفارش کی تو مولاؑ نے وہ طوق یہ کہتے ہوئے نکال کر پھینک دیا کہ جا تجھے آزاد کیا۔ بنی تیم کے نچلے درجہ کے ابوبکر کے قبیلہ کو عالی نسبی کدھر سے حاصل ہو گئی۔ حضرت عمر میں قوت خدا داد کہاں سے آ گئی البتہ ان میں اگر قوتِ خدا داد تھی تو اس کا مصرف یوں کیا کہ میدانِ جہاد سے بڑی تیزی سے فرار کر کے پہاڑ پر اچھل کود کرنے میں بز کوہی سے بھی زیادہ تیز گامی دکھائی۔ حضرت عثمان کی حیا کا بہت ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور بیان اس طرح کیا جاتا ہے گویا اس صفت میں

وہ حضرت رسولؐ سے بھی بڑھ کر تھے۔ ہر بہترین صفت کا معیار تو حضرت رسولؐ ہیں۔ آپ سے کسی کو بڑھانا کیا معنی صورت سے زیادہ تر ما کوئی حیا کا معیار نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی کمزوری اور معیوب ہے حیا صرف جسم چھپانے کا نام نہیں ہے بلکہ ناجائز افعال مثلاً خیانت، چوری، لوگوں کے حقوق غصب کرنے وغیرہ اس قسم کے حرکات کو قابل نفرت جاننے اور ان سے پرہیز کرنے کے جذبہ کا نام ہے۔ جو شخص خود ایسے افعال میں ملوث ہو جائے تو اس کی حیا کا کیا سوال ہے۔ بلکہ ایسے اشخاص سے پوچھنا پڑے گا۔ "شرم تم کو مگر نہیں آتی" اور ملاحظہ فرمایئے۔ ایک سنی صاحب کی لکھی ہوئی کتاب میں شجاعان اسلام کی فہرست اس طرح دی گئی ہے کہ بزدل مفرورین کے نام اوپر لکھ کر نوئیں نمبر پر شیر خدا کا نام دیا گیا ہے اور عمر بن العاص کا نام بھی مولاعؑ کے نام کے اوپر لکھا گیا ہے جو جنگ صفین میں شیر خدا کے سامنے ننگا ہو کر اپنی جان بچا کر بھاگا تھا۔ تاریخ الخلفاء میں سیوطی نے ابوبکر صاحب کو اشجع الناس لکھا ہے یعنی تمام دنیا کے لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر حالانکہ وہ عادی فراری اور بھاگنے میں بکرے سے بھی زیادہ تیز تھے اور فخر اس بات پر کرتے تھے کہ بھاگنے والوں میں سے میں پہلے واپس آیا۔ جلال الدین سیوطی نے اس ضرب المثل کی خوب تصدیق کی ہے۔

"برعکس نہند نام زنگی کافور"

ڈاکٹر حمید اللہ کا جہل مرکب | سقیفہ میں جو بیج بوئے گئے تھے
کچھ ایسے زہر ہلاہل کے تھے

کہ اُن سے دھنورہ اور اندراین کی پیداوار بیسویں صدی تک بھی جاری ہے اور نہ معلوم کب تک رہے گی۔ اسی پیداوار کی ایک شاخ خار دار ڈاکٹر حمید اللہ بھی ہیں جو اہلِ سنت کے نزدیک ایک بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ بغضِ علیؑ کا ایک وافر حصہ دل میں رکھتے ہیں اور مولائے کائنات کے کارناموں کو چھپانے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور اگر کسی کارنامے کا ذکر بھی کیا تو اس کو منقصت کا رنگ دے کر اپنی کتاب :

THE PROPHET ESTABLISHING A STATE

AND HIS SUCCESSION "

میں مولائے کائنات کے متعلق لکھتے ہیں۔

. THE SOCALLED HEIR PRESUMPTIVE

OF THE HOLY PROPHET

" یعنی رسولؐ کے نام نہاد قیاسی جانشین " اپنی کتاب "رسول اللہ کے میدان جنگ " کسی جنگ میں مولاؑ کے کارناموں کا تو کیا ذکر آپ کا نام تک نہیں لیا۔ جنگ اُحد کے بیان میں ایک شخص ابو دجانہ کی بہادری اور حضرت عائشہ کا میدان جنگ میں جاکر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا لکھا مگر شہرِ خدا کا ذکر بھی ندارد جنگِ خیبر کا ذکر بالکل اڑا گئے اور وجہ یہ بنائی کہ ان کو خیبر کے مقام تک جاکر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ کیا اب وہاں خیبر موجود ہے یا مولاؑ کا اکھیڑا ہوا دروازہ پڑا ہوا ہے آخر جا کر یہ کیا دیکھتے۔ کیا ان کا جا کر نہ دیکھنا اس کا جواز پیدا کرتا ہے کہ جنگِ خیبر

کا ذکر ہی نہ کیا جائے جس میں شیر خدا کے محیر العقول کارناموں کا ذکر اہل سنت کی بھی بے شمار کتابوں میں موجود ہے۔ حمید اللہ صاحب نے جنگ خندق کا ذکر کیا تو شیر خدا کی اس یادگار زمانہ شجاعت اور عمر ابن عبدود جیسے پہاڑ کے پرخچے اڑانے کو یکسر فراموش کر دیا اور الٹے شیر خدا پر یہ الزام لگایا کہ خندق میں ایک آدمی گر گیا تھا علیؑ نے جا کر اس گرے ہوئے آدمی کا گلہ کاٹا۔ دیگر امور کے بیان میں بھی یہ مودودی اور ندوی کے نہ صرف ہمنوا بلکہ کچھ قدم اور آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم نے ان کی جس کتاب کا پہلے ذکر کیا اس میں ابتداء اس طرح کرتے ہیں کہ:۔

"حال ہی میں ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے جو نہایت سنجیدگی سے غور کا مستحق ہے وہ یہ کہ سنی و شیعہ دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ تاریخی اعتبار سے حضرت رسولؐ کی رحلت کے عین بعد علیؑ جانشین رسولؐ نہیں ہوئے مگر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت رسولؐ کے بعد ان کے بلا فصل جانشین روحانی اعتبارات سے علیؑ ہی تھے۔ اور صوفیاء کے تمام سلسلے خواہ چشتیہ قادریہ ہوں یا سہروردیہ حضرت رسولؐ تک پہنچنے کے لئے بلا کسی اور وسیلہ کے صرف علیؑ ہی سے متوسل ہیں"۔ نئے رجحان کی دہائی دیتے ہوئے یہاں تک لکھنے کے بعد حمید اللہ صاحب نے ایک قلابازی لگائی اور خود اپنے لکھے کو نسیاً منسیاً کر کے اس کے برعکس الٹا قلم چلانا شروع کر دیا۔ بقول شاعر

مریض بغض پر لعنت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

صہ۸۳ پر وہ لکھتے ہیں "روحانی معاملات میں مرکزیت اور اجارہ داری کی ضرورت ہی نہ تھی اور صحابۂ رسولؐ میں سے بہت سے روحانی شغف رکھنے والے ایسے تھے جنھوں نے رسول اللہ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ یہ تمام صحابہ حضرت رسولؐ کے بعد ہی بلا فصل رسولؐ کے روحانی خلیفہ اور جانشین تھے۔ ابوبکر خلیفہ ظاہری بھی تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ روحانی خلیفہ بھی تھے۔ حضرت رسولؐ کے ان متعدد روحانی خلفاء میں سے ایک علیؑ بھی تھے" کسی کی جگہ جانشین یعنی اس کی جگہ پر بیٹھنے والا تو صرف ایک ہی ہو سکتا ہے۔ کئی شخص اس ایک جگہ پر کیسے بیٹھ سکیں گے حمید اللہ صاحب کی نظر نہ تو قرآن پر ہے نہ حدیث پر بلکہ دربردہ اغراض کے تحت وہ اپنے نفس کے بتائے ہوئے ایک مخصوص راستہ پر چلتے ہیں اور وہ واحد راستہ ہے بغض علیؑ حالانکہ حضرت رسولؐ نے بار بار تکرار کے ساتھ علی مرتضیٰ علیہ السلام کو احکام خدا کی بناء پر اپنا جانشین قرار دیں تو حمید اللہ صاحب کہتے چلے ہیں کہ:

"روحانی معاملات میں مرکزیت اور اجارہ داری کی ضرورت ہی نہ تھی"۔ اس ارشاد الٰہی کو بھی انہوں نے لائق اعتناء نہ سمجھا "اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (سورۂ نساء آیت ۵۴) یعنی: کیا لوگ حسد کرتے ہیں ان پر جن کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ علماء اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور آئمۂ اطہار کی شان میں ہے (ملاحظہ ہوں مناقب ابوالحسن المغازلی، وصواعق محرقہ ابن حجر مکی) اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے امامت عطا فرمائے۔ آیاتِ قرآنی سے مولائے کائنات کا بہ حکم خدا جانشین

رسولؐ قرار پائیں تو حمید اللہ صاحب اس کو اجارہ داری کا نام دیتے ہیں!!

یہ ایک محدث دہلوی کے اُسی جیسے ہوئے نوالہ کا اعادہ ہے کہ اولی الامر امت کی جانب سے مقرر کیا جائے تو باعث خیر ہے اور اللہ تعالیٰ مقرر کرے تو باعث شر ہے۔ حمید اللہ صاحب کی ایک اور فتنہ پردازی دیکھئے۔ حدیث غدیر خم کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مولا" کے سات مختلف معنی ہیں اور اس حدیث میں مولا کے معنی دوست کے ہیں۔ اپنی اس تعبیر کو صحیح قرار دیتے وہ ارشادِ رسولؐ ہی کو منقلب کر کے لکھتے ہیں: "اس کا ثبوت یہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے اعلان کیا کہ علیؑ میرا مولا ہے اور علیؑ کو اپنی زندگی میں اپنا مولا قرار دیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ آپ کی رحلت کے بعد علیؑ پیغمبر کے مولا ہوں گے۔" اسلام کے ہر فرقہ کی بیسیوں کتابوں میں ارشادِ پیغمبر من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ یعنی میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے درج ہے یہ کہاں فرمایا کہ "علی میرا مولا ہے" کسی صاحب عقل کو اس سے انکار نہ ہوگا کہ حمید اللہ صاحب کا حضرت رسولؐ کی ایک متفق علیہ مثبتہ حدیث کو بدل دینا لائق صد لعنت ہے۔

بعد میں تو صفحہ ۸۸ پر حمید اللہ نے اس حدیث کے وجود ہی سے انکار کر دیا اور اسکو بعد کی پیداوار قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں "یہ حدیث صحیح ہوتی تو ابو بکر کی خلافت کے وقت علیؑ اس فیصلہ کن اور ناقابل تردید دلیل کو اپنی تائید میں پیش کرتے" حمید اللہ صاحب جہل مرکب میں مبتلا ہیں

ان کی کسی بات میں استقلال ہی نہیں۔ اول تو حدیث غدیر کے بے شمار حوالے مستند کتب اہل سنت بہ شمول صحاح ستہ میں موجود ہیں (جن کے تکرار کی ہم یہاں ضرورت نہیں سمجھتے) اور اس حدیث کی صحت ہی سے انکار کرنا مخبوط الحواسی کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی سراسر غلط ہے کہ علیؑ نے اپنی تائید میں اس کو پیش نہیں کیا۔ متعدد کتب اہل سنت میں اس کا ذکر موجود ہے کہ علیؑ مرتضیٰ نے اس حدیث کو اپنے ادعائے خلافت کی تائید میں پیش کیا۔ (ملاحظہ ہوں مسند احمد ابن حنبل بروایت ابوطفیل و تاریخ الخلفاء سیوطی وغیرہ) صاحب حصن حصین شمس الدین جزری اسنی المطالب میں لکھتے ہیں کہ جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تو جناب فاطمہ زہراؑ نے بھی اپنے درخانہ پہ کھڑے ہو کر ارشاد رسول "من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" پر دلیل قائم کر کے علیؑ کے حق خلافت کا ادعاء کیا۔ حمید اللہ صاحب نے یہ تو تسلیم کیا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ حق خلافت کے لئے "فیصلہ کن اور ناقابل تردید دلیل ہے" جب حمید اللہ صاحب سے کہیں زیادہ مستند معروف و مشہور علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا تو حمید اللہ ہی کے الفاظ میں یہ علیؑ کے حق خلافت کی فیصلہ کن اور ناقابل تردید دلیل ہے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین شیخ الشیوخ جامعہ ازہر کا قول ہم نے پہلے درج کیا ہے یہاں ان کے صرف ایک جملہ کو دہرا دیتے ہیں جو حمید اللہ صاحب کے حسب حال ہے کہ "کچھ لوگ ایسے ہیں جو حضرت علیؑ کی دشمنی میں حد سے آگے بڑھ گئے اور یہی بات ان کی گمراہی کا باعث بنی"۔

## مولائے کائنات کا جمع کیا ہوا قرآن مسترد کیا جانا حضرت عثمان کی جہالت

علیؑ دشمنی، رسولؐ دشمنی، اسلام دشمنی اور منافقت ایک اور واقعہ کے وقت کھل کر سامنے آئی جو اس طرح ہے: حضرت عثمان نے قرآن جمع کرنے ایک کمیٹی بنائی جس میں زید ابن ثابت عبدالرحمٰن ابن زبیر سعید ابن العاص عبداللہ ابن حارث بن ہشام سب مخالفین علیؑ میں سے تھے۔ صدر کمیٹی زید ابن ثابت تو وہ شخص تھا جس نے مولا کی خلافت ظاہری کے وقت سب لوگوں کے بیعت کرنے کے باوجود بیعت نہیں کی۔ عثمان نے سب لوگوں سے قرآن کے نسخے طلب کئے۔ عبداللہ ابن مسعود جلیل القدر صحابیٔ رسولؐ نے بھی جو عالم قرآن اور محبان اہل بیت میں سے تھے اپنا نسخہ لے کر گئے اور جب دیکھا کہ نسخہ ہائے قرآن جلائے جارہے ہیں تو اپنا نسخہ دینے سے انکار کیا جس پر ان کی خوب زدوکوب کرکے ان کا نسخہ آگ میں ڈال دیا گیا۔ ابن ابی الحدید کی روایت کے بموجب حضرت عائشہ بھی کہا کرتی تھیں "اقتلوا حراق المصاحف" یعنی قرآن جلانے والے کو قتل کر ڈالو۔ سلامتیٔ دین کی خاطر مولائے متقیان بھی اپنا جمع کیا ہوا قرآن لے کر گئے مگر عثمان نے اس کو مسترد کر کے زید ابن ثابت کا جمع کیا ہوا قرآن رائج کیا۔ قابل غور ہے کہ حضرت فرماتے ہیں "القرآن مع علیؑ و علیؑ مع القرآن" اور یہ کہ ہر آیت کے ستر ظاہر اور ستر باطن ہیں اور ہر ظاہر و باطن علیؑ کے علم میں ہے۔ باب مدینۃ العلم فرمائیں قرآن مجید نے بھی "ثم اورثنا الکتٰب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

کے ذریعہ وارثِ کتاب ہونے کی توثیق کی اور کَفیٰ باللّٰہِ شَہِیداً

بَینی وَ بَینَکُم وَمَن عِندَہٗ عِلمُ الکِتٰب" کے ذریعہ

علیؑ کو پوری کتاب کا علم ہونے کی سند عطا فرمائی۔ خوارزمی نے مناقب

میں عبد خیر سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے جب حضرت رسولؐ

رحلت فرما گئے تو میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی پشت سے ردا نہ اتاروں گا

(یعنی آرام نہ لوں گا) جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ مولاؑ فرماتے تھے مجھے اس کا

علم ہے کہ کونسی آیت کہاں نازل ہوئی سفر میں یا حضر میں مکان میں یا پہاڑ

پر اور کس غرض سے نازل ہوئی۔ اور اس کے ظاہری معنی کیا ہیں اور باطنی

معنی کیا ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں

ہے اور جو کچھ فاتحہ میں ہے اس کا خلاصہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور

اس کا خلاصہ بائے بسم اللّٰہ میں ہے اور پھر اس کا خلاصہ بائے بسم اللّٰہ کے

نقطہ میں ہے اور فرماتے تھے "انا نقطۃ تحت بائے بسم اللّٰہ" کسی

عارف نے کہا ہے: "تو ہی آں نقطہ بالائے فوق اید یھیم

کہ در وقتِ تنزل زیر بسم اللّٰہ می آید" مولاؑ کے متعلق یہ روایت بھی

مسلمہ ہے کہ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک رکاب میں پاؤں رکھ کر دوسری

رکاب میں پاؤں ڈالنے یا راست ہو بیٹھنے تک ایک قرآن کا ورد فرمایا

کرتے تھے۔

سوچنے کی بات ہے کہ مولائے کائنات کا جمع کیا ہوا قرآن مستند اور

تلخیص بندی کے قبول کرنے کے لائق تھا یا ایسے غیر معتبر خبروں کا

جمع کیا ہوا قرآن۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو

تنزیل کے موافق جمع کیا تھا۔ طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۸ کی روایتوں کے اعتبار سے علامہ محمد بن سیرین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا قرآن ہم تک پہنچتا تو علم و حکمت کا بڑا خزانہ ہوتا کیونکہ آپ نے اس کو اسی ترتیب سے جمع کیا تھا جس ترتیب سے آیات نازل ہوئی تھیں اور کونسی آیات یا سورہ مقدم ہے یا موخر اور نہ زیر و زبر میں اشتباہ ہوتا۔ اب مکی آیتیں، مدنی آیتوں میں اور مدنی آیتیں مکی آیتوں میں مخلوط ہو گئی ہیں۔ پہلے کی آیتیں بعد اور بعد کی پہلے آنے سے ناسخ و منسوخ کے تعین میں دشواری پیدا ہو گئی ہے اور مطالب خلط ملط ہو گئے ہیں۔ حضرت رسولؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ "القرآن مع علیؑ و علیؑ مع القرآن" یعنی قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہے۔ مگر دشمنانِ اہل بیت نے باب مدینۃ العلم قرآنِ ناطق کے جمع کئے ہوئے قرآن کو مسترد کر کے اپنے نتھو خیروں کے ذریعہ جو سب دشمنانِ علیؑ تھے قرآن جمع کرنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریف قرآن اور آیتوں میں کمی و رد و بدل کی گئی۔ روایتیں وجود میں آ گئیں جو اہل سنت کی مستند کتابوں میں درج ہیں۔ چنانچہ تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ و اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر پر عبد اللہ بن عمر کی یہ روایت ہے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن حاصل کیا ہے کیونکہ بہت سارا قرآن کا حصہ جاتا رہا لیکن چاہیئے یہ کہے کہ جو کچھ ظاہر ہے اس کو میں نے حاصل کیا۔ کتب مذکورہ میں حضرت عائشہ کی زبانی یہ روایت

ہے کہ سورۂ احزاب میں جو رسول اللہ کے زمانے میں ہم پڑھتے تھے دو سو
آیتیں تھیں اب صرف تہتر ۷۳ آیتیں ہیں (مسند احمد ابن حنبل جلد ۲
صفحہ ۲۶۹ پر مذکور ہے کہ عائشہ کہتی تھیں کہ خداوند عالم نے آیۂ رجم
اور آیت رضاع الکبیر نازل فرمائیں۔ یہ دونوں آیتیں لکھی ہوئی میرے
تکیہ کے نیچے رکھی ہوئی تھیں۔ ہم آنحضرت کے مرض میں مصروف ہوئے
اور ایک بکری آکر کھا گئی۔ سیوطی، فخر الدین رازی، سفیان ثوری شہر
بن حوشب وغیرہ کئی محدثین نے مفصل سوروں کے نام اور آیتوں کو
بھی درج کیا ہے جو مکی مدنی سوروں میں مخلوط ہو گئی ہیں۔ سیوطی نے
حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ قرآن میں دس لاکھ ستائیس ۲۷ ہزار حروف
ہیں پھر سیوطی ہی لکھتے ہیں کہ قرآن میں کل تین ۳ لاکھ چھ ۶ سو اکہتر ۷۱ حروف
ہیں یہ روایت اتقان کے صفحہ ۷۲ پر لکھی ہے۔ اب شمار کے اعتبار سے
دو ۲ لاکھ سینسٹھ ۶۷ ہزار باون ۵۲ حروف ہیں۔ تمام محدثین کا اس پر اجماع ہے
کہ سب سے پہلی آیت جو جبرئیل لے کر نازل ہوئے وہ "اقرأ باسم
ربک الذی ۔۔۔ الخ تھی۔ اب یہ آخری پارہ میں
درج ہے۔ آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل
الیک ۔۔۔ الخ اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم
۔۔۔ الخ ۱۸/ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری غدیر خم میں نازل ہوئیں جو بالکل
آخری آیتوں میں ہیں مگر اب پانچویں سورۂ مائدہ میں درج ہیں۔
بہر حال ایسی متعدد روایتیں ہیں جن سے لوگوں کو تحریف قرآن کا شبہہ
پیدا ہو گیا اور یہ اہل سنت محدثین ہی کی تحریرات "اے باد صبا ایں

ہمہ آوردہ تست" کے مصداق ہیں۔

غور کیا جائے تو یہ اسلام کا ایک بڑا حادثہ ہے کہ رسول اللہ جس کو باب مدینۃ العلم قرار دیں اور فرمائیں کہ قرآن اس کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہے اس کا جمع کیا ہوا قرآن مسترد کر دیا جائے۔

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

یہ حضرت عثمان کا کارنامہ ہے جو جامع القرآن کہلاتے ہیں۔

شہزادی کونین کو محروم کرنے ابوبکر کا جھوٹی حدیث بنانا

جناب فاطمہ زہرا کو حکم قرآنی "وآت ذالقربی حقہ" کی بنا پر حضرت رسولؐ کے ہبہ کردہ علاقہ فدک و میراث پدری سے محروم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر نے متعدد آیات قرآنی کے خلاف ایک جھوٹی حدیث تیار کی۔ "نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث وما ترکناہ صدقہ" یعنی ہم گروہ انبیاء نہ میراث پاتے ہیں اور نہ میراث چھوڑ جاتے ہیں۔ اور جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ تفصیلات میں گئے بغیر ہم صرف دو آیات قرآنی کا حوالہ دیتے ہیں ایک سورۂ نمل کی آیت ۱۶ "ورث سلیمان داؤد" اور دوسری حضرت زکریا کی دعا وارث عطا کرنے کے لئے سورۂ آل عمران، سورہ انبیاء و سورۂ مریم میں مذکور ہے۔ سورہ مریم کی آیت ۵ و ۶ ہے۔ "انی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من آل یعقوب" یعنی

میں ڈرتا ہوں اپنے لونڈی غلام سے کہ میری جائداد کو (خلافِ شرع ناجائز مصرف میں برباد نہ کریں۔) اور میری بی بی (اُم کلثوم حضرت مریم کی خالہ) بانجھ ہے لیں، تو اپنی بارگاہ سے ایک وارث عطا فرما جو میری اور آلِ یعقوب کی میراث کا مالک ہو۔ ورثِ سلیمان داؤد میں بھی مال کی وراثت مقصود ہے کیونکہ نبوت وراثتاً نہیں پہنچتی۔ ان کھلی ہوئی آیتوں کے خلاف ابوبکر نے جھوٹی حدیث وضع کی اور وہ بھی اس طرح کہ ہم گروہِ انبیاء کہہ کر پورے انبیاء کے لئے میراث نہ ہونا بیان کیا۔ حالانکہ دو پیغمبروں کی میراثِ مال کا تو کھلا ہوا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اگر یہ واقعی ارشادِ رسولؐ ہوتا تو آنجناب سب سے پہلے اپنی دختر اور اہل بیت کو اس سے واقف کرتے کہ میرا کوئی ترکہ نہیں ہے اور ان کو صدقہ کھانے کے موقف میں نہ چھوڑ جاتے در آنحالیکہ صدقہ اہل بیت پر حرام ہے۔ محققِ حق گو مولانا شاہد زعیم فاطمی اپنے مقالہ "علی ابن ابی طالب اور ان کے سیاسی حریف" مطبوعہ اگسٹ ۱۹۷۷ء میں لکھتے ہیں "وضع حدیث کا یہ صریحاً پہلا ارتکاب تھا جو اسلام کے خلیفہ اول نے کیا۔ انہوں نے اہل بیت نبوت کو محروم کرنے کے لئے ایسی حدیث وضع کی جو بیسیوں آیاتِ قرآنی اور نصوصِ قطعیہ کے سراسر خلاف ہے" جناب سیدہؑ کے غصبِ حق کے متعلق خواجہ احمد میرؒ فرماتے ہیں

کفر در دل بر زبان اللہ اکبر داشتن

آلِ احمد کشتن و ہم حُبِ حیدرؑ داشتن

مرمرا باور نمی آید زروئے اعتقاد
حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن

دوسرے شعر میں حضرت خواجہ صاحب نے اس بات کو اور واضح کردیا ہے کہ میں اس بات کو ہرگز باور نہیں کرسکتا کہ جس نے حق زہرا کھایا ہو وہ مسلمان بھی تھا۔ خواجہ صاحب نے اپنی ایک اور منقبت میں (ملاحظہ ہو مناقب اہل بیت مطبوعہ نسطام ٹرسٹ حیدرآباد) حضرت رسول خدا و علی مرتضیٰ و جملہ دوازدہ آئمہ اہل بیت کے ناموں کے ساتھ وسیلہ سے اور بطور خاص شہزادی کونین کی آہ و فغاں کا واسطہ دے کر اپنی معفرت کی دعا کی ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

"یارب بہ سوزِ سینہ و افغانِ فاطمہ
یارب بہ آہ و نالہ آں سرور النساء

رسول خدا کی رحلت کے بچھتر یا نوے دن کے اندر تو جناب سیدہ کی شہادت واقع ہوگئی۔ اس دوران میں جو ظلم و ستم آپ پر ہوئے وہ ابوبکر و عمر ہی کی جانب سے تھے۔

## جامعہ نظامیہ کے ایک امتحان کی سرگزشت

اس سلسلہ میں میرے ذاتی علم کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموش جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے شیوخ میں شامل تھے (بعد میں امیر جامعہ بنے

اور اب ان کے ذی علم فرزند مولانا سید علی اکبر نظام الدین حسینی موجودہ سجادہ نشین وامیر جامعہ نظامیہ ہیں) موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ جامعہ کے امتحان میں بہ حیثیت ممتحن حدیث کا پرچہ ان کے ذمہ تھا۔ انہوں نے یہ لازمی سوال زیادہ نمبر کے ساتھ اپنے پرچہ میں رکھا: "ایک منفرد حدیث حضرت ابوبکر کی زبانی یہ بیان کی جاتی ہے "نحن معشر الانبیاء۔۔۔ الخ آیاتِ قرآنی کی روشنی میں اس کا جائزہ لو" حسب قاعدہ جب یہ پرچہ بورڈ آف اگزامنرس کے سامنے آیا تو دیگر شیوخ نے اعتراض کیا کہ اس سوال سے تو شیعت کی بو آرہی ہے۔ اس کو نکال دیجیئے۔ قطب میاں نے فرمایا کہ یہ تو ایک علمی سوال ہے اور آپ سب تو اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں آیات قرآنی سے بھی اس کا جواز ثابت ہونے دیجئے۔ جب اصرار بڑھا تو فرمایا میں مستعفی ہوسکتا ہوں مگر اس سوال کو نہیں نکال سکتا۔ مجبوراً وہ لوگ خاموش ہوگئے۔ قطب میاں نے فرمایا کہ جب جوابات کے پرچے ان کے سامنے آئے تو بے سرو پا مہمل جوابات دیکھ کر سب کو صفر دے کر فیل کر دیا۔ قطب بھائی نے (جیسا کہ میں انھیں پکارا کرتا تھا اور وہ مجھے حامد بھائی کہتے تھے) جامعہ نظامیہ کا اپنا ایک اور تجربہ بیان کیا۔ ایک جماعت میں تفسیر قرآن کا درس ہورہا تھا۔ قطب بھائی خاموشی سے جاکر پیچھے کھڑے ہوگئے۔ اتفاق سے ایک ایسی آیت کی تفسیر ہورہی تھی جو مولائے کائنات کی شان میں ہے جو استاد درس دے رہے تھے۔

انہوں نے اِدھر اُدھر کی باتیں بیان کیں مگر مولاؑ کا نام ہی نہیں لیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ آیت مولاؑ کی شان میں ہے۔ اب قطب بھائی استاد صاحب کے سامنے آگئے اور پوچھا کہ یہ آیت کس کی شان میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کی شان میں ہے۔ جب پوچھا کہ پھر آپ نے طالب علموں کو بتایا کیوں نہیں؟ تو کہا وقت کی تنگی کے سبب۔ قطب بھائیؒ نے ان کی خوب لے دے کی اور کہا کہ سب باتوں کے لئے وقت ہے مگر علیؑ کا نام لینے کا وقت نہیں ہے۔ مولائے کائنات کے فضائل کو چھپانا اہلِ سنت کی فطرت میں سرایت کر گیا ہے۔

## طلاق کے قرآنی احکام کو منقلب کر دینا

قرآن مجید میں طلاق کے احکام اس قدر وضاحت و تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ کے احکام بھی ویسی تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں چنانچہ ایک پورا سورہ ۶۵ "طلاق" کے نام سے ہے اور اس میں صرف طلاق ہی کے احکام ہیں۔ ان کے اعتبار سے طلاق عورت کے تین طہر کے بعد یعنی ایک ایک طہر کے وقفہ سے ایک ایک مرتبہ کہی جا کر تیسری بار کہی جائے تب قطعی ہوتی ہے درمیان میں یہ بھی ہدایت ہے کہ اگر رجوع کر لو تو بہتر ہے۔ پھر تیسری مرتبہ کی آخری طلاق کے لئے یہ شرط ہے کہ اپنے لوگوں میں سے دو عادل گواہوں کی گواہی ہونی چاہیئے۔ پھر گواہوں کو بھی یہ حکمِ الٰہی ہے کہ ایمان کی گواہی دینا۔ ان سب ہدایتوں کے بعد سب سے اہم بات یہ ہے کہ ارشادِ الٰہی

ہے ان احکام پر عمل کرنے کی نصیحت اُسی شخص کے واسطے ہے جس کا ایمان اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ہوگا۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں: ذٰلِکُم یُوعَظُ بِہٖ مَن کَانَ یُؤمِنُ بِاللّٰہِ وَالیَومِ الآخِرِ۔ ان تمام احکام خداوندی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت عمر نے آن واحد میں طلاق طلاق طلاق کہتے ہی طلاق بائن واقع ہوجانے کا حکم صادر کر دیا۔ خواہ عورت ناپاکی کی حالت میں ہو مرد غصہ میں ہو، نشہ میں ہو بیماری کی وجہ دماغ ماؤف ہو جس حالت میں بھی ہو تین مرتبہ طلاق کہتے ہی قصہ ختم۔ واضح احکام الٰہی کی بناء پر نتیجہ صاف یہ نکلا کہ حضرت عمر کا نہ تو خدا پر ایمان تھا اور نہ روزِ قیامت پر۔ کمال تو یہ ہے کہ آج تک بھی سب اہل سنت مسلمان حضرت عمر کے اس حکم کو قرآنی احکام سے بھی زیادہ قابل تعمیل سمجھتے ہیں اور حضرت عمر کی خاطر منکر خدا و قیامت ہونا یعنی کافر ہونا بھی انہیں بطیبِ خاطر منظور ہے۔

خود سنیوں کے ایک بڑے عالم منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار و جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ نے دارالسلام حیدرآباد میں ۲۰/ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو منعقد ایک جلسہ عام میں بیان کیا کہ "طلاق کا عام طریقہ (حضرت عمر کا قائم کیا ہوا) جو رائج ہے غلط ہے اور طلاق سوچا سمجھا تین ماہ کا فیصلہ ہے" مولانائے موصوف کی یہ تقریر اخبار سیاست مورخہ ۲۱/ اکتوبر ۱۹۸۵ء

کو طبع ہو چکی ہے۔

واضح یاد کہ شیعانِ حیدر کرار کے پاس طلاق کے لئے اُن پورے احکام کی تعمیل لازمی ہے جو سورۂ طلاق میں بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عمر نے صرف طلاق ہی کے قرآنی احکام کو نہیں بدل ڈالا بلکہ دین میں اور بھی بہت کچھ تراش خراش کی ہے جس کو حضرات اہل سنت نے آمنا وصدقنا کہہ کر قبول کئے ہوئے ہیں۔ اِس تراش خراش کا ذکر ہم نے موقعہ بہ موقعہ کیا ہے۔ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اولیاتِ عمر کی ایک طویل فہرست دی ہے جس میں متعہ کو حرام قرار دینا، صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیرٌ من النوم" داخل کرنا۔ اذان سے "حیّ علیٰ خیر العمل" کا جملہ نکال دینا بھی شامل ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو ان منکران احکام خدا و رسولؐ کا مولائے کائنات سے بغض قدم قدم پر ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ حضرت عمر نے اذان سے "حیّ علیٰ خیر العمل" کو جو خارج کر دیا اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے۔ یوم غدیر خم حکم رسولؐ پر سلمان نے لوگوں کو جمع کرنے اذان کا یہی جملہ دُہرا کر پکارا تھا لہٰذا ان کلمات سے یوم غدیر مولائے کائنات کی شان میں حضرت رسولؐ کا خطبہ علیؑ کی جانشینی کا اعلان خود عمر صاحب کا بخ بخ "علیؑ کو مبارکباد دینا سب کچھ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور منکرین کے لئے تازیانہ کا کام کرتا ہے انہوں نے کہا کہ کسی طرح اسے نسیاً منسیا ہی کردو۔ اس جملہ ہی کو اذان سے غائب کردو۔

## خلفاء ثلاثہ کے متعلق مشہور مستشرقین کی رائے

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن اپنی کتاب ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر جلد (۱) صہ ۱۲۴ پر لکھتے ہیں۔

"THE PERSECUTORS OF MOHAMMED USERPED THE INHERITENCE OF HIS CHILDREN AND THE CHAMPIONS OF IDOLATORY BECOME THE SUPREME HEADS OF HIS RELIGION AND EMPRIE."

یعنی، محمدؐ کا پیچھا کرنے والے اور اذیت دینے والوں نے ان کے اہل بیت کا حق غصب کر لیا اور کل تک جو بت پرستی کے علمبردار تھے آج محمدؐ کے مذہب اور سلطنت کے کرتا دھرتا بن گئے۔ یہ نام نہاد خلفاء مذہب کو اپنی اغراض کے سانچے میں ڈھالتے رہے جیسا کہ فلپ کے ہٹی نے اپنی کتاب ہسٹری آف عرب ہسٹری صہ ۱۰۳ پر لکھا ہے:

"MAKING RELIGION A HAND-MAID OF POLITIES WAS NO NOVELTY IN ISLAM."

یعنی: اسلام کو سیاست کی تابعدار کنیز بنانا اسلام میں کوئی نئی بات نہ تھی۔

## خلفاء ثلاثہ کی جہاد سے فراری

خلفاء ثلاثہ ہر جہاد سے رسولؐ خدا کو چھوڑ کر فرار

کرتے رہے اور کبھی ان کے میدان میں ٹکنے کا موقع ہی نہیں آیا۔ ان فرارین کی فراری اہل سنت کی متعدد کتابوں میں مذکور ہے۔ جن کے حوالے ہمارے پاس موجود ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ان کی فراری کا ذکر موجود ہے یہ بھی صریح اعلان ہے کہ جہاد سے بھاگنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ شبلی نعمانی نے الفاروق میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جنگ احد سے اپنی فراری کو خود تسلیم کیا ہے مگر وہ اس بات کو محض اس وجہ سے قبول کرنا نہیں چاہتے کہ جنگ سے فرار ایسا بڑا عار تھا کہ کوئی اس کا اقبال نہیں کر سکتا۔ شبلی صاحب کی یہ خوش فہمی بھی لائق داد ہے اس میں شبہہ نہیں کہ نہ بھاگنے والے کے لئے بھاگنا عار ہے مگر جو عادی فرار ہو اس کے لئے عار کا کیا سوال ہے۔ جنگ خیبر سے صحابہ کی فراری کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے۔ (آل عمران آیت ۱۵۳) میں موجود ہے۔ "اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم" یعنی جس وقت تم لوگ بھاگے جاتے اور پہاڑ پر چڑھتے تھے اور مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے حالانکہ رسولؐ خدا تم کو پکارتے ہی رہے۔ واشنگٹن ارونگ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۵ پر لکھتا ہے۔

"THE MUSLIMS FLED IN DESPAIR WITH THEM ABU BAKAR AND OMAR."

سورہ آل عمران کی آیات ۱۶۶، ۱۶۷ میں اس کا بھی تذکرہ ہے کہ یوم احد جو مصیبت ڈالی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے عمداً ڈالی تھی

تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون بھاگتا ہے اور منافق ہے اور کون ثابت قدم رہتا ہے اور مومن ہے اس طرح بھاگنے والے صحابہ بشمول (ابوبکر وعمر و عثمان جو تین دن کی مسافت تک بھاگے تھے) از روئے قرآن منافق قرار پائے۔ جنگ خندق جو جنگ احزاب بھی کہلاتی ہے۔ ایک سورہ قرآن بھی احزاب کے نام سے ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آیت ۸ تا ۱۱ میں صحابہ کی یہ کیفیت بیان فرمائی ہے کہ "جس وقت وہ تمہارے اوپر آپڑے اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی چل پڑے اور جس وقت تمہاری آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں اور کلیجے منہ کو آگئے تھے اور خدا پر تم طرح طرح کے خیال کرنے لگے تھے یہاں پر مومنوں کا امتحان لیا گیا تھا اور خوب جھنجوڑے گئے تھے" اسی سورہ کی آیت ۱۸ور ۱۹ میں ارشاد ہے "تم میں سے جو لوگ دوسروں کو جہاد سے روکنے ہیں خدا ان کو خوب جانتا ہے . . . . . جب خوف کا وقت آپڑا تو تم دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی چھا جائے" سورہ محمدؐ کی آیت (۲۰) میں بھی جہاد سے جی چرانے والوں کا ذکر اس طرح ہے۔ "جہاد کا بیان ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو گے کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی چھا جائے تو ان لوگوں پر وائے ہو"۔

اب ذرا جنگ خندق کے موقعہ پر حضرت عمر کا عمل قابل غور ہے جو روایتوں سے اس طرح ثابت ہے کہ جب عمر ابن عبدود معہ اپنے

دیگر ساتھیوں کے خندق سے گھوڑوں کو جست کرا کے اس پار نکل آیا اور مبارز طلبی کرنے لگا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا مَنْ هٰذَا الکلب یعنی اس کتے کے مقابلہ کو کون نکلتا ہے۔ شیر خدا فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے مگر حضرت رسولؐ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤں۔ پھر دو مہروں کی طرف دیکھا اور حضرت عمر سے بھی اشارتاً فرمایا کہ مقابلے کے لئے اٹھیں۔ مگر حضرت عمر کا یہ حال رہا کہ مقابلہ کی ہمت کرنا تو درکنار الٹے عمر ابن عبدود کی مدح سرائی اور اس کی بہادری کا ذکر کرنے لگے کہ اس کے مقابلہ کون جا سکتا ہے آیات متذکرہ بالا پر غور کیا جائے تو وہ حضرت عمر پر پوری طرح صادق آتی ہیں جن کا اختتام ایسے شخص پر واُے ہو پر ہوتا ہے۔ محتاج بیان نہیں کہ شیر خدا ہی ہر مرتبہ مقابلہ کے لئے جانے اُٹھ کھڑے ہوتے رہے اور تیسری مرتبہ حضرت رسولؐ نے شیر خدا کو جانے کی اجازت دی اور شیر خدا نے اس دیو ہیکل پہلوان کے پرخچے اڑا دیئے۔ جنگ خیبر میں علم عطا کئے جانے کے فرمان رسولؐ میں خود صحابہ کی فراری کا اشارہ موجود ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر ایک ایک دن علم لے کر خیبر پر گئے تھے مگر مرحب و حارث و عنتر نے جو بھگایا تو اپنے ڈیروں میں واپس آکر دم لیا حضرت عمر فوج پر الزام لگاتے تھے کہ فوج بھاگی تو میں اکیلا کیا کرتا۔ فوجی حضرت عمر پر نامردی کا الزام لگاتے تھے کہ سردار پہلے بھاگا تو فوج بھی بھاگی۔ اس بناء پر حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ "کل میں علم ایسے مرد کو عطا کروں گا جو بھاگنے والا نہیں ہے اور تابڑ توڑ حملہ کرنے والا ہے وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے

ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ یہاں ہم کو جنگ خیبر بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ شیر خدا نے کس طرح مرحب و حارث وعنتر اور ان جیسے کئی پہلوانوں کے تہ قلم کر دئے اور درِ خیبر اکھیڑ کر فوج کو اس پر سوار کرا کے خندق کے پار قلعہ میں داخل کر دیا۔

جلال الدین سیوطیؒ حافظ ابو بکر ابن مردویہؒ ابی حاتم ابن عساکر اور کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ سورہ احزاب ہی کی یہ آیت وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویاً عزیزاً علی مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ صاحب نزہتہ الارواح نے اور اضافہ کیا ہے کہ "وہ شیر جس نے کبھی پیٹھ کی طرف رخ نہ کیا (یعنی بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا) وہ نڈر دل جو ایک نعرہ میں ایک لشکر عظیم کو دو پارہ کر ڈالتا تھا اور وہ صعفدر جو ایک حملہ میں نو قلعوں کو پارہ پارہ کر کے پھینک دیتا تھا وہ علیؑ تھا۔"

جنگ حنین میں بھی جو یکم شوال ۸ ہجری کو لڑی گئی صحابۂ کرام بھاگ کھڑے ہوئے جیب السیر و روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد ابن ولید بھاگے ان کی شجاعت کے تعلق سے یہ شعر صادق آتا ہے۔

چلی تلوار جس کی کفر کی امداد میں برسوں
مسلمانوں میں آں کا نام سیف اللہ ہے ساقی

ان کے بعد قریش کے نو مسلم چلتے پھر ایک ایک کر کے مہاجرین و انصار نے راہِ فرار اختیار کی۔ حضرات شیخین بھی بھاگے۔ ابوسفیان نے

بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو دیکھ کر خوب بغلیں بجائیں اور کہہ رہے تھے کہ ابھی کیا ہے ابھی تو مسلمان سمندر تک بھاگیں گے صفوان بن امیہ کا بھائی کلدہ کہہ رہا تھا اب محمدؐ کا جادو جاتا رہا۔

صحیح بخاری میں ہے ابو قتادہ نے کہا سب مسلمان بھاگ نکلے ہم بھی بھاگے۔ ان ہی بھاگنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے کسی نے پوچھا کیوں بھاگے جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ کی مرضی یوں ہی ہے۔ تاریخ الخمیس، مسند ابن قیمؒ، جمع بین الصحیحین حمیدی اور سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صـ ۱۲۳ میں مرقوم ہے جنگ حنین میں ایک وقت ایسا آگیا تھا کہ سب صحابی بھاگ نکلے اور صرف چار آدمی حضرت رسولؐ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے یعنی علیؑ۔ عباسؓ ابن عبدالمطلب۔ ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہؓ ابن مسعود۔ حضرت رسولؐ فرارین کو غیرت دلانے یا اصحاب الشجرہ یا اصحاب السمرہ کہہ کر پکار رہے تھے اور آخر میں ایک ایک کا نام لے کر بھی پکارا مگر کوئی پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ تاریخ الخداء، مسند احمد ابن حنبل، ابن عساکر اور کنزالعمال میں لکھی ہے کہ تمام صحابہ بشمول ابوبکر عمر و عثمان میدان سے فرار کر گئے صرف شیر خدا اور دو بنی ہاشم اور ایک غیر بنی ہاشم عبداللہ ابن مسعود ثابت قدم رہے۔ مسلمانوں کے بھاگنے کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۲۵ میں موجود ہے۔

**خلفاء ثلاثہ کا مبینہ جہاد** | خلفاء ثلاثہ خود تو ہمیشہ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر میدان جہاد سے

فرار کرتے رہے اور جب حکومت پر قبضہ کر لیا تو لوٹ کھسوٹ، غارت گیری اور ملک گیری کے لئے اطراف واکناف کے ملکوں پر کثیر فوج کے بل بوتے مال غنیمت کی لالچ میں حملے اور فساد برپا کرتے اور اسلام کو بدنام کرتے رہے۔ اس ضمن میں ہم بعض مشہور علماء اہلِ سنت کے بیانات نقل کرتے ہیں: شبلی نعمانی الفاروق صـ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں "حضرت ابوبکر نے شام پر لشکر کشی کی تو فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میں سے ہر وہ شخص جو مارا جائے گا۔ شہید ہو گا اور جو بچ جائے گا مدافع علی الدین ہو گا۔ شبلی صـ ۱۰۹ پر لکھتے ہیں۔ حضرت عمر مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا صـ ۲۵۶ پر لکھتے ہیں حضرت عمر تمام مدت خلافت میں ایک دفعہ بھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے (بس اپنی جان کی خیر مناتے رہے) عورتوں کو بھی لوٹ کھسوٹ مال غنیمت کا اس قدر چسکہ لگ گیا تھا کہ مردوں کے ساتھ خود بھی لڑنے جایا کرتی تھیں۔ الفاروق صـ ۱۲۵ شبلی لکھتے ہیں: اس معرکہ کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ امیر معاویہ کی ماں ہندہ حملہ کرتی ہوئی بڑھتی تھیں امیر معاویہ کی بہن جویریہ نے بھی بڑی دلیری سے جنگ کی صـ ۱۸۱ پر لکھتے ہیں: "رومی بھاگتوں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہونچ گئے۔ عورتیں یہ دیکھ کر بے اختیار باہر نکل پڑیں۔ سخت غصہ آیا اور خیمہ کی چوبیں اکھاڑ لیں اور اپنے مردوں کو پکارا نامردو ادھر آئے تو چوبوں سے تمہارا

مہر توڑ دیں گے" سیرۃ النبی صـ ۱۴۴ پر شبلی لکھتے ہیں "سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ لوگوں کو مال غنیمت کے ساتھ اس قدر شغف تھا کہ لڑائیوں کا بڑا سبب یہی ہوتا تھا۔ الفاروق صـ ۱۵ پر شبلی لکھتے ہیں: حضرت عمر نے عام لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ اپنے ہاتھ سے متعدد علم تیار کئے اور جدا جدا ممالک کے نام سے نامزد کر کے مشہور افسروں کے پاس بھیجے۔ بارہ ممالک کے لئے بارہ علم بھیجے گئے چنانچہ سنہ ۲۱ ہجری میں یہ افسر اپنے اپنے متعینہ ممالک کی طرف روانہ ہوئے۔ صـ ۲۳۶ پر لکھتے ہیں: "دوران جنگ دشمن کا مال و جائداد لوٹنا بھی عام رواج تھا خصوصاً جبکہ رسد ٹھہر جاتی تھی تو یہ فعل جائز سمجھا جاتا تھا حالانکہ حضرت رسولؐ نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی تھی اور بھرے اس طریقہ کو ناجائز قرار دیا تھا اور فرمایا تھا لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے۔ شبلی نے اس کے لئے صحیح مسلم، سنن دارمی، صحیح ابن داؤد اور مسند احمد ابن حنبل کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ الفاروق کے صـ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔ "رسد کا بندوبست پہلے صرف اس قدر تھا کہ فوجیں آس پاس کے دیہات پر حملہ کر کے جنس و غلہ لوٹ لاتی تھیں البتہ گوشت کا بندوبست دارالخلافہ سے ہوتا تھا یعنی حضرت عمر مدینہ منورہ سے بھیجا کرتے تھے۔ شبلی یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حالت نماز میں جنگ کے نقشے تیار کیا کرتے تھے۔ صـ ۲۵۸ پر لکھتے ہیں "جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہوئی آج تک کوئی شخص فاروقِ اعظم کے برابر فاتح اور کشورستان (دوسروں کا ملک

چھیننے والا) نہیں گزرا"۔ قابلِ غور ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر اور اس طرح حضرت عثمان نے اللہ تعالیٰ کے حکم لا اکراہ فی الدین اور لکم دینکم اور حضرت رسول کے حکم کا کہ لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے کیا مذاق اڑایا ہے۔ بقول ایک ہندو محترم شاعر بنارسی لعل ورما کے

"کسی پہ ناز کرتے ہو تمہاری داستاں یہ ہے"

## ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا بیان

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے فتنۃ الکبریٰ کے صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے کہ "حضرت ابوبکر نے عربوں کا رخ فتوحات کی طرف موڑ دیا" صفحہ ۱۵۱ پر حضرت عثمان کے متعلق لکھتے ہیں۔ "حضرت عثمان کے زمانے میں تو صوبہ کے گورنروں کے درمیان شدید مقابلہ رہا کہ فتوحات میں کس کا پلہ بھاری رہتا ہے کسی شہر کی آبادی پر پہلے کون قبضہ کرتا ہے اور کون سب سے زیادہ مالِ غنیمت لوٹ کر ایک طرف فوج کو اور دوسری طرف صوبہ کے حاکم کو اور تیسری طرف مدینہ میں خلیفہ اور اصحاب رسول کو خوش کرتا ہے"۔ الفاروق صفحہ ۳۵۸ پر شبلی لکھتے ہیں "جنگ کی وسعت جس میں تمام قوموں کو داخل کر لیا تھا اسلام کی ایک فیاضی تھی ورنہ فتوحات ملکی کے لئے عرب کو اپنی تلوار کے سوا کسی اور کا ممنون ہونا نہیں پڑا"۔ شبلی کی تحریر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ نام تو مسلمان کے جہاد کا رکھا گیا مگر مختلف قوم کے لوگوں کو فوج میں بھرتی کر کے لوٹ کھسوٹ کے لئے ایک بین الاقوامی فوج تیار کی گئی۔ لوٹ کھسوٹ

غارتگری کے لئے اِس قسم کی فوج تیار کرنے کو مذہب اسلام کی فیاضی ٹھہرانا شبلی صاحب ہی کی کرامت ہے۔ ان کی نظر میں لوٹ کھسوٹ غارت گری بھی گویا مذہب اسلام کا ایک رکن تھا۔

## سر سید احمد خاں کا بیان

سر سید احمد خاں اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید میں جو احکام لڑائی کے نہایت نیکی اور انصاف پر مبنی تھے ان کو مسلمانوں نے جو خلیفوں اور بادشاہوں کے نام سے مشہور ہوئے دینداری کے بہانے اپنی خواہش نفس کو پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی برتی اور وحشی درندوں سے بدتر کام کیا اور علمائے اسلام نے ان کی تائید کے لئے ایسے مسئلے بیان کئے جو اسلام کی روحانی نیکی کے عین خلاف تھے۔

## ڈاکٹر ابوبکر خاں ملیح آبادی کا بیان

ڈاکٹر ابوبکر خاں لکھتے ہیں "عربوں کی اس ہوس ملک گیری نے تمام مذاہب عالم اور اسلام کے درمیان مخالفت و معاندت کی ایک وسیع خلیج قائم کردی جس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے نفرت پیدا ہوگئی اور اقوام عالم کی نظر میں مسلمان کانٹا بن کر کھٹکنے لگے۔

## ڈاکٹر شاہد رنعیم فاطمی کا اظہار خیال

مولانا فاطمی اپنے مقالہ "علی ابن ابی طالب اور ان کے سیاسی حریف" میں لکھتے ہیں: یہ کیسی اسلامی حکومت تھی جس کی اپنی

حدودِ سلطنت میں عوام ظلم وستم کی چکی میں لپس رہے تھے جس نے اجتماعی
وانفرادی آزادیوں کا گلہ گھونٹ دیا تھا۔ جبر واستبداد کے باعث
حرم کعبہ تک محفوظ نہ رہا۔ جس کی جیرہ دستیوں نے مدینتہ الرسول
کی عزت وناموس کو لوٹا اور جس نے لاکھوں بے گناہوں کو تہہ تیغ کیا۔
اس ظلم واستبداد کے ساتھ یہ لوگ ایک عالم کو مسلمان بنانے
چلے تھے۔

ع ۔ تو درونِ در چہ کردی کہ برونِ خانہ آئی

جان ڈیون پورٹ اور فلپ ہٹی کا بیان | جان ڈیون پورٹ
اپنی کتاب "این اپولوجی
فار محمد اینڈ دی قرآن" صفحہ ۵۲ پر خلفاء ثلاثہ کے مبینہ جہاد کے
متعلق لکھتا ہے۔

IN TWELVE YEARS THEY REDUCED TO OBEDIENCE
86 THOUSAND CITIES, TOWNS AND CASTLES,
DESTROYED FOUR THOUSAND TEMPLES OR
CHURCBS AND BUIL FOURTEEN HUNDRED MOSQUES

یعنی بارہ برس کے عرصہ میں انہوں نے چھتیس ہزار قریے اور قلعے زیر
کیئے اور چار ہزار مندروں اور کلیساؤں کو ڈھا دیا اور چودہ سو
مسجدیں تعمیر کیں۔ فلپ کے ہٹی اپنی کتاب میکرس آف عرب
ہسٹری کے صفحہ ۱۹ پر لکھتا ہے۔

"THROUGHOUT THAT LONG PERIOD OF CONFLICT, PORTRAIT OF PROPHET MOHAMMAD WAS THAT OF A FALSE PROPHET, AN IMPOSTER!"

یعنی ان لڑائیوں کے پورے طویل دور میں پیغمبر محمدؐ کی تصویر ایک جھوٹے رسولؐ ایک جعلساز کی بنی رہی" (معاذ اللہ)

## این چہ بوالعجبی است

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے مجھے سرداری لشکر کی تمنا اُس دن کے برابر کبھی نہیں ہوئی۔ جب خیبر میں حضرت رسولؐ نے دوسرے دن علم دینے کا اعلان فرمایا۔ یہ واقعی حیرت ناک بات ہے کہ حضرت عمرؓ ہمیشہ تو میدان جنگ سے فرار کرتے رہے اور ابھی تین چار روز پہلے لشکر لے کر [illegible] گئے تھے مگر پلٹ کر بھاگ آئے تھے۔ فوج آپ کو "نامرد، نامرد" کہہ رہی تھی۔ پھر جب حضرت رسولؐ نے اعلان فرمایا کہ کل میں علم ایک ایسے مرد کو دوں گا جو کرار غیر فرار ہے' تو آپ کو سرداری کا خیال ہی کیسے پیدا ہوا۔ فرار کر کے آئے تھے تو غیر فرار کیسے بن جاتے اور آپ کے لشکریوں نے تو آپ کو نامردی کی سند دے دی تھی پھر دلیر بن جاتے۔ ٹھیک ہے۔ بے غیرتی سلامت ہے تو پھر کیا غم ہے ہوائی قلعے بنایا کیجئے۔ نمازیں جنگ کے نقشے تو بنایا ہی کرتے تھے اور بیت المال کا حساب کیا کرتے تھے۔

## قرآن مجید

وہ کون ہے جسے قرآن نے رسول اللہ کا سب سے زیادہ جھگڑالو دشمن کہا ہے

سورہ بقرہ آیات (۲۰۴ تا ۲۰۶) میں حضرت رسولؐ کے ایک

دشمن کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲۰۴) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (۲۰۵) وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (۲۰۶)

متذکرہ بالا آیات میں سے آیت ۲۰۵ کے شروع میں تَوَلّٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لغت کے اعتبار سے دو معنی ہیں۔ اقتدار حاصل ہونا یا روگردانی کرنا۔ ہم نے آیات صدر نے ترجمہ میں دونوں معنی درج کر دیئے ہیں قارئین ملاحظ فرمائیں گے کہ آیات کے سیاقِ عبارت کے اعتبار سے ان دونوں میں سے کسی معنی سے بھی مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ترجمہ اس طرح ہے:۔ (اے رسولؐ) لوگوں میں سے ایک ایسا بھی ہے جس کی باتیں اس دنیوی زندگی میں تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ اس پر خدا کو گواہ بھی کرتا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے اور جہاں اس کو اقتدار حاصل ہوا تمہاری طرف سے منہ پھیر لیا تو ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے لگا تاکہ ملک میں فساد پھیلائے اور زراعت و نسل کو ہلاک کرے۔ اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور جب اس شخص سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو اس کا

غرور گناہ پر اور ابھارتا ہے پس ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت کا نشانہ بظاہر کون شخص ہے ہم قارئین کو نہیں بتائیں گے تاکہ اس جدوجہد میں وہ خود بھی ہمارا ساتھ دیں۔ ہم صرف آیات کے ان نکات کی طرف اشارہ کر دیں گے جو سب مل کر ایک خط مستقیم کی طرح ایک شخص واحد تک جا کر رک جاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ "اَلَدُّ الْخِصَامِ" یعنی حضرت رسول کے سب سے زیادہ جھگڑالو دشمن کا نام دیا۔ آخر میں ہم اس شخص کے افعال کی کچھ تفصیلات درج کریں گے جس کے بعد قارئین اَلَدُّ الْخِصَام کا خود تشخیص کر لیں گے۔

سورہ فرقان کی آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ "یعنی ہم نے مجرمین میں سے ہر نبی کے دشمن بنا دئیے ہیں۔ یہ تو اللہ کی طرف سے ایک کلیہ کے طور پر بیان فرمایا گیا کہ ہر نبی کے کچھ دشمن ضرور ہوتے ہیں مگر سورہ بقر کی آیات محولۂ بالا میں حضرت رسول کے ایک مخصوص دشمن کا ذکر ہے جو دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو تھا۔ اب ان آیات کے رہنمایانہ خطوط پر غور فرمائیے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ انبیاء سلف میں سے کسی نبی سے خطاب نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خطاب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت رسول کے کئی دشمن تھے اور منافقین

بھی آپ کے دشمن تھے ہی۔

تیسری بات یہ ہے کہ ان دشمنوں میں سے سب سے زیادہ جھگڑالو ایک دشمن تھا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ مسلسل جھگڑوں یا جھگڑالو قرار پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دشمن رسول اللہ کے قریب رہا ہو ورنہ بار بار جھگڑا کرنا ممکن نہ ہوتا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ وہ بظاہر اپنے کو رسول اللہ کا دوست بتاتا ہو۔

چھٹی بات یہ ہے کہ اس دشمن نے حضرت رسول سے روگردانی کی ہو اور اس کو اقتدار بھی حاصل ہوا ہو۔

ساتویں بات یہ ہے کہ اقتدار کے ساتھ ہی ملک میں فساد برپا کرنے لگا ہو اور اطراف و اکناف (حملے کر کے) لوٹ کھسوٹ اور لوگوں کی معیشت (زراعت) کو تباہ اور بے قصور لوگوں کے قتل کا باعث ہوا ہو۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ جب حضرت رسول صلعم خدا سے ڈرائیں اور اپنے بعد گمراہی سے بچانے کا سامان کرنا چاہیں تو اس شخص کا غرور اور گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور رُو در رُو حضرت رسول صلعم سے گستاخی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

آخر میں ارشادِ الٰہی ہے کہ ایسے شخص کے لئے جہنم ہی کافی ہے اور وہ تو ہے ہی برا ٹھکانہ ہے۔

قارئین ان خطوط کی روشنی میں اب یہ تلاش کریں کہ حضرت رسول ؐ کے قریب رہنے والوں یعنی صحابہ میں سے کون صحابی ان شرائط کی تکمیل کرتا ہے ۔ یہ تو عام رہنمایانہ خطوط تھے۔ اب ہم صحابۂ رسول ؐ میں سے ایک کے کچھ افعال کی تفصیل بیان کریں گے اور قارئین ملاحظہ کریں گے کہ ان میں کے تمام افعال شرائط متذکرہ صدر کی تکمیل میں پورے اترتے ہیں اور خود بخود اس "الاختصام" کا غیر مبہم شبہہ سے خالی اور یکتا تشخص ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم اپنی کتاب خلافت و امامت کے صفحات (۱۱۶ تا ۱۲۵) کی عبارت کا کچھ اقتباس پیش کرتے ہیں۔

ایک صاحب تھے جو سقیفہ کی پیداوار نہیں بلکہ سقیفہ معماروں میں سر فہرست تھے۔ اور اس پر ان کو بڑا ناز بھی تھا۔ شبلی نعمانی ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں تو قہر مجسم تھے ہی اور اسلام لانے کے بعد بھی مدتوں یہ رنگ ان کی طبیعت سے نہیں گیا۔ شہزادیٔ کونین کے گھر پر آگ لے جانے کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کی شدید طبیعت سے یہ بعید نہ تھا۔

پروفیسر عبد العلی لکھتے ہیں۔

"THIS WAS TYPICAL OF THE MAN"

تاریخ میں ایسے شخص کا ذکر ملتا ہے جو خود کہتا تھا کہ میں رسول ؐ اللہ کا سخت دشمن تھا اور ان کو قتل کرنے کے ارادے سے چلا تھا۔ یہ شخص اسلام لانے کی علت میں اپنے رشتہ داروں کو بھی زدوکوب کیا کرتا

تھا اور اپنی چھوکری کو بھی مارتے مارتے تھک جاتا تو کہتا ذرا دم لے لوں تو اور ماروں۔ بظاہر اسلام لانے کے بعد بھی ان کو رسول اللہ کی رسالت پر ہمیشہ شدید شک ہوتا رہا اور رسول اللہ پر غصہ بھی آتا رہا۔ ایسا بھی ہوتا رہا کہ حضرت رسولؐ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو انہوں نے اس کی مخالفت کی ایک مرتبہ منافق کی نمازِ جنازہ کے موقعہ پر اعتراض کر کے رسولؐ اللہ کے دامن پر ہاتھ ڈال دیا مسلمان ہونے لگے تھے تب بھی رسولؐ اللہ کے دامن پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ مگر وہاں حضرت حمزہ جیسے شیر کو بیٹھا دیکھ کر ان صاحب کے تیور بدل گئے۔ پردہ کا حکم آنے سے پہلے رسولؐ اللہ کی ایک زوجہ پر رفع حاجت کے لئے جاتے وقت آوازے کسے جس کی شکایت انہوں نے رسولؐ اللہ سے کی جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر حضرت رسولؐ کے لعنت کرنے کے باوجود انہوں نے تخلف کیا۔ مرض الموت میں جب حضرت رسولؐ امت کو گمراہی سے بچانے نوشتہ لکھنا چاہتے تھے تو ان صاحب نے "ان الرجل یھجر یھجر حسبنا کتاب اللہ" کا نعرہ لگایا اور جس طرح شیطان اللہ کے دربار سے نکالا گیا تھا۔ یہ صاحب بھی حضرت رسولؐ کے "قوموا عنی" تین مرتبہ فرمانے پر آپ کے دربار سے نکالے گئے اور پھر بعد میں آنا بھی چاہتے تھے تو حضورؐ نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ تمہارے آنے سے مجھے جو تکلیف ہوگی وہ میرے مرض کی تکلیف سے زیادہ ہوگی۔ حسبنا کتاب اللہ تو

کہدیا تھا مگر قرآن اور قرآن کے پڑھنے والوں سے ان کو ہمیشہ
نفرت رہی اور ان پر ان کا درّہ بھی چل جایا کرتا تھا۔ طبقات
ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ پر ہے کہ ان صاحب نے تمام صحابہ سے
کہا کہ گھر جاؤ اور احادیث کے تمام ذخیرے اٹھا لاؤ۔ جب ذخیرے
جمع ہو گئے تو ان صاحب نے اُن کو آگ لگادی۔ تذکرۃ الخلفاء جلد ۱
صفحہ ۷ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ صاحب اُبی بن کعب
جلیل القدر صحابی کو روایتِ حدیث کی پاداش میں مارنے پر تل
گئے تھے۔ مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۱۰ طبرانی بروایت ابراہیم بن
عبدالرحمٰن تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۷ اور مجمع الزوائد جلد ۱
صفحہ ۱۴۹ اور در المنتقم جلد ۱ صفحہ ۴۹۵ پر ہے کہ ان صاحب نے
روایتِ حدیث کے جرم میں جلیل القدر صحابۂ رسولؐ ابوذر غفاری
عبداللہ ابن مسعود ابو داؤد ابن مسعود انصاری کو قید کردیا تھا
سنن ابن ماجہ قزوینی جلد ۱ صفحہ ۱۶ سنن الدارمی جلد ۱ صفحہ ۱۰۵
مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ جامع البیان العلم ابن عبدالبر
جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ صفحہ ۳ پر ہے کہ ان صاحب
نے قرظہ بن کعب کو عراق کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ ہدایت کی کہ احادیث
رسولؐ بیان نہ کیا کرو۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ پر ہے کہ ان
صاحب نے ابوہریرہ کو حکم دیا کہ احادیث رسولؐ بیان کرنا ترک
کردو۔ ورنہ شہر بدر کرکے قبیلۂ دوس کی سرزمین کی طرف بھیج دوں گا
احادیث رسولؐ کے بیان کو روکنے میں یہ شدت تھی تو دوسری

طرف حسبنا کتاب اللہ کہنے کے باوجود لوگوں کو قرآن پڑھنے اور اس کے معنی سمجھنے سے منع کر دیا۔ (ملاحظہ ہوں مستدرک حاکم جلد ۲۔ صـ۱۵ ریاض النضرہ جلد ۲ صـ۴۹ تفسیر کشاف جار اللہ زمخشری جلد ۳۔ صـ۲۵۳ تفسیر خازن جلد ۴ صـ۳۷۴ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صـ۴۷۳ تفسیر ابن مسعود بر حاشیہ تفسیر الرازی جلد ۸، صـ۳۸۹ تاریخ بغداد خطیب جلد ا صـ۴۶۸ و سیرت عمر ابن خطاب ابن الجوزی صـ۱۲ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سنن الدارمی جلد ا صـ۵۴ تاریخ ابن عساکر۔ اتقان جلال الدین سیوطی جلد ۲ صـ۵ درمنثور سیوطی جلد ۲ صـ۱۱۱ فتح الباری جلد ۸ صـ۱۷ کنز العمال جلد ا صـ۲۲۸ فتوحات اسلامیہ جلد ۲ صـ۴۴۵ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں مذکور ہے کہ صبیغ نامی ایک شخص مدینہ آیا اور ان صاحب سے والذاریات ذروا فالحاملات وقرا کے معنی پوچھے تو ان صاحب نے اس کو درے مارنے شروع کیے اور ایک مکان میں اس کو قید کر دیا اور روزانہ نکال کر اس کو سو کوڑے مارتے اور کئی دن بعد اس کو بصرہ جلا وطن کر دیا اور حاکم بصرہ ابو موسیٰ کو لکھا کہ اس سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا جائے غور کیا جائے تو ایسی حرکت کسی مخبوط الحواس دشمن خدا اور رسولؐ سے ہی ہو سکتی ہے۔ اسی قبیل کی ایک روایت درمنثور سیوطی جلد ۲ صـ۳۲۱ و کنز العمال جلد ا صـ۲۲۹ پر درج ہے کہ ایک شخص نے الجوار الکنس کا مطلب پوچھا تو ان صاحب نے ایک تیر اس کے

عمامہ میں جیسجھو دیا کہ سر سے خون جاری ہو گیا۔ ان ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ جو شخص "ابا وفاکہتہ" کے معنی پوچھتا یہ صاحب اس کو دُرّے لگانے بیٹھتے۔ فتح الباری جلد ۳ ص ۱۴۳ درمنثور سیوطی جلد ۲ ص ۳۱۷ صحیح بخاری پارہ ۲۰ کتاب التفسیر ص ۱۲۵ پر مذکور ہے کہ ایک شخص ہشام بن حکیم کے سورہ فرقان پڑھنے پر یہ صاحب غصہ میں آگئے۔ تفسیر البخاری کتاب الخصومات ص ۷۶ پر روایت ہے کہ حکیم بن حزام سورہ فرقان پڑھ رہے تھے تو ان صاحب نے ان کے گلہ میں رومال ڈال کر گھسیٹا۔ ہم نے غور کیا کہ ان صاحب کو سورہ فرقان سے آخر ایسی نفرت کیوں تھی تو وجہ ظاہر ہو گئی وہ یہ ہے کہ اس سورہ میں ان ہی حضرت اور ان کے ساتھیوں کا ذکر ہے کہ انہوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا وہ اس طرح کہ اس سورہ کی آیات ۲۷ تا ۲۹ (جن کو ہم نے دوسری جگہ تفصیل سے درج کیا ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان حضرات اور ان کے ساتھیوں کو اپنا دوست بنا لیا تھا وہ روز قیامت مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹنے لگیں گے اور کہیں گے کاش ہم رسولؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے اور کاش فلاں فلاں کو اپنا دوست نہ بنا لیتے انہوں نے واضح ہدایت آنے کے بعد بھی ہم کو گمراہ کر دیا۔ بقول "چور کی داڑھی میں تنکا" ان حضرت نے دیکھا کہ یہ تو صاف ہمارا ہی ذکر ہے اس کا ڈھنڈورا کیوں پیٹا جائے لہذا سورہ پڑھنے والوں ہی کو پیٹو گلہ میں رومال ڈال کر گھسیٹو۔ بہرحال اہل سنت کی بے شمار کتابوں سے

یہ ثابت ہے کہ ان صاحب کو قرآن اور اس کے پڑھنے والوں سے اس شدت کی دشمنی تھی۔ قرآن کا تو یہ حکم ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَقْفَالُهَا (سورہ محمد آیت ۲۴) یعنی قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

اب ہم کچھ اور واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن سے ان صاحب کی حضرتِ رسولؐ سے شدتِ مخالفت ظاہر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں اہم بات یہ ہے کہ غدیرِ خم میں حضرت رسولؐ کے مولائیت علیؑ کا اعلان کرنے کے بعد پہلے تو علیؑ مرتضیٰ کو مبارکباد دی پھر اپنے کچھ ساتھیو کے ساتھ عقبہ کی گھاٹی میں پہونچ کر حضرت رسولؐ کو قتل کرنے کی نیت سے حملہ کر دیا۔ بعد میں حذیفہ یمان سے بار بار پوچھتے رہے کہ کیا رسول اللہ نے حملہ کرنے والوں میں میرا نام بھی بتایا تھا اور آخر میں زچ ہو کر خود ہی اقرار کر لیا۔ "فَاَحْلِفُ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ" عقبہ میں حملہ کے بعد یہ صاحب اپنے سمدھی اور اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر کعبہ میں پہونچ گئے اور علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کا معاہدہ کر کے دستاویز اپنے سمدھی کے پاس رکھوا دیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حسبِ ارشادِ رسولؐ یہ اعلان کرنے والے صحابی کو کہ جو کلمہ توحید پڑھے جنت میں جائے گا۔ سینے پر دو ہتڑ مار کر گرا دیا۔ ایک دفعہ حضرت رسولؐ نے فرمایا جو شخص اپنے کسی امر میں نفس کی پیروی سے خائف ہو کر ظاہر کرے تاکہ میں اس کے لئے دعا کروں۔ ایک دو اشخاص

نے اپنی کمزوری کا اظہار کیا۔ ان صاحب نے اُن پر اعتراض کیا کہ تم نے اپنے آپ کو بدنام کر لیا۔ درحقیقت یہ اعتراض تو حضرت رسولؐ پر ہوا کیونکہ وہ لوگ تو حضرت رسولؐ کے ارشاد کی تعمیل کر رہے تھے۔ حضرت رسولؐ نے ان صاحب سے فرمایا اے فلاں کے بیٹے دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہتر ہے اور ان اشخاص کے لئے دعا فرمائی۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک مردے پر اس کے عزیز رو رہے تھے۔ ان صاحب نے ان کو لاٹھی اور پتھر سے مارا اور ان کے منھ پر خاک جھونکی۔ معلوم ہوا کہ ایک شخص صائم الدھر ہے تو اس کو مارنے کو کوڑا اٹھایا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے ابی بن کعب (جلیل القدر صحابی رسولؐ) کی تعظیم کی تو ابی بن کعب کو درہ لگایا۔ بخاری پارہ ۶ کتاب مغازی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسولؐ نے قتیلان بدر کو پکارا تو ان صاحب نے رسولؐ اللہ کو ٹوکا۔ یہ صاحب ہمیشہ جہاد میں رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر فرار کرتے رہے۔ جنگ خندق میں جب عمر ابن عبدود خندق کو پھلانگ کر نکل آیا اور مبارز طلبی کی تو حضرت رسولؐ کے اشارہ کے باوجود یہ صاحب دبکے بیٹھے رہے (قرآن میں ان لوگوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ ایسے دم بخود بیٹھے ہوئے تھے جیسے ان کے سر پر طائر بیٹھے ہوئے ہیں اور ذرا سی حرکت ہوئی تو اڑ جائیں گے) بلکہ الٹے اس پہلوان کی تعریف کے گن گانے لگے کہ یہ ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا ہے جب شیر خدا نے عمر ابن عبدود اور اس کے کئی ساتھیوں کو موت کے

گھات آباد دیا اور عبیدہ دکی ساتھی فوج بھاگی جارہی تھی تو اس میں ایک زخمی بھی لنگڑاتا جارہا تھا۔ اِن صاحب نے اس کا پیچھا کرنا مناسب سمجھا۔ اُس نے جب دیکھا کہ آپ آرہے ہیں تو پلٹ پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ دم دبا کر بھاگنے والے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعی پلٹ کر بھاگے مگر زخمی نے پھر بھی ان کی پیٹھ پر نیزے کا ایک اچھا وار کرہی دیا۔ عمر بھر یہی ایک زخم تھا جو پلٹ کر بھاگتی ہوئی حالت میں ان کو لگا تھا۔ حضرت رسول ص کے انتقال کے ساتھ ہی یہ صاحب مسجد میں تلوار گھماتے رہے کہ جو کوئی کہے رسول ص اللہ کا انتقال ہوا ہے تو اس کو قتل کردوں گا (بعد میں انہوں نے تسلیم کیا کہ میں نے مصلحتاً ایسا کیا تھا) پھر فوراً ہی جب ان کے دوست پہونچ گئے تو دونوں ہاتھ میں ہاتھ ملا کر سقیفہ پہونچ گئے ۔ یہ الفاظ شبلی نعمانی صاحب پہلے سے اس موقعہ کے لئے ایک عمدہ تقریر تیار کرکے لائے تھے۔ انہوں نے رسول ص اللہ کے جنازہ میں بھی شرکت نہیں کی اور اپنے ساتھی کو مشورہ دیا کہ علی ع بیعت کے لئے نہ نکلیں تو ان سے قتال کرو علی ع مرتضیٰ کے رسول ص کا بھائی ہونے سے بھی انکار کردیا۔ جناب فاطمہ ع کا گھر جلانے آگ لے کر پہونچ گئے اور آپ کے پہلو پر دروازہ گرا دیا۔ پھر یہ کہہ کر کہ فوج کو کیا کھلاؤ گے علاقہ فدک فاطمہ ع سے چھین لیا۔ فدک کی سند پر تھوکا اور اسکو پھاڑ کر پھینک دیا۔ ان کے ساتھی کی ملی بھگت سے جب اقتدار ان کے تفویض ہوا تو تمام احکام خدا اور رسول ص کو پس پشت ڈال کر اطراف واکناف کے ملکوں میں خونریزی تباہی اور

لوٹ کھسوٹ مچادی۔ شبلی نے لکھا ہے کہ یہ صاحب حالت نماز میں بھی جنگ کے نقشے بنایا کرتے تھے۔ خود تو تلوار لے کر کبھی میدان میں نہیں گئے۔ مگر مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی جنگ کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں بھی تو میدان میں نہیں اترے مگر جب قوت حیدری سے جنگ فتح ہوئی اور قیدی گرفتار ہو کر آئے مشکیں کسے ہوئے قیدیوں کو دیکھ کر اب کہنے لگے کہ ہر شخص اپنے عزیز کا گلہ کاٹے میں اپنے عزیز کا گلہ کاٹتا ہوں کمزور اور بے بس پر ان کا درہ اٹھتا تھا مگر زوردار کے سامنے ہمیشہ دبک جاتے تھے۔ ایک شخص باریک ململ کا کرتا پہنا تو اسے چرواہے کا لباس پہنا کر جانور چرواۓ اس کے برخلاف (جیساکہ شبلی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۷، صفحہ ۲۸۵ پر لکھتے ہیں) یزید بن ابوسفیان (برادر معاویہ) گورنر شام اور خالد بن ولید حریر و دیبا کے زرق برق لباس پہن کر آئے تو نہایت کشادہ دلی سے ان کا استقبال کیا۔ معاویہ گورنر شام بن کر نہایت تزک و احتشام سے رہتے اور ریشمی کپڑے پہنتے تو ان پر کبھی اعتراض کی جرات نہ ہوئی۔ جب حضرت رسولؐ شعب ابی طالب میں اپنے چچا حضرت ابوطالب کی پناہ میں تھے تو چند اکابر قریش نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ جو کم حیثیت اور غلام تمہارے بھتیجہ (محمد صلعم) کے ساتھ رہتے ہیں ان کو نکال دو تو آپ کی وقعت میں اضافہ ہوگا۔ اس پر ان صاحب نے فوراً کہا کہ ان کم حیثیت لوگوں اور غلاموں کو نکال باہر کرنا چاہیئے۔ حضرت رسولؐ کا ارشاد تھا کہ روز ازل سے علیؑ مرتضیٰ

کا لقب امیرالمومنین ہے۔ ان صاحب نے یہ لقب اپنے اوپر چپکا لیا۔ حکومت پر قابض ہونے کے بعد متعدد احکام دین میں تغیر و تبدل کر دیا۔ متعۃ الحج اور متعۃ النساء کو یہ کہہ کر حرام قرار دیا کہ رسول اللہ کے زمانے میں یہ حلال تھے مگر میں ان کو حرام قرار دیتا ہوں اور جو اس کی خلاف ورزی کرے اس کو سزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہہ کے بعد کہ ان احکام پر وہی عمل کرے گا جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ طلاق کی کارروائی جو حسب احکام قرآنی تین مہینوں میں تکمیل پانی چاہیئے۔ بہ یک جنبش زبان طلاق طلاق طلاق کے ساتھ ہی چند لمحوں کی کارروائی بنا دیا۔ اس طرح خود ثابت کر دیا کہ نہ تو خدا پر ان کا ایمان ہے اور نہ روز آخرت پر اس تحریف کے علاوہ انہوں نے اذان سے "حی علیٰ خیر العمل" کے الفاظ نکال دیئے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ یوم غدیر جب حضرت رسولؐ نے حکم دیا کہ نماز کے لئے لوگوں کو جمع کریں تو سلمان فارسی نے "حی علیٰ خیر العمل" کہہ کر لوگوں کو بلایا تھا۔ ان صاحب کے دل میں یوم غدیر کا اعلان کھٹکتا تھا تو انہوں نے اس جملہ ہی کو اذان سے خارج کر دیا۔ ایک روز نماز فجر کے وقت دیر تک سوتے رہے اور جھوکری نے آکر جگایا۔ (شاید یہ وہی جھوکری ہو جس کو اسلام لانے کی علت میں یہ صاحب پیٹا کرتے تھے) تو صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ خلاف سنت رسولؐ رمضان میں تراویح

کا غیر فطری طریقہ رائج کر دیا۔ جس میں "رَتِّلِ القرآن ترتیلا" یعنی قرآن کو دھیرے دھیرے سنبھل کر پڑھو کی بجائے بے تحاشا تیز رفتاری کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور جب افطار کے بعد ہی جوان بوڑھے ضعیف سب بیس۲۰ رکعت کی (بقول ایک اہل طریقت بزرگ کے) قواعد پریڈ میں جٹا دئیے جاتے ہیں تو نہ معلوم کتنوں کے وضو سلامت رہتے ہیں اور کتنوں کے نہیں رہتے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں بھی غسلِ جنابت کی بجائے تیمم کو انہوں نے ناجائز قرار دیا۔ مقامِ ابراہیم کی جگہ بدل دی جس درخت کے نیچے حضرت رسولؐ نے بیعت رضوان لی تھی اس کو بھی کٹوا دیا۔ صحیح بخاری کی روایت کے بموجب بہ حالت نماز میں اپنے سر کی جوئیں مارا کرتے تھے کہ دونوں ہاتھ خون سے رنگین ہو جایا کرتے تھے۔ اونٹ کے جسم پر چربی ملتے تو وہی چربی اپنے جسم پر بھی ملتے جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا چاہئیے اس سے دُبُر قابو میں رہتی ہے دوسروں کی تاک میں رہا کرتے اور گھروں میں جھانکا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کو اپنے دربارِ حکومت میں طلب کیا وہ گھبرائی کہ مجھ سے ان کا کیا کام۔ راستہ میں مارے خوف کے دردِ زہ ہوا۔ ایک عورت کے گھر میں داخل ہوئے بچہ جننی تھی اس کو پٹک دیا کہ بچہ مر گیا۔ اس اصول کو کہ کسی عورت کے ساتھ نامحرم کو گھر میں تنہا نہ رہنا چاہئیے یہاں تک وسعت دیدی کہ ایک دفعہ اپنی بیٹی کے ساتھ اکیلے تھے تو بیٹی کو گھر میں بند کر کے باہر دروازہ پر بیٹھے رہے۔ ان واقعات سے ان کی افتادہ طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان تمام شواہد کی روشنی میں جو ہم نے مختصراً بیان کئے ہیں قارئین
خود تصفیہ فرمائیں کہ وہ کون تھا جس کے جسم پر رسول اللہ کے سب سے
زیادہ جھگڑالو دشمن "الدّ الخصام" ہونے کا لبادہ چست بیٹھتا ہے
اور جس کے لئے حسب ارشاد الٰہی جہنم کافی ہے۔

## اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کا پاسپورٹ

انصاف کا ایک فطری اصول ہے
جسے مذہب کے علاوہ اخلاقی، قانونی، بین الاقوامی قبولیت حاصل ہے
اور جو علوم متعارفہ ( MAXIMS ) میں سے ہے یعنی ایسا تسلیم
شدہ امر جس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ وہ یہ ہے کہ کسی سے
کوئی چیز حاصل کی جائے تو اس کا بدل معاوضہ یا قیمت ادا کی جائے
اور کسی نے کوئی کام کیا ہے تو اس کی اجرت ادا کی جائے۔ ایسا نہ کیا جائے
تو اس حاصل شدہ چیز یا اس کام سے استفادہ انصاف سے بعید
ناجائز اور حرام ہے۔ دینی احکام کے اعتبار سے غصب کی زمین پر
بنائی ہوئی مسجد میں نماز حرام ہے اور کسی مزدور سے کام لیا جائے تو اس کا
پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کی جانی چاہیئے۔ اس مسلمہ
اصول کے تحت غور فرمائیے کہ مسلمانوں کو اسلام حاصل ہوا تو یہ حضرت
رسولؐ کی محنت، ریاضت اور نامساعد حالات میں مسلسل جدوجہد
کی وجہ سے حاصل ہوا۔ تقاضائے فطرت و انصاف ہے کہ اس نعمت
عظمیٰ کے حصول کا کوئی نہ کوئی معاوضہ یا صلہ ادا کیا جائے جس کی محنت
سے یہ نعمت ملی ہے چنانچہ بہت سے مسلمان حضرت رسولؐ کی خدمت

ہیں حاضر ہو کر اظہارِ تشکر کیا اور کسی نہ کسی شکل میں دولتِ دنیوی کا پیش کش کرنا چاہتے تھے۔ مگر حضرت رسول ؐ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ میرا اجر تو بس اللہ پر ہے۔ چنانچہ سورہ سبا کی آیت ۴۷ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے رسول کہدو کہ تبلیغِ رسالت کی میں نے تم سے کچھ اجرت مانگی ہو تو وہ تمہیں کو (مبارک) ہو میری اجرت تو بس اللہ پر ہے اور وہی ہر چیز سے واقف ہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذمہ داری محسوس فرمائی یا یہی کہا جائے کہ اس کے علم و ارادے میں پہلے ہی سے یہ بات تھی چنانچہ اس ذاتِ بار نے یہ اجر اپنی طرف سے مقرر فرما دیا اور حضرت رسول ؐ کے لئے سوال کرنے کی حاجت باقی نہ رکھی اور فرمایا "اے رسول ؐ اپنی امت سے کہدو کہ میں اپنی تبلیغ رسالت کا اجر یا صلہ تم سے کچھ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم میرے اقربا کی مودت اختیار کرو (قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجرًا اِلَّا المَوَدَّۃَ فِی القُربٰی (سورہ شوریٰ آیت ۲۳) واضح رہے کہ آجر کے معنی محض مزدوری کے نہیں ہیں بلکہ صلہ بدل، معاوضہ اور قیمت کے بھی ہیں (مثال کے طور پر جیسے کہا جاتا ہے خدا تم کو اس کا اجر دے) اس امر کی صراحت کہ حضرت رسول ؐ کے اقرباء کون ہیں خود آنجناب نے فرما دی کہ یہ علی ؑ، فاطمہ ؑ، حسن ؑ اور حسین ؑ ہیں۔

(ملاحظہ ہوں:۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد ابن حنبل، تفسیر کشاف جار اللہ زمخشری جلد ۳ ص ۶۷ مطبوعہ مصر، تفسیر دُرِ منثور سیوطی طبرانی، ابی حاتم، البغوی، الکلبی طبری، مستدرک حاکم و فردوس الاخبار دیلمی وغیرہ وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے اِن اقربائے رسول ؐ کی مودت کو استقداماً اثر سے واجب گردانا یعنی اس آیتِ شریفہ کے نزول کے قبل جو مسلمان ہو چکے تھے ان کے لئے بھی یہ مودت فرض ہوئی جس طرح بعد کے مسلمانوں کے لئے۔ یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مودت کے معنوں میں نہ صرف محبتِ قلبی ہی ہے بلکہ اس میں احترام اور اطاعت کا عنصر بھی شامل ہے۔ ایک اہلِ طریقت بزرگ مولانا سید شبیخن احمد شطاری کا کُل فرماتے ہیں:-

اگر ایمان ہے ارشادِ نبی ؐ پہ اور قرآن پر
محبت فرض ہے آلِ نبی ؐ کی ہر مسلمان پر

امورِ متذکرہ بالا کے منطقی اور لازمی نتیجہ کے طور پر یہ ماحصل سامنے آیا کہ مسلمان ہونے کے لئے اولاً اجرِ رسالت ادا کرنا واجب ہے اور یہی اسلام میں داخل ہونے کا پاسپورٹ ہے۔ بغیر اس پاسپورٹ کے اسلام شخصی کہلائے گا اور بغیر اس کے کوئی بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اجر مقرر فرمایا ہے وہ صرف رابطۂ قلبی کا سوال ہے جس کے لئے عملی ثبوت یہ درکار ہے کہ اقربائے رسول ؐ کی خوشی میں خوشی اور غم میں غم منایا جائے۔ پھر یہ اجر ایسا ہے کہ اس کی ادائی میں کوئی موانع ہی نہیں۔ استطاعت، عدم استطاعت، صحت، مرض، سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے یہ رابطہ قائم رہ سکتا ہے جس میں کوئی مشکل ہی نہیں ہے بجز اس کے کوئی شخص عمداً اس رابطہ کو توڑ دے اور اہلِ بیتِ رسول ؐ کی محبت سے روگرداں ہو جائے اور جہاں کسی نے روگردانی

کر کے شرطِ مودت کی خلاف ورزی کی وہ خود بخود دائرہ سلام سے خارج
یعنی کافر ہو گیا۔
حضرت رسولؐ نے اپنے اہلِ بیت سے محبت اور ان کی پیروی کی
کس کس طرح تاکید فرمائی اور خود بھی اپنے عمل سے ان سے محبت کو ثابت
کر دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ اہلِ بیت پر ظلم وایذا روا رکھنے والے پر جنت
حرام ہے۔ اب ذرا تاریخی شواہد کی روشنی میں غور فرمائیے کہ غصبِ حقوق
حیدرؑ و زہراؑ کے لئے اگر ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ علیؑ سے قتال کرو عمر آگ
لے کر سیدہؑ کا گھر جلانے پہونچ گئے اور جان سے مار ڈالنے اور سب کو جلا
کر خاکستر کر دینے کی قسم کھائی اور جھوٹی حدیث بنا کر شہزادی کو بنی کو
ان کے حقوق سے محروم کیا۔ اور عثمان نے شہزادی کی جائداد فدک کو
اپنے سالے مروان کی جاگیر میں دیدیا تو کیا یہ تینوں حضرات "مودۃ
فی القربیٰ" کی شرط پر باقی رہے یا اس کے برعکس "عداوت فی القربیٰ"
کا عمل اختیار کیا؟ جب انہوں نے مودت کی شرط کی خلاف ورزی
کی تو کیا یہ مسلمان باقی رہے؟ اس کا جواب صرف اہلِ تقویٰ اور اہلِ انصاف
ہی دے سکتے ہیں نہ کہ ظالمین یا ظالمین کے پیرو اور ان کی ہمنوائی اور
مدح سرائی کرنے والے۔

دو اور ایک = تین | لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ

یعنی: کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو اس روشن کتاب میں نہ
ہو۔ دیکھئے سلسلہ کب ٹھیک بیٹھتا ہے۔

۱ـ سورہ صٰفٰت کی آیت ۱۱۳ ہے۔
وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰىٓ اِسْحٰقَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ۔
یعنی: ہم نے اس (ابراہیمؑ) اور اسحاق پر اپنی برکت نازل کی اور دونوں کی نسل میں بعض تو نیکوکار ہیں اور بعض اپنی ذات پر صریح ظلم ڈھانے والے۔ قرآن مجید میں "ظالم یا ظالمین" کے الفاظ جملہ اکیانوے ۹۱ جگہ آئے ہیں مگر صرف اسی ایک آیت متذکرہ صدر میں ظالم کے ساتھ "مبین" کا لفظ آیا۔ اس طرح حضرت ابراہیم کی نسل میں جس میں قریش شامل ہیں۔ ایک طرف تو نیکوکار اور دوسری طرف صریح ظلم کرنے والوں کا ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

۲ـ سورہ بقر کی آیت ۱۲۴ ہے "اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا"
یعنی: (اے ابراہیم) میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ ہی حضرت ابراہیمؑ نے "قَالَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ" کا سوال پیش کر کے اپنی نسل میں امامت کی ضمانت حاصل کر لی۔ مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ شرط بھی عائد فرما دی کہ تمہاری نسل میں کوئی ظالم ہو تو اس کو امامت عطا نہ ہوگی۔ حضرت ابراہیم سے کئے ہوئے وعدہ خداوندی کی بناء پر آپ کی نسل سے محمدؐ آل محمدؐ

کو لبطور واقعہ امامت عطا ہوئی۔ اور نسل ابراہیمی ہی سے کسی ظالم کو امامت نہ ملنے کی شرط برقرار رہی۔

۳۔ قرآنِ مجید میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ بعض لوگ جھوٹے خلیفہ اور وارثِ کتاب بن بیٹھے۔ (سورہ اعراف آیت ۱۶۹ نیز سورہ مریم آیت ۶ میں مذکور ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی خلیفہ بن بیٹھے جنھوں نے عبادات کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی۔

سورہ قصص آیت (۴۱ و ۴۲) میں ایسے خود ساختہ اماموں کا ذکر ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

سورۂ ہود کی آیات (۱۸، ۱۹) میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کے راستے سے بھٹکاتے ہیں اور احکام میں کجی نکالتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت اور آخرت میں بھی ان کے کافر ہی رہنے کا ذکر ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ جھوٹے خلفاء اور جہنم کی طرف دعوت دینے والے پیشوا اور اللہ کے راستے سے بھٹکانے والوں کا وجود قرآن سے ثابت ہے۔

۴۔ متذکرہ آیات عمومی نوعیت کی تھیں۔ اب ہم چند ایسی آیات کا حوالہ دیتے ہیں جو مختص طور پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روگردانی کرنے والوں اور آپ کے بتائے ہوئے راستے سے لوگوں کو بھٹکانے والوں کی نشاندھی کرتی ہیں۔ وَھُوَ لِھٰذا

سورہ احزاب کی آیات ۶۶ تا ۶۸ میں گمراہ کئے ہوئے لوگوں

آ چکی تھی اور حضرت رسول م کا بتایا ہوا جو راستہ تھا وہ قرآن مجید کی آیات بلّغ و تکمیل دین و ولایت و تطہیر و امت وسطہ و مودت وغیرہ کے ذریعہ اور حضرت رسول م کے اعلان دعوت ذو العشیرہ کا اعلان غدیر خم، حدیث ثقلین اور اپنے بارہ خلفا (علی ع تا مہدی صاحب العصر) کے نام بتانے اور دیگر متعدد ارشادات سے واضح اور روشن ہو چکا تھا۔ آیات کے تیسرے جزو کو تاریخ نے واضح کر دیا کہ وہ کون اشخاص تھے جنھوں نے اس راہِ مستقیم سے لوگوں کو بھٹکا دیا۔ یہاں کچھ زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ چوروں کا اڈہ سقیفہ تو راہِ مستقیم سے بھٹکنے اور بھٹکانے کی بعد کی منزل تھی۔ اس کی منصوبہ بند پیش بندی پہلے ہی سے ہوتی آ رہی تھی۔ وادیٔ عقبہ میں حضرت رسول ع پر حملہ کعبہ میں علی ع کے خلاف معاہدہ تخلف جیش اسامہ اور پھر تو حضرت رسول م کے رو در رو ان الرجل یہجر یہجر حسبنا کتاب اللّٰہ کہنا یہ سب سقیفہ کے تہہ عظیم اور اس کے بعد کے تسلسل کی پیش رفت میں تھا۔ سورہ فرقان کی ان آیات متذکرہ صدر نے پورے طور پر ان لوگوں کی نشاندہی کر دی جو رسول اللّٰہ کے بتائے ہوئے راستہ سے لوگوں کو بھٹکانے کے ذمہ دار تھے اور جن کو لوگوں نے دوست بنا لیا تھا۔

سورہ صٰفّٰت کی آیت (۱۱۳) متذکرہ ماقبل سے یہاں تک سلسلہ پورا مل گیا کہ یہ راستہ سے بھٹکانے والے اہل سقیفہ تھے اور استخلاف عمر و شوریٰ کا ڈھونگ یہ سب سقیفہ ہی کا تسلسل اور ضمیمہ تھے۔ سقیفہ سے قبل اور بعد کے واقعات کے ذمہ دار لوگ

کچھ ڈھکے چھپے نہ رہے کیونکہ علی الاعلان یہ ساری دھاندلیاں کی گئیں اور یہ ابوبکر، عمر، وعثمان کی شکل میں بے نقاب ہو گئے۔

(۵) اب دیکھئے کہ ان لوگوں کے انجام کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے:

سورہ مائدہ کی آیت (۴۵) ہے: ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون۔

سورہ مائدہ کی آیت (۴۷) ہے: ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔

سورہ مائدہ کی آیت (۴۴) ہے: ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔

ان آیات کا یکجائی مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کسی طرح حکم کرنے کے موقف میں آگئے تھے (خواہ وہ ازراہِ غصب ہی آئے ہوں) انہوں نے قرآن میں نازل کئے ہوئے احکام مطابق حکم نہیں کیا تو یہ لوگ ظالم، فاسق اور کافر قرار پائے۔ تاریخ نے اس کا پردہ پوری طرح چاک کر دیا کہ ابوبکر و عمر عثمان ذریعہ غصب حکومت پر قابض ہو کر اور اپنے خلیفہ رسولؐ ہونے کا دعویٰ کر کے ایک سے بڑھ کر ایک کام خلاف احکام قرآن کرتے رہے اور عمر بجز غلطیاں کرتے رہے اور مولائے کائنات تحفظ دین کی خاطر وقتاً فوقتاً ان لوگوں کے غلط احکام کی اصلاح فرماتے رہے۔

ان خلفاء ثلاثہ کا خلاف قرآن عمل کرنا تاریخ سے ہر طرح ثابت ہے۔ یہاں ہم سطور بالا کا نمبر وار خلاصہ درج کرتے ہیں تاکہ قارئین بہ یک نظر اس تسلسل کو محسوس کر لیں۔ جو دو اور دو چار یا دو اور ایک تین کے طور پر واضح ہو جائے جس کو ہم ذیل میں سلسلہ (۵) پر درج کرتے ہیں :

۱۔ حضرت ابراہیم کی نسل سے جن میں قریش شامل ہیں ایک طرف نیکو کاروں کا اور دوسری طرف صریح ظلم کرنے والوں کا ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم سے کئے ہوئے وعدۂ خداوندی کی بناء پر آپ کی نسل سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو بطور واقعہ امامت عطا ہوئی اور یہ بھی بتلا دیا گیا کہ حضرت ابراہیم کی نسل کے ظالموں کو امامت نہیں ملے گی۔

۳۔ جھوٹے خلفاء اور جہنم کی دعوت دینے والے پیشوا اور اللہ کے راستے سے بھٹکانے والوں کا وجود قرآن سے ثابت ہے۔

۴۔ لوگوں نے بعض افراد کو دوست بنا لیا اور وہ ایسے تھے جنھوں نے نصیحت آنے کے بعد بھی رسولؐ اللہ کے بتائے ہوئے راستہ سے بھٹکا دیا۔

۵۔ تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ ابوبکر، عمر و عثمان ہی وہ اشخاص تھے جنھوں نے لوگوں کو رسولؐ اللہ کے بتائے ہوئے راستہ سے

بھڑکایا اور از راہ ظلم و غصب حکومت اور منبر رسولؐ پر قبضہ کر لیا اور خلاف قرآن حکم دینے اور غلط عمل کرنے کی بناء پر بروئے احکام قرآن ظالم، فاسق اور کافر قرار پائے۔

## اب کچھ حسابِ ابجد سے

ایں بود اعجاز ابجد در شمار
سخت گیرد ظالماں را در حصار

(یہ مصرعہ حضرت سعدیؒ کا ہے)

ملاحظہ فرمایئے کہ آیات قرآنی کے اعداد نے کس طرح ظالموں کی گرفت کی ہے متعدد آیات میں سے ہم صرف چودہ[۱۴] پندرہ آیات پیش کریں گے۔ اس سے قبل حساب ابجد کے متعلق تھوڑی سی صراحت چند سطور میں کرتے ہیں۔ حسابِ ابجد علوم انبیاء سے بیان کیا جاتا ہے اور معانی الاخبار اور تفسیر عیاشی کی رُو سے حساب ابجد کی صحت کو حضرت امام جعفر علیہ السلام کی توثیق حاصل ہے۔ علم جعفر کی کتابوں میں جو ائمہ طاہرینؑ سے منسوب ہیں حسابِ ابجد کے اٹھائیس[۲۸] طریقے مختلف جدولوں اور نقشوں کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ اور بعض ابجد معصومینؑ کے نام سے موسوم ہیں۔ مثلاً ابجدِ احمدؐ، ابجدِ علیؑ، ابجدِ حسنیؑ و ابجدِ حسینیؑ دیگر ابجدوں میں مشہور و معروف ابجدِ شمسی اور ابجدِ قمری ہیں۔ ہر طریقہ میں حروف تہجی کے علحدہ علحدہ اعداد ہیں ایک صنعۂ قدیم سے اور آج تک بھی ابجدِ قمری عام طور پر رائج ہے اور فن تاریخ گوئی میں اسی ابجد کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی ماہ و سال و یوم کی تاریخ کا تعین گردش

قمر کے اعتبار سے کیا جاتا ہے جو ماہ ہلالی یا ہلالی سال کہلاتا ہے۔ مختلف وجوہ کی بناء پر (جن کی تفصیل یہاں مقصود نہیں) قمر کو اسلام میں اہمیت حاصل ہے اور یہ اہمیت ارشادِ الٰہی "والقمر قدرناہُ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم" سے بھی ظاہر ہے قمر درعقرب اور تحت الشعاع کو بھی سعد و نحس قرار دینے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ علم ہیئت و نجوم میں کرۂ سماوی کو مفروضہ کے طور پر بارہ[۱۲] حصوں میں منقسم کرکے ہر حصہ کو ایک ایک برج کا نام دیا گیا ہے۔ جب قمر اپنی گردش کے دوران آٹھویں برج میں داخل ہوتا ہے جس کا نام عقرب ہے تو یہ قمر کے لئے تنزل کا مقام ہے۔ اس کو قمر درعقرب کہتے ہیں۔ اسی طرح تحت الشعاع ماہ کی آخری دو[۲] یا تین تاریک ترین راتوں میں واقع ہوتا ہے جن کی سب سے اندھیری رات "اماوس" کہلاتی ہے۔ سمندر کے مدوجزر اور جسم انسانی پر بھی قمر کے اثرات اور بالخصوص خسوفِ قمر یعنی چاند گہن کے اثرات سائنس کی مسلّمہ حقیقت ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶، محمدؐ کے ۹۲، اور علیؑ کے ۱۱۰۔ ابجدِ قمری ہی کی بناء پر معین ہیں۔ اس تمہید کے بعد ہم سابقہ سلسلہ بیان پر غور کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ ظالمین کے لئے قرآن کا فرمان کیا ہے (سورہ نساء آیت ۱۵۱ پ ۶)

| حقا | ھم الکافرون | | | اولئک |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۹ | ۴ | ۳ | ۳ | ۵۹ |

| عَذَابًا مُّهِينًا | وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْن |
|---|---|
| ۸۸۰ | ۹۵۳ |

جملہ اعداد۔ (۲۴۳۴)

ترجمہ: یہی لوگ تو حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اب ذرا اشخاص متعلقہ کے ناموں اور ان کے اعداد پر غور فرمایئے۔

ابوبکر ابن اباقحافہ = ۴۸۲
عمر ابن الخطاب = ۱۰۰۶
عثمان ابن الحفان = ۹۴۶

۲۴۳۴

واضح ہوا کہ اس آیت کے اعداد اور ابوبکر عمر و عثمان کے اعداد ان کی ولدیت کی صراحت کے ساتھ بالکل ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔

سورۂ الشعراء کی آیت (۲۲۷) ہے:

| اَیَّ مُنْقَلَبٍ | ظَلَمُوا | اَلَّذِیْنَ | وَسَیَعْلَمُ |
|---|---|---|---|
| ۲۰۳ | ۹۷۷ | ۷۹۱ | ۲۱۶ |

| جملہ اعداد = ۲۴۶۵ | مُنْقَلِبُوْنَ |
|---|---|
| | ۲۷۸ |

ترجمہ: جن لوگوں نے ظلم کئے ہیں انھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔ اب اشخاص متعلقہ

کے نام معہ ولدیت اور ان کے اعداد ملاحظہ ہوں ۔

| | |
|---|---|
| ابابکر ابن ابوالقحافہ = | ۵۱۳ |
| عمر ابن الخطاب = | ۱۰۰۶ |
| عثمان ابن العفان = | ۹۴۶ |
| | ۲۴۶۵ |

واضح ہوا کہ اس آیت کے مخفی اعداد ۲۴۶۵ اور ابوبکر و عمر و عثمان کے ناموں معہ ولدیت کے اعداد ۲۴۶۵ بالکل مساوی مساوی ہیں ۔

سورہ توبہ کی آیت ۶۷ ہے ۔

| اَلْمُنَافِقُوْنَ | وَالْمُنَافِقَاتُ | بَعْضُہُم |
|---|---|---|
| ۳۵۸ | ۷۰۹ | ۹۱۷ |
| مِنْ بَعْضٍ | یَاْمُرُوْنَ | بِالْمُنْکَرِ |
| ۹۲۲ | ۳۰۷ | ۳۴۳ |
| وَیَنْہَوْنَ | عَنِ الْمَعْرُوْفِ | جملہ اعداد ۔ ۴۲۷۰ |
| ۱۲۷ | ۵۴۷ | |

ترجمہ : منافق مرد اور منافق عورتوں میں سے بعض تو ایسے ہیں جو برے کاموں کا تو حکم دیتے رہیں اور اچھے کاموں سے منع کرتے ہیں ۔ متنازعہ اشخاص کے نام اور ان کے اعداد درج کرنے سے قبل ہم سورہ آلِ عمران آیت (۱۱۰) کا ذکر تقابل کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں جس میں خیر امتہ یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام کے صفات

میں ارشاد فرمایا گیا ہے: یَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنی وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ تقابل سے ظاہر ہے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں میں سے بعض کا عمل جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں ائمہ اطہار کے عمل کے بالکل برعکس ہے۔

اب ان کے نام اور اعداد ملاحظہ ہوں۔

| | |
|---|---|
| ابوبکر ابن ابی قحافہ = | ۴۹۱ |
| عمر ابن الخطاب = | ۱۰۰۶ |
| عثمان بن العفان = | ۹۴۵ |
| معاویہ = | ۱۳۲ |
| طلحہ = | ۵۲ |
| زبیر بن عوام = | ۳۸۸ |
| عائشہ بنت ابی بکر = | ۱۰۷۳ |
| حفصہ = | ۱۸۳ |
| جملہ | ۴۲۷۰ |

ظاہر ہوا کہ ان اشخاص کے نام جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں آیت متذکرۂ صدر کے اعداد کے بالکل برابر ہیں۔

اب اور دو آیتیں ملاحظہ فرمائیے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت ۸۷ ہے۔

| اولٰئک | جزاؤھم | انّ علیھم |
|---|---|---|
| ۵۹ | ٦۳ | ۲۰٦ |
| لعنۃ اللہ | والملٰئکۃ | والنّاس اجمعین |
| ٦۲۲ | ۵۳۴ | ۳۲۲ |

جملہ اعداد = ۱۸۰۲

ترجمہ :- یہ وہ لوگ ہیں جن کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت اور اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

سورہ یونس کی آیت ۸ ہے۔

| اُولٰئک | مأوٰھم النّار | بما کانوا |
|---|---|---|
| ۵۹ | ۳۷۵ | ۱۲۱ |
| یکسبون | | |
| ۱۴۸ | | |

جملہ اعداد ۷۰۳

ترجمہ :- یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ ان کے کرتوت کی بدولت جہنم ہے۔ ان دونوں آیات متذکرہ صدر کے مجموعی اعداد (۱۸۰۲ + ۷۰۳ = ۲۵۰۹)

اب ان اشخاص متنازعہ کے نام اور ان کے اعداد ملاحظہ ہوں

| | |
|---|---|
| ابی بکر ابن ابی قحافہ | ۴۹۵ |
| عمر | ۳۱۰ |
| عثمان ابن عفان | ۹۱۵ |
| معاویہ | ۱۳۲ |

| | |
|---|---|
| طلحہ | ۵۲ |
| زبیر | ۲۱۹ |
| عائشہ | ۳۸۶ |
| جملہ | ۲۵۰۹ |

معلوم ہوا کہ ان اشخاص کے ناموں کے مجموعی اعداد اور آیاتِ متذکرہ صدر کے مجموعی اعداد بالکل مساوی ہیں۔

سورہ قصص کی آیت ۴۲ ہے

| لَعْنَةً | فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا | وَاَتْبَعْنٰهُمْ |
|---|---|---|
| ۵۵۵ | ۸۹۷ | ۵۷۵ |

| الْمَقْبُوحِيْنَ | هُمْ مِنْ | الْقِيَامَةِ | وَيَوْمَ |
|---|---|---|---|
| ۲۴۷ | ۱۳۵ | ۵۸۷ | ۶۲ |

جملہ اعداد ۔ ۳۰۵۸

ترجمہ: اور ہم نے ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن بھی ان کے چہرے بگاڑ دیے جائیں گے اشخاص متنازعہ کے نام و اعداد درج کرنے سے قبل ہم ایک قابلِ غور نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی امر واقعہ کا ذکر فرماتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے تو اس کا ہونا بلا شک لازمات سے ہے مثلاً سورۂ بقر کی آیت ۱۵۹ میں ظالمین کے متعلق فرماتا ہے يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔ یعنی (ظالموں پر) اللہ لعنت کرتا ہے اور جو لعنت کرنے والے ہیں وہ بھی لعنت کرتے ہیں۔

اس طرح سورہ قصص کی آیت ۴۲ متذکرۂ بالا میں ارشاد ہے کہ ہم نے اُن پر دنیا میں بھی لعنت لگا دی ہے تو جب تک اس دنیا میں بھی کوئی ان پر لعنت نہ کرے اس امر الٰہی کی تکمیل کس طرح ہوگی۔ لہٰذا ان آیتوں کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ظالموں پر لعنت کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے اس کے خلاف عمل مثلاً یہ کہنا کہ کسی پر کیوں لعنت کی جائے منشاء الٰہی کی تردید کے مترادف ہوگا۔ واضح باد کہ وہ فقط شیعہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ صرف رسول ؐ و آلِ رسول ؑ پر صلوٰۃ بھیجنے میں شریک ہیں بلکہ ظالموں پر لعنت بھیجنے میں بھی شریک ہیں۔ اب ان اشخاص متنازعہ کے نام اور اعداد ملاحظہ فرمائیے۔

| | |
|---|---|
| ابابکر | ۲۲۶ |
| عمر ابن الخطاب | ۱۰۰۶ |
| عثمان ابن العفان | ۹۴۶ |
| معاویہ | ۱۳۲ |
| طلحہ | ۵۲ |
| زبیر | ۲۱۹ |
| عبیدہ | ۹۱ |
| عائشہ | ۳۸۶ |
| جملہ | ۳۰۵۸ |

ظاہر ہوا کہ ان ناموں کے اعداد اور آیت متذکرۂ صدر کے اعداد بالکل برابر ہیں۔

سورہ حشر کی آیت ۷ ہے۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ

۵۱۰ ۳۲۷ ۱۳۹۱

وَمَا نَہٰکُمْ فَانْتَہُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ

۲۸۸ ۵۴۱ ۵۸۱

اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ جملہ اعداد ۴۲۸۰

۱۱۸ ۵۲۲

ترجمہ:۔ رسولؐ جو دے اُسے لے لو اور جس سے منع کرے اُس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا شدید عقاب دینے والا ہے۔

اب اشخاص متنازعہ کے نام اور اعداد ملاحظہ ہوں۔

| | |
|---|---|
| ابا بکر بن ابو قحافہ | ۴۸۰ |
| عمر بن الخطاب | ۱۰۰۵ |
| عثمان بن العفان | ۹۴۵ |
| معاویہ | ۱۳۲ |
| طلحہ | ۵۲ |
| زبیر بن العوام | ۴۱۹ |
| عائشہ بنت ابا بکر | ۱۰۶۴ |
| حفصہ | ۱۸۳ |
| جملہ اعداد | ۴۲۸۰ |

سورہ اعراف کی آیت ۱۶۹ میں ہے :

| فَخَلَفَ | مِن بعدِهم | خَلْفٌ | وَرِثُوا الْكِتٰبَ |
|---|---|---|---|
| ۷۹۰ | ۲۱۱ | ۷۱۰ | ۱۱۶۶ |

جملہ اعداد = ۲۸۷۷

ترجمہ: ان کے بعد کچھ لوگ خلیفہ اور وارث کتاب بن بیٹھے۔
پوری آیت ۱۶۹ کا ہم صرف ترجمہ دئے دیتے ہیں تاکہ آیت کے حصۂ متذکرہ بالا کا تناظر ظاہر ہو۔ "پھر ان کے بعد کچھ لوگ خلیفہ اور وارث کتاب بن بیٹھے تاکہ اس کمینی دنیا کا سامان حاصل کریں (اور پھر) یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو عنقریب بخش دئے جائیں گے۔
اس آیت کے پورے پورے مصداق کون ہیں ان اشخاص کے نام اور اعداد ملاحظہ ہوں۔

| | |
|---|---|
| ابی بکر ابن ابی قحافہ | ۴۹۵ |
| عمر ابن الخطاب | ۱۰۰۶ |
| عثمان ابن العفان | ۹۴۶ |
| معاویہ ابن الابی سفیان | ۴۳۰ |
| جملہ اعداد | ۲۸۷۷ |

اب ہم بہت اہم آیت پیش کرتے ہیں جو سورۂ فرقان کی آیت ۲۸ ہے۔

| يٰوَيْلَتٰى | لَيْتَنِىْ | لَمْ | اَتَّخِذْ | فُلَانًا |
|---|---|---|---|---|
| ۴۶۸ | ۵۰۰ | ۷۰ | ۱۷۰۱ | ۱۶۲ |

## خَلِيلًا

۱۷۱ جملہ اعداد ۳۵۷۲

ترجمہ :- ہائے افسوس کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بنالیتا۔
یہہ سورۂ فرقان کی آیات ۲۷/ ۲۸/ ۲۹ میں کی درمیانی آیت
ہے ۔ ان آیتوں کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے آیت ۲۸
کا مطلب واضح ہوگا۔ "جس دن ظلم کرنے والا اپنے ہاتھ (مارے افسوس
کے) کاٹنے لگے گا اور کہے گا کاش میں رسول ؐ کا بتایا ہوا راستہ پکڑتا۔
ہائے افسوس کاش میں فلاں کو دوست نہ بنالیتا یقیناً اس نے ہمارے پاس
نصیحت آجانے کے بعد مجھ کو بہکا دیا۔ اور شیطان تو آدمی کا رسوا
کرنے والا ہے ہی ۔

اس آیت کا اہم مطلب ہمارے موضوع سے متعلق یہ ہے
کہ کاش میں رسول ؐ کا بتایا ہوا راستہ پکڑتا اور اس کے خلاف فلاں
فلاں کو دوست نہ بنالیا ہوتا جنھوں نے واضح نصیحت
آنے کے بعد بھی مجھے بہکا دیا۔ اس آیت میں کسی انبیاء ماسلف
کا ذکر نہیں ہے بلکہ راست ہمارے رسول ختم المرسلین صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ کا ذکر ہے۔ ہم نے دیگر مقام پر اس کی
صراحت کی ہے کہ رسول ؐ کا بتایا ہوا راستہ کیا تھا۔ کس کی پیروی کا
آنجناب ؐ نے حکم دیا تھا اس کو پس پشت ڈال کر لوگوں نے کیسے بعد دیگرے
کس کس کو اپنا دوست بنالیا - یہ سب تاریخی مسلمہ واقعات اظہر من الشمس
ہیں یہاں تکرار کی ضرورت نہیں ۔ اب ان مشہور اشخاص کے نام

داعداد ملاحظہ کیجئے جو آیت ۲۸ تمنذکرہ بالا کے اعداد کے بالکل مساوی ہیں۔

| | |
|---|---|
| ابوبکر بن ابوقحافہ | ۴۸۶ |
| عمر ابن خطاب | ۹۷۵ |
| عثمان ابن عفان | ۹۱۵ |
| معاویہ | ۱۳۲ |
| عائشہ بنت ابابکر | ۱۰۶۴ |
| جملہ | ۳۵۷۲ |

اب ذیل کی تین آیات ملاحظہ ہوں (سورہ قمر آیت ۴۱)

| اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ | فِیْ ضَلٰلٍ | وَّ سُعُرٍ |
|---|---|---|
| ۴۲۵ | ۹۵۱ | ۳۳۶ |

جملہ اعداد۔ ۱۷۱۲

ترجمہ: بے شک مجرمین گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہیں۔

| اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ | فِیْ عَذَابِ جَہَنَّمَ | خٰلِدُوْنَ |
|---|---|---|
| ۴۲۵ | ۹۶۱ | ۶۹۱ |

(سورۂ زخرف آیت ۷۴) جملہ اعداد = ۲۰۷۷

ترجمہ: بے شک جرم کرنے والے ہمیشہ عذاب جہنم میں رہیں گے۔

| اُولٰٓئِکَ | یَلْعَنُہُمُ اللّٰہُ | وَیَلْعَنُہُمُ | اللّٰعِنُوْنَ |
|---|---|---|---|
| ۵۹ | ۲۷۲ | ۲۱۱ | ۲۳۸ |

(سورہ بقر آیت ۱۵۹) جملہ اعداد ۷۸۰

ترجمہ :۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں ۔ ان تینوں آیتوں کے اعداد کا مجموعہ ( ۱۷۱۲ + ۲۰۷۷ + ۷۸۰ ) = ۴۵۶۹

اب اشخاص متنازعہ کے نام اور ان کے اعداد ملاخطہ ہوں ۔

| | |
|---|---|
| ابوبکر بن ابو قحافہ | ۴۸۶ |
| عمر ابن الخطاب | ۱۰۰۶ |
| عثمان بن العفان | ۹۴۶ |
| معاویہ بن ابا سفیان | ۳۸۹ |
| طلحہ ابن عبید اللہ | ۲۵۸ |
| زبیر ابن العوام | ۴۲۰ |
| عائشہ بنت ابا بکر | ۱۰۶۴ |
| جملہ اعداد | ۴۵۶۹ |

سورہ توبہ کی آیت ۱۰۱ ہے

| وممن | حولکم | من الاعراب | منافقون |
|---|---|---|---|
| ۱۳۶ | ۱۰۴ | ۳۹۵ | ۳۲۷ |
| ومن | اهل المدينه | | مردوا |
| ۹۶ | ۵۷۶ | | ۲۵۱ |
| على النفاق | | | |
| ۳۷۲ | | | |

جملہ اعداد = ۲۲۵۷

ترجمہ: اے رسولؐ تمہارے اطراف کے گنوار دیہاتوں میں سے بھی بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والوں میں سے منافق ہیں جو نفاق پر اَڑے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت ۶۸ ہے

| والکفار | والمنافقات | المنافقون | وعد اللہ |
|---|---|---|---|
| ۳۳۸ | ۷۰۹ | ۳۶۲ | ۱۴۷ |

| جملہ اعداد = ۲۶۹۶ | خالدین فیہا | نار جہنم |
|---|---|---|
| | ۷۹۱ | ۳۴۹ |

ترجمہ: منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے نار جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان دونوں آیتوں کے مجموعی اعداد ہیں۔ ۲۲۵۷ + ۲۶۹۶ = ۴۹۵۳

ان اشخاص متنازعہ کے (جن میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں) نام اور اعداد ملاحظہ ہوں۔

| | |
|---|---|
| ابوبکر ابن ابی قحافہ | ۴۹۱ |
| عمر ابن خطاب | ۹۷۵ |
| عثمان بن عفان | ۹۱۴ |
| معاویہ | ۱۳۲ |
| عبدالرحمٰن بن عوف | ۶۱۴ |
| طلحہ | ۵۲ |

| | |
|---|---|
| زبیر بن العوام | ۴۱۹ |
| ابوعبیدہ | ۱۰۰ |
| عائشہ بنتِ ابی بکر | ۱۰۷۳ |
| حفصہ | ۱۸۳ |
| جملہ | ۴۹۵۳ |

تین اور اہم آیتیں ملاحظہ ہوں

| یعرف المجرمون | بسیماھم | فیؤخذ | بالنواصی |
|---|---|---|---|
| ۷۳۰ | ۱۵۸ | ۱۳۹۷ | ۱۹۰ |

والاقدام (سورہ رحمٰن) جملہ اعداد ۲۶۵۸

۱۸۳

ترجمہ: مجرمین تو (یوم قیامت) اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے تو پیشانی کے پٹے اور پاؤں پکڑ کے (جہنم میں) جھونک دئے جائیں گے

سورہ حجر آیت ۴۳

| ان | جھنم | لموعدھم | اجمعین | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۱ | ۹۸ | ۱۹۵ | ۱۷۴ | جملہ اعداد ۵۱۸ |

ترجمہ: ان سب کے واسطے آخری وعدہ بس جہنم ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۴۵

| انّ | المنافقین | فی درک | الاسفل | من النار |
|---|---|---|---|---|
| ۵۱ | ۳۶۲ | ۳۱۴ | ۲۰۲ | ۳۷۲ |

جملہ اعداد — ۱۳۰۱

ترجمہ: اس میں تو شک نہیں کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے۔ ان تینوں آیتوں کے اعداد کا مجموعہ ہے = ۲۶۵۸ + ۵۱۸ + ۱۳۰۱ = ۴۴۷۷۔ ان اشخاصِ متنازعہ کے نام اور اعداد ملاحظہ ہوں

| | |
|---|---|
| ابوبکر بن ابوقحافہ | ۶۸۴ |
| عمر بن خطاب | ۴۷۹ |
| عثمان بن عفان | ۴۱۹ |
| معاویہ بن ابا سفیان | ۹۸۳ |
| طلحہ بن عبید اللہ | ۷۵۲ |
| زبیر بن عوام | ۸۸۳ |
| عائشہ بنت ابوبکر | ۶۲۰۱ |
| جملہ اعداد = | ۷۷۴۴ |

سورۂ سجدہ کی آیت ۲۲ ہے

| اِنَّا | مِنَ | الْمُجْرِمِيْنَ | مُنْتَقِمُوْنَ | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۲ | ۹۰ | ۳۷۴ | ۶۸۶ | جملہ اعداد = ۱۲۰۲ |

ترجمہ: ہم مجرمین سے ضرور انتقام لیں گے۔

| | |
|---|---|
| ابوبکر | ۲۳۱ |
| عمر | ۳۱۰ |
| عثمان | ۶۶۱ |
| جملہ | ۱۲۰۲ |

واضح ہو کہ اِس آیت کے اعداد اور ابوبکر، عمر و عثمان کے اعداد بالکل مساوی ہیں اور یہ آیت علماء شیعہ کے پاس بہت پہلے سے مشہور اور عام طور پر بھی معروف ہو چکی ہے۔

اب ہم حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری (خواجہ اجمیریؒ) کا ایک قطعہ نقل کرتے ہیں جس کے مطالب از خود واضح ہیں اور کسی صراحت کی ضرورت نہیں۔

| | |
|---|---|
| دعوائے خلافت بہ سندی باید | من کنت حدیث در مددی باید |
| ایں جائے نفاق و منکر و خائن نیست | ایں منزل شیر است اسدی باید |

اعداد ابجد ملاحظہ ہوں :-

| نفاق = | ابوبکر = | منکر = | عمر = | خائن = | عثمان |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۳۱ | ۲۳۱ | ۳۱۰ | ۳۱۰ | ۷۶۱ | ۷۶۱ |

یہاں خواجہ صاحبؒ کا ایک اور قطعہ بھی درج کر دیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

کفر در دل بر زبان اللہ اکبر داشتن
آلِ احمدؐ کشتن و ہم حبّ حیدرؑ داشتن
مر مرا باور نمی آید ز روئے اعتقاد
حقِ زہراؑ خوردن و دینِ پیمبر داشتن

حکیم سنائی کا بھی ایک شعر ان ہی مطالب سے مربوط ہے

جز کتاب اللہ و عترت ز احمدؐ مرسل نماند
یادگارے کو توان تا روزِ محشر داشتن

اب اس پر غور کیجئے کہ معصومینؑ کے تعلق سے قرآن کیا کہتا ہے

ہم صرف دو تین آیتیں معہ اعدادِ ابجد و اسماء معصومینؑ پیش کرتے ہیں۔ سورہ احزاب کی آیت ۵۶ ہے

| اِنَّ اللّٰہ | وَمَلٰٓئِکَتَہٗ | یُصَلُّوْنَ | عَلَی النَّبِیِّ |
|---|---|---|---|
| ۱۱۸ | ۵۰۳ | ۱۸۶ | ۲۰۳ |

| یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا | صَلُّوْا عَلَیْہِ | وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا |
|---|---|---|
| ۹۱۸ | ۲۴۲ | ۶۸۵ |

جملہ اعداد = ۲۸۵۵

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان دارو تم بھی ان پر درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو۔

اب چہاردہ معصومینؑ کے اسماء الحسنٰی اور ان کے اعداد ملاحظہ ہوں

| محمدؐ | علیؑ | فاطمہؑ | حسنؑ | حسینؑ | علیؑ | محمدؑ | جعفرؑ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۹۲ | ۱۱۰ | ۱۳۵ | ۱۱۸ | ۱۲۸ | ۱۱۰ | ۹۲ | ۳۵۳ |

| موسیٰؑ | علی بن موسیٰؑ | محمد بن علیؑ | علیؑ بن محمد | حسنؑ بن علی |
|---|---|---|---|---|
| ۱۱۷ | ۲۷۹ | ۲۵۴ | ۲۵۴ | ۲۸۱ |

| امام مہدیؑ عجل فرجہ |
|---|
| ۵۳۲ |

جملہ اعداد ۲۸۵۵

واضح ہو کہ آیت درود کے اعداد اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے اسماء مبارک کے اعداد بالکل مساوی ہیں۔ اس سے یہ امر بھی منکشف ہوتا ہے کہ صلوٰۃ حضرت رسولؐ اور آپ کے اہلبیت پر ملا کر پڑھنی چاہیے جیسا کہ خود حضرت رسولؐ کا ارشاد ہے مجھ پر ناقص درود نہ پڑھا کرو

بلکہ میرے ساتھ میری آل پر بھی درود پڑھا کرو۔ اسی وجہ سے نماز میں صلواۃ حضرت رسولؐ اور آلِ رسولؐ پر ملا کر پڑھی جاتی ہے اور اس مسئلہ میں اسلام کے تمام فرقے متفق ہیں۔

اب سورہ بقر کی آیت ۳۷ ملاحظہ فرمائیے۔

| فَتَلَقّٰی | اٰدَمُ | مِنْ رَّبِّهٖ | کَلِمٰتٍ | فَتَابَ عَلَیْهِ |
|---|---|---|---|---|
| ۶۲۱ | ۴۶ | ۲۹۸ | ۴۹۱ | ۵۹۸ |

| اِنَّهٗ هُوَ | التَّوَّابُ | الرَّحِیْمُ | | |
|---|---|---|---|---|
| ۶۷ | ۴۴۰ | ۲۸۹ | جملہ اعداد | ۲۸۵۰ |

ترجمہ: پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کی برکت سے آدمؑ کی توبہ قبول کر لی بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر کشف البیان (جو تفسیر ثعلبی بھی کہلاتی ہے) تفسیر درمنثور سیوطی نیز معراج النبوۃ وینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی حنفی وغیرہ بکثرت کتب معتبرہ میں حضرت رسولؐ خدا کا ارشاد درج ہے کہ کلمات جن کی بدولت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی وہ ہمارے اسماء محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ وحسینؑ ہیں اب وہ اسماء مبارکہ اور ان کے اعداد ملاحظہ فرمائیے۔

| محمد مصطفیٰ | علیؑ مرتضیٰ | فاطمہ زہراؑ | حسن و حسین سبطین مصطفیٰ |
|---|---|---|---|
| ۳۲۲ | ۱۵۶۱ | ۳۴۸ | ۶۱۹ |

جملہ اعداد ۲۸۵۰

ظاہر ہوا کہ اس آیت کے اعداد اور پنجتن پاک علیہم السلام کے اسماء کے اعداد بالکلیہ مساوی ہیں۔ اس طرح ابجد کے حساب سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت آدمؑ کی توبہ ان ہی اسماء گرامی کی برکت سے قبول ہوئی۔

کتب تفسیر میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے آدم جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو ان ذوات کے ساتھ میری جناب میں وسیلہ پکڑا کر۔

اب مشہور آیت امت وسط ملاحظہ ہو جو دوازدہ ائمہ اطہار کی شان میں نازل ہوئی ہے جس میں دوازدہ ائمہ کو امت وسط خلق و خالق کے درمیان واسطہ اور تمام لوگوں کا گواہ قرار دیا جا کر ائمہ اطہار کی حقانیت پر حضرت رسولؐ کو گواہ مقرر کیا گیا ہے۔ یہ سورہ بقر کی آیت ۱۴۳ ہے۔

| وکذالک | جعلنکم | امۃً | وسطاً |
|---|---|---|---|
| ۷۷۷ | ۲۱۴ | ۴۴۶ | ۷۶ |

| لتکونوا | شہداء | علی الناس | ویکون الرسول |
|---|---|---|---|
| ۵۱۳ | ۳۱۱ | ۲۲۲ | ۹۱۹ |

| علیکم | شہیداً | |
|---|---|---|
| ۱۷۰ | ۳۲۰ | جملہ اعداد ۳۴۶۸ |

ترجمہ:۔ اور اس طرح تم کو درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور تم پر رسولؐ کو گواہ بنایا۔

اب دوازدہ ائمہ اطہار کے اسماء گرامی اور اعداد ملاحظہ ہوں۔

| علیؑ | حسنؑ | حسینؑ | علیؑ ابن الحسینؑ | محمدؑ الباقر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۱۰ | ۱۱۸ | ۱۲۸ | ۳۲۲ | ۴۲۶ |

| جعفرؑ ابن محمد | موسیٰؑ ابن جعفر | علیؑ ابن موسیٰ | محمدؑ ابن علی |
|---|---|---|---|
| ۴۹۸ | ۵۲۳ | ۲۸۰ | ۲۵۵ |

| علیؑ ابن محمد | حسنؑ ابن علی | وقائمؑ آلِ محمد |
|---|---|---|
| ۲۵۵ | ۲۸۱ | ۲۷۲ |

جملہ اعداد = ۳۴۶۸

واضح ہوا کہ آیتِ امتِ وسط کے اعداد اور بارہ آئمہ اطہار کے ناموں کے اعداد بالکل مساوی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

# باب چہارم

## مولائے کائنات کی خلافت ظاہری

مولاؑ کی خلافتِ ظاہری تاریخ کی روشنی میں

اس کتاب کے موضوع تک اپنے کو محدود رکھتے ہوئے ہم مولائے کائنات کے فضائل بیان کرنے کی کوشش بھی کرنا نہیں چاہتے۔ بس اس قدر کہتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو سوائے خدا کے اور میرے کسی نے نہ سمجھا۔ انبیائے سلف بھی نہ سمجھ سکے اور مولائے کائنات کی مدد ہی کے طالب رہے اور بس۔

جب حضرت عثمان قتل ہو گئے اور مسلمانوں نے دیکھا کہ حالات قابو سے باہر ہو گئے ہیں تو بعد از خرابی بسیار ہار جھک مار کر اب مولائے کائنات کی طرف رجوع ہوئے تاریخ مروج الذہب مسعودی و تاریخ الخلفاء سیوطی کے بیان کے اعتبار سے جیسا کہ بکثرت دیگر کتب سے بھی ظاہر ہے لوگ علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ہاتھ بڑھائیے ہم بیعت کرتے ہیں۔
آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس کے بعد تمام اہلِ بدر حاضر ہوئے
اور عرض کیا کہ آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں آپ ہاتھ
بڑھایئے کہ ہم فوراً بیعت کرلیں۔ مولائے کائنات نے اس کا ذکر
نہج البلاغہ میں اس طرح فرمایا ہے کہ لوگ میرے قریب پہونچنے کی
اس طرح کوشش کررہے تھے کہ خود ان کے اور میرے کچل جانے کا اندیشہ
تھا۔ ڈاکٹر ابوبکر خاں ملیح آبادی اپنے مقالہ "اسلام اور بنوامیہ"
میں لکھتے ہیں۔ "مہاجرین بنی ہاشم اور مومنین صادق نے از حد اصرار
کیا اور کہا مولاؑ یہ حکومت تو آپ ہی کی ہے اور خدا اور رسولؐ کی طرف
سے اس کے وارث و حق دار آپ ہی ہیں اس لئے جب تک آپ اس
منصب کو قبول نہ فرمائیں گے اُمّت محمدی کو دین و دنیا کی نعمتیں
نصیب نہیں ہوسکتیں۔ یہی وقت ہے کہ امامت کے دونوں جزو یعنی
روحانی پیشوائی اور سیاسی ذمہ داری یکجا ہوجائیں جو اب تک
الگ الگ تھے۔ یہ حالت مجبوری امیر المومنین حضرت علیؑ نے
بگڑی ہوئی ذہنیت والی قوم کی ذمہ داری قبول کرلی۔"

محمد بن یوسف گنجی شافعی کی کفایت الطالب اور تاریخ طبری
کی عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ "حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ تمہارے
حالات میں مجھے دخل دینے کی ضرورت نہیں مجھے چھوڑ دو اور میرے
غیر سے التماس کرو۔ حالانکہ دل اس پر قائم نہیں ہوئے اور عقلیں اور
رائیں استوار نہیں ہوئیں بے شک ابرِ جہالت آسمان پر چھایا ہوا

ہے۔ شاہراہیں متروک و ناپید ہو گئی ہیں۔ خوب جان لو اگر میں تمہارے التماس کو قبول کروں اور تم سے بیعت لوں تو تمہیں احکام خدا وندی کا متحمل بناؤں گا۔ جنہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں اس وقت میں کسی کہنے والے کے قول کی پرواہ نہ کروں گا نہ ملامت کرنے والے کی ملامت کا اور نہ کسی عتاب کرنے والے کے عتاب کا خوف ہو گا "مولاؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں کوئی کام گھر پہ نہیں کرتا مسجدِ نبوی میں چلو" الغرض مسجدِ نبوی میں مولاؑ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئی۔ عثمان کا قتل ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ سنہ ہجری کو ہوا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا لاش تین دن تک مزبلہ پہ پڑی رہی' ایک ٹانگ کتے کھا گئے بعد میں رات کے وقت چھپ کر بنو امیہ نے یہودیوں کے قبرستان حشِ کوکب میں بلا کفن دنماز دفن کر دیا۔

اب اس کے بعد سب مسلمان مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قتلِ عثمان کے چار پانچ دن بعد مولاؑ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئی۔ قابلِ غور ہے کہ حسبِ فرمانِ رسولؐ خدا زمانہ کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتا اور جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مراوہ کفر کی موت مرتا ہے۔ قتلِ عثمان کے بعد مولاؑ کے ہاتھ پر بیعت ہونے تک جو چار پانچ دن کا وقفہ رہا ابوبکر و عمر کے سلسلے کو ماننے والے بتائیں کہ اس وقفہ کے دوران کون امام تھا (مسلمان اب بھی غور کر لیں کہ مہدی موعود کے تو وہ قربِ قیامت پیدا ہونے کے قائل ہیں اب مسلمانوں کا امام کون ہے؟) یہ جملہ معترضہ تھا۔

اصل حقیقت یہی ہے کہ حضرت رسولؐ کی رحلت کے بعد ہی بلا وقفہ آنجنابؐ کے جانشینِ برحق علی مرتضیٰ علیہ السلام کی خلافت و امامت جاری و ساری ہوگئی اور ابوبکر و عمر و عثمان کی غصبی خلافت سے اس پہ نہ کوئی اثر پڑا اور نہ پڑ سکتا تھا۔ ان متذکرہ بالا چار پانچ دن کے وقفہ میں بھی مولائے کائنات کی خلافت و امامت تھی اور لوگوں کا بیعت کرنا تو صرف خلافتِ ظاہری کے لئے تھا۔ اس بیعت کے بعد مولائے کائنات منبر کے عرشہ پر تشریف فرما ہوئے جہاں حضرت رسولؐ بیٹھا کرتے تھے۔ ابوبکر، عمر و عثمان کا یہ طریقہ تھا کہ ایک ایک زینہ نیچے بیٹھا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے مولاؑ سے کہا کہ آپ تو عین رسولؐ کی جگہ بیٹھ گئے۔ مولاؑ نے جواب دیا پھر جانشین کس کو کہتے ہیں؟

قابلِ ذکر ہے کہ عبداللہ ابن عمر جنھوں نے بعد میں یزید کے ہاتھ پہ بھی بیعت کی اور اپنے خاندان والوں کو اس کی اطاعت کی تاکید کی مگر مولائے کائنات کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ حضرت عمر کے چھوٹے بیٹے عبیداللہ بن عمر معاویہ کے لشکر میں شریک ہوکر مولائے کائنات کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے حضرت عمر کی بیٹی حفصہ (زوجۂ رسول) بھی علیؑ سے لڑنے عائشہ کے ساتھ نکل چکی تھیں مگر ان کے رشتہ داروں نے روک لیا۔ حضرت عمر اور ان کے خاندان نے مولائے کائنات سے بغض کا پورا مظاہرہ کیا ہے۔

قارئین ملاحظہ کریں گے کہ سقیفہ کی دھاندلی استخلاف کی ملی بھگت اور شوریٰ کی ڈھونگ کے برخلاف مولائے کائنات کی

بیعت خلافتِ ظاہری کے لئے بھی اصرار کر کے کھلے عام مسجد نبوی میں ہوئی ہے۔ مولاؑ کے ہاتھ پر بیعت تو (بجز چند کٹر منافقین کے) سب لوگوں نے کی مگر فتنہ پردازوں نے آپ کی خلافت کے چار سال میں سے ایک دن بھی آپ کو چین سے رہنے نہ دیا۔ یوں تو رسولؐ اللہ کے بعد مولاؑ کی پوری زندگی ہمہ اقسام کے ظلم و ستم کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے گزر گئی جیسا کہ ایک سلفی حق گو شاعر جناب آوج یعقوبی نے کہا ہے: ؎

کیا ایک رات کو شبِ ضربت کا دیجئے نام
مولاؑ کا قتل ہوتا رہا زندگی تمام
مولاؑ کے دشمنوں میں ہوس کے اسیر تھے
جاہل نہیں تھے سمجھے پڑھے بے ضمیر تھے

طلحہ و زبیر نے مولاؑ کی تائید دنیوی اغراض کے تحت کی تھی مگر جب مولاؑ نے ان کی طبیعتوں کا اندازہ کرتے ہوئے ان کی گورنریوں کی خواہش کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میرے قریب رہ کر کام کرو تو یہ دونوں نکث بیعت کر کے حضرت عائشہؓ سے جا ملے جو مسلمہ طور پر مولاؑ کی دشمن تھیں۔ اُدھر معاویہ نے اعلانِ بغاوت کر دیا۔ یہ وہی معاویہ صاحب ہیں جن کو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے بیس سال شام کا گورنر بنائے رکھا اور حضرت عمر باوجود اپنے مشہور دُرّہ کے معاویہ کے حریر و دیبا کے لباس اور شاہانہ ٹھاٹ کے آگے دُرّہ تو کیا استعمال کرتے زبان تک نہ ہلا سکے غرض کہ حضرت عائشہؓ طلحہ

وزبیر نے جمل میں اور معاویہ نے صفین میں شیر خدا کے سامنے صف آرائی کر دی۔ اِن جنگوں کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں مگر حضرت عائشہ کے طرزِ عمل کی تھوڑی سی تفصیل بیان کر دیتے ہیں۔

امت کے باپ علی مرتضیٰ سے حضرت عائشہ کی کھلی دشمنی قارئین کے ذہن

میں حضرت رسول کا یہ ارشاد محفوظ ہوگا کہ میں اور علی امت کے باپ ہیں۔ جہاں قرآن مجید نے حضرت رسولؐ کی بیویوں کو امہات المومنین قرار دیا وہیں والدۂ شہزادی کونین جناب خدیجہ علیہا السلام کے انتقال کے بعد مولائے کائنات کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ وہ اپنے اختیار تمیزی سے حضرت رسولؐ کی جس بیوی کو بھی صحیح راستہ سے ہٹی ہوئی پائیں طلاق دے دیں۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ ازواجِ رسولؐ کو بھی امہات المومنین کی فہرست میں باقی رکھنے یا خارج کر دینے کا اختیار علیؑ کو تھا اس طرح حضرت رسولؐ نے علیؑ کو نہ صرف امت کا باپ قرار دیا بلکہ امہات المومنین پر بھی اقتدارِ اعلیٰ علیؑ کو قرار دیا۔ ان سب باتوں کے علم کے باوجود حضرت عائشہ کی یہ دیدہ دلیری اور ڈھٹائی قابلِ غور ہے کہ جس کو ان کی طلاق کا اختیار تھا اس کے خلاف جنگ کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ مولائے متقیان سے ان کی دشمنی اس وقت پوری طرح بے نقاب ہو گئی جب انہوں نے حضرت رسولؐ کے واضح احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وصی رسولؐ سے جنگ کے لئے کھڑی ہو گئیں اور اپنے چہرہ کو

بھی بے نقاب کر دیا۔ بقول حاجی رفیع سودا ؎

"لڑکی وہ لڑکیوں میں کھیلے

نہ کہ لونڈوں میں جا کے ڈنڈ پیلے"

ایک طرف تو انہوں نے اُقتلِ المعثل کا اعلان کرکے طلحہ و زبیر کی سازش سے حضرت عثمان کو قتل کرا دیا اور پھر جب ان کو مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے راستہ میں معلوم ہوا کہ لوگوں نے علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تو (بموجب تاریخ اعثم کوفی) عائشہ نے کہا کاش مجھے زمین نگل جاتی یا آسمان اٹھا لیتا مگر یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔ اب وہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کی دعویدار بن کر میدانِ جمل میں پہونچ گئیں جنگ جمل سے قبل جب حضرت عائشہ کے مشورہ سے طلحہ و زبیر نے حضرت علی علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اس موقع پر ان کی گفتگو کو ورتحہ فرلیشلر المانی نے اپنی کتاب عائشہ بعداز پیغمبر کے صفحہ ۱۷۶ پر نقل کیا ہے۔ جس کا ہم ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ "زبیر نے کہا اس کے سوا چارہ نہیں کہ علیؑ کو قتل کر دیا جائے طلحہ نے کہا کہ کیا علیؑ کو مارنا آسان سمجھتے ہو البتہ عبادت کی حالت میں شاید مارا جا سکے۔ کیا تم نے علیؑ کو کبھی جنگ کے درمیان دیکھا ہے؟ تم دیکھتے تو جان لیتے کہ علیؑ کی ایک نہیں دس نہیں سو جانیں ہیں کہ مارے ہی نہیں جاتے۔ زمانہ پیغمبرؐ میں اُحد کی جنگ میں اتنے زخم شمشیر و نیزہ و تیر کے اس مرد کو پہنچائے گئے کہ جسم گویا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا مگر پھر بھی وہ زندہ رہے حالانکہ اس وقت ان کا لڑکپن تھا۔"

حضرت عائشہ وطلحہ وزبیر کے مولائے کائنات کو عثمان کا قاتل ٹھہرانے کے متعلق ایک شخص نے اہل سنت کے مشہور عالم شمس الدین فاخوزی سے پوچھا کہ آپ علیؑ کی نسبت کیا کہتے ہیں وہ تو حضرت عثمان کے قاتل تھے انہوں نے اس قدر جواب دیا "وائے برعثمانے کہ قاتل او علیؑ باشد" یعنی وائے ہو اس عثمان پر جس کے قاتل علیؑ ہوں۔ کیونکہ ارشاد رسولؐ ہے کہ علیؑ کا قاتل ہو کہ مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

تاریخ اعثم کوفی صـ۱۴۳ پر روایت ہے کہ زوجۂ رسولؐ حضرت اُم سلمیٰ نے عائشہ کو حضرت رسولؐ کا ارشاد یاد دلاتے ہوئے نصیحت کی کہ حواَب کے کتوں والی نہ بنو۔ رسول اللہؐ نے علیؑ کو کل مومنین ومومنا کا مولا قرار دیا ہے اور اپنی زندگی اور اس کے بعد بھی اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ تم طلحہ وزبیر کے بہکاوے میں نہ آؤ اللہ کی گرفت سے وہ روزِ حشر تم کو نہ بچا سکیں گے" ان باتوں کا حضرت عائشہ پر کوئی اثر نہ ہوا مالکِ اشتر نے بھی سخت الفاظ میں حضرت عائشہ کو خط لکھا کہ "خلاف حکم خدا ورسولؐ گھر سے نکل کر اپنا چہرہ دکھاتی نہ پھیر ورنہ ہم کو آپ کو واپس لے جاکر وہاں بٹھانا ہوگا جہاں خدا ورسولؐ کا حکم آپ کو بیٹھنے کا ہے۔" ان سب سے بڑھ کر خود مولائے کائنات نے احکام خدا ورسول سے ڈراتے ہوئے واپس جانے کی ہدایت ان تک پہنچائی مگر سب بے سود۔ وہ میدانِ جنگ میں آ ہی گئیں۔ حافظ نذیر احمد خان امہات المومنین صـ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔ بات تردد میں ہو رہی تھی، عائشہ کو اس میں دخل درمعقولات مناسب نہ تھا اور دخل بھی ایسا کہ

کشت و خون میں شریک "حضرت عائشہ عسکر نامی ایک بڑے اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں پہونچیں اور چیخ چیخ کر علیؑ کے خلاف نعرے لگاتی رہیں۔

شکست کے بعد بھی عبداللہ بن حنیف الخزاعی کے گھر میں عقیبہ بنت الحارث کے پاس بیٹھ گئیں اور واپس جانے تیار نہ ہوئی تھیں۔ مولائے کائنات نے ابن عباس کو پھر مالک اشتر کو بھیجا اور پھر خود جا کر سمجھایا مگر بے سود۔ آخر میں شہزادہ حسنؑ کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ جا کر اس جگہ بیٹھو جہاں اللہ و رسولؐ نے بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور اپنے ستر کا خیال رکھو۔ ورنہ اس اختیار کو استعمال کردوں گا جو تم خوب جانتی ہو جو میرے پاس ہے۔ (یعنی طلاق دیکر امہات المومنین کی فہرست سے خارج کردوں گا) سید صالح کشفی ترمذی حنفی "کوکب دری" میں لکھتے ہیں جب شہزادہ حسنؑ کے ذریعہ مولاؑ کا یہ حکم پہنچا عائشہ نے سر میں ایک طرف کنگھی کی تھیں اسی حالت میں اٹھ کر جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ حضرت عائشہ کی وہ ساتھی عورتیں بھی حضرت رسولؐ کے الفاظ میں "صواحبُ یوسف" تھیں اور کب چھوڑنے والی تھیں لپٹ پڑیں کہ بتاؤ یہ علیؑ کے بیٹے کے آنے کے بعد تمہارا نقشہ کیسے بدل گیا اس میں کچھ دال میں کالا ہے۔ یہ عورتیں حضرت عائشہ سے حقیقت کھلوا کر ہی رہیں مدینہ والیبی کے بعد بھی یہ بھول کر کے خود نامحروں کے ساتھ سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے بصرہ پہونچی تھیں مولائے کائنات پر یہ اعتراض کر دیا کہ مجھے

نامحرموں کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت عائشہ کی عقل فتنہ پردازی میں بڑی تیز تھی مگر مولاؑ کی نیکیوں اور بلندی عقل تک کون پہنچ سکتا تھا حالانکہ مولائے کائنات نے عورتوں کو مردوں کا لباس پہنا کر عائشہ کے ساتھ دیا تھا۔ جب ان عورتوں نے مردانہ لباس اتارا تو حضرت عائشہ کو ان کے سامنے بڑی خفت ہوئی۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ جو "عمل عائشہ نے علیؑ کے ساتھ کیا اگر وہ عمر کے ساتھ کرتیں تو عمر ان کے ٹکڑے بوٹیاں کر کے چیل کوؤں کو کھلا دیتے مگر علیؑ کریم ابن کریم تھے"۔ بعض کتابوں میں ہے کہ جمل سے واپسی کے بعد جب کچھ عورتوں نے پوچھا کہ سب جانتے بوجھتے جانشین رسول سے لڑنے کیوں گئی تھیں تو کوئی جواب بن نہ پڑا تو کہیں نیرا نکاح تیرے شوہر کے ساتھ کیوں ہوا۔ یعنی یہ کہ خدا کو یہی منظور تھا بعض کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اپنے کئے پر پچھتا کر آنسو روتی تھیں کہ اوڑھنی بھیگ جاتی تھی۔ اگر ان کو یہ اندرونی افسوس تھا تو کوئی بات بھی ہوتی مگر بعد کے بھی مسلسل واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محض مگرمچھ کے آنسو تھے۔ دشمنی اہل بیت بدستور قائم تھی۔ اول تو اپنے غلاموں سے پردہ نہ کرتی تھیں (حالانکہ شرعاً یہ عمل ناجائز تھا) مگر شہزادگان حسنؑ وحسینؑ سے پردہ کرتی تھیں جو بہ اعتبار رشتہ دیکھا جائے تو ان کے نواسے تھے۔ جب امام حسن علیہ السلام کو معاویہ نے زہر دلوا کر شہید کر دیا تو اس شہزادہ کی وصیت کے مطابق کہ نانا کے پہلو

میں دفن کرنا جب امام حسین علیہ السلام جنازہ قبر رسولؐ کی طرف لا رہے تھے تو عائشہ گدھے پر بیٹھ کر مزاحمت کرنے پہونچ گئیں، اور اپنے حامیوں سے جنازے پر تیر برسوائے کہ ستر تیر جسم امام حسن علیہ السلام میں پیوست ہو گئے۔ شہزادہ حسنؑ کو اس کا اندازہ شاید پہلے ہی سے تھا اسی لئے یہ وصیت بھی کر دی تھی کہ اگر مزاحمت ہو تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کرنا پڑا۔

سنیوں کے مشہور عالم فضل بن روز بہان جنھوں نے شیعوں کے خلاف "ابطال الباطل" لکھی (جس کی تردید میں "احقاق الحق" وغیرہ کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں) یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عائشہ سے روز جمل گناہ ہوا جس کا اُن سے مواخذہ ہوگا۔ باوجود اس کے وہ لکھتے ہیں کہ عائشہ آیت تطہیر میں داخل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ صرف زنا، کاری یا شرک آیت تطہیر میں داخل ہونے سے روک سکتا ہے۔ قابل غور ہے کہ روز بہان صاحب نے "یُطَہِّرَکُم تَطہِیراً" کی کیا احمقانہ تعبیر کی ہے۔ وصیٔ رسولؐ سے لڑو۔ خلاف احکام خدا و رسول گھر سے نکلو۔ نامحرموں کے ساتھ سفر کرو، پھر آیت تطہیر میں بھی اپنے کو داخل سمجھو۔ حالانکہ حضرت رسولؐ نے یہ واضح فرما دیا کہ اس آیت میں صرف علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ داخل ہیں جس کے متعلق ہم نے مشہور علماء اہل سنت کی کم از کم چودہ کتابوں کے حوالے اسی کتاب میں دوسری جگہ درج کئے ہیں۔

## شہزادیٔ کونین کی موت کا ایک سبب عائشہ کی ایذا رسانی ہم اولاً

شہزادیٔ کونین کے بیت الشرف کا نقشہ پیش کرتے ہیں! اہل بیت رسولؐ نے کبھی تین دن سے زیادہ پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔ تنگی و فراخی ہر حال میں شہزادیٔ کونین کا وطیرہ یہ رہا کہ آپ کی چادر میں پیوند ہوتے اور چکی پیسنے سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے اور جو کچھ بھی آپ کے پاس آتا بنی ہاشم کی بیواؤں اور یتیموں پر تقسیم فرما دیا کرتی تھیں۔ مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۵۶ و مناقب خوارزمی صـ ۲۶ و کنز العمال جلد ۱۴ صـ ۶۹ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ موٹا اور معمولی لباس پہنتے ہوئے چکی چلا رہی ہیں اور ساتھ ہی بچہ کو دودھ بھی پلاتی جاتی ہیں اور زبان سے تلاوتِ قرآن جاری ہے یہ دیکھ کر حضرت رسول خدا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صاحبزادی کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ صاحبزادی نے کہا بابا آخرت کی بھلائی کے لئے مجھے دنیا کی سختیاں منظور ہیں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

"ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ" یعنی عنقریب تمہارا پروردگار اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ۔ یہ اس شہزادی کونین خاتونِ جنت کا حال تھا جس کی ماں ملکۂ عرب جناب خدیجہ علیہا السلام کی دولت کا یہ حال تھا کہ سونے چاندی کے ڈھیر کے پیچھے اونٹ چھپ

جاتے تھے۔ اور اس ملکۂ عرب نے جس کے تاج کی قیمت ایک سلطنت کے خراج کے برابر بیان کی جاتی ہے ساری دولت و کنیز و غلام حضرت رسولؐ سے نکاح کے ساتھ ہی آپ کی خدمت میں ہبہ کر کے کعبہ میں اعلان کرا دیا اور آپ کی یہ ساری دولت خدمتِ اسلام میں حضرتِ رسولؐ نے خرچ فرمائی۔ اس ملکہ کی یک لوتی صاحب زادی کا جب مولائے کائنات سے (زمین پہ دنیز عرش پہ) عقد ہوا تو جہیز میں مٹی کے برتن، ایک چکّی، اونٹ کی کھال کا بستر اور لیفِ خرما کا تکیہ تھا۔

حضرت رسولؐ کی رحلت کے ساتھ ہی جب شہزادی سے فدک چھین لیا گیا اور ترکۂ پدر سے بھی محروم کر دیا گیا تو حالت ادر سقیم ہو گئی۔ اس قاسمِ رزق ہمرازِ مشیت کو جو سیپی میں بند چیونٹیوں کو بھی رزق پہونچا دیتا تھا ابوبکر (خلیفہ غاصب) سے یہ کہنے کی نوبت آئی جیسا کہ جرمن مورخ کورتھ فریشلر نے اپنی کتاب "عائشہ بعد از پیغمبر کے صٹ ۲۷ پہ تحریر کیا ہے (ہم اس کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

"علیؑ نے ابوبکر سے کہا تم کو بعض مسلمین کی وضع معاش اور عدم استطاعت کی اطلاع نہیں ہے اور اگر ہے تو ان کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ میں ایک اصولی بات کر رہا ہوں کہ آیا پیغمبر کی بیوی اس کی مستحق ہے کہ بارہ ہزار درہم وظیفہ اس کو دو اور پیغمبر کی بیٹی اور نواسوں کو جن میں پیغمبر کا خون ہے ایک درہم بھی نہ دو۔ ابوبکر نے کہا یہ بدبختی

پر مبنی نہ تھا مگر میں تمہاری زوجہ فاطمہؑ اور ان کے بچوں کو بھول گیا تھا۔ مگر اب آئندہ سے سالانہ از تا بیش ۴۲ بورے گیہوں کے فاطمہؑ کے لئے بیت المال سے مقرر کر دوں گا۔"

مگر صورت واقعہ یہ رہی کہ یہ وظیفہ بھی فاطمہؑ کو نہ پہونچنے پایا۔ جوں ہی عائشہ کو خبر ہوئی اس پر اعتراض کر دیا۔ تھوڑے ہی دن میں دختر پیغمبر کی شہادت واقع ہو گئی اور فاطمہؑ زندہ بھی رہتیں تو عائشہ وہ وظیفہ فاطمہؑ تک پہونچنے نہ دیتیں۔"

فریشلر نے مزید لکھا ہے کہ "جب کبھی فاطمہؑ اپنے باپ کے گھر آتیں اور عائشہ وہاں ہوتیں تو عائشہ کہتیں کب یہ منحوس صورت (معاذ اللہ) میرے سامنے سے جائے گی اور مجھے چین آئے گا۔ فریشلر نے یہ بھی لکھا ہے فاطمہؑ کی موت کا سبب علاوہ دیگر ظلم و زیادتی کے عائشہ کی ایذا رسانی تھا"

مورخ اسلام احسان اللہ عباسی گورکھپوری نے جو ایک متعصب سنی کہے جاتے ہیں شہزادی کونین سے عائشہ کی عداوت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اپنی تاریخ میں وہ لکھتے ہیں "آنحضرتؐ حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ سے بے انتہا پیار کرتے تھے، عائشہ کو بہ اقتضائے نسانیت اس کا رشک تھا اور وہ رشک مختلف واقعات سے نفرت کی حد تک پہونچ گیا تھا۔"

عائشہ مجبول گئیں حضرت رسولؐ نے تمہارے متعلق تین مرتبہ فرمایا کہ "فتنے تمہارے گھر سے اٹھیں گے اور شیطان کا سر تمہارے گھر سے نمودار ہوگا" اور یہ بھی فرمایا تھا کہ "تم یوسف کی ہم نشین عورتوں جیسی ہو جن کا مکر عظیم ہے"۔

شہزادی کونین کے متعلق فرمایا کہ "یہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے۔ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ایذا دی مجھے ایذا دی اللہ اس کی خوشی سے خوش اور اس کی ناراضی سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ خاتون محشر ہے حشر کے دن اس کی حکومت ہوگی۔ اس دن تم اپنی صورت کہاں چھپاؤ گی"۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

(اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ ان کی بازگشت کا ٹھکانہ کونسا ہے) یہ بھی سن لو کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا "رسول اللہ کی آستین کی سانپ' ناگن" یہ ہے (VIRDICT) (فیصلہ) مولانا شیخین احمد شطاری کامل معتمد صدر جمعیت العلماء دکن کا جو فرماتے ہیں سے

برا ہوتا ہے مار آستیں بھی
نہ جانے اس نے کس کس کو ڈسا ہے
جمل صفین سب اس کی بدولت
جہاں دیکھو اسی کا شعبدہ ہے

مولانا نے اپنے بلیغ آخری مصرعہ میں یقیناً تمہاری اسی شعبدہ باز

کی طرف اشارہ کیا ہے جو تم نے سقیفہ و استخلاف وغیرہ وغیرہ کے سلسلہ میں کی ہے اور تم کو "مارِ آستینیں" قرار دیتے ہوئے "کس کس کو ڈسا ہے" سے نہ معلوم تمہارا کس کس کو کاٹنا مولانا کے پیش نظر تھا۔ رسولؐ اللہ کو تو تم پر زہر دینے کا شبہہ ہو ہی چکا تھا اور امام حسنؑ کے جنازہ پر زہر آلود تیر برسوانے میں بھی یقیناً تمہارا زہر شامل تھا۔

ہم کو معلوم ہے کہ شہزادی کونین کی مصیبتوں کو یاد کرکے مومنین کے دلوں پر کیا گزرتی ہے۔ ان کے کچھ سکون کے لئے ہم شہزادی سے منسوب کہانی یاد دلاتے ہیں اور اس سے پہلے کتاب "صراط المستقیم" کی ایک روایت نقل کرتے ہیں اور مشہور شیعہ نعمت خان عالی کے ایک دو واقعات سناتے ہیں۔ سبط ابن جوزی نے جوالِ سنت کا ایک بڑا عالم تھا۔ اپنے غزدہ علم میں (مولائے کائنات کی نقل کی کوشش میں) سلونی قبل ان تفقدونی کا نعرہ لگایا۔ اس پر ایک عورت نے سوال کیا "سلمان فارسی نے مدائن میں رحلت کی حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے ایک ماہ کی مسافت پر ایک شب میں مدائن تشریف لائے۔ اور ان کی نماز و دفن سے فارغ ہو کر مراجعت فرمائی" ابن جوزی نے کہا ہاں اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ پھر عورت نے پوچھا "عثمان مدینہ میں قتل کئے گئے اور تین دن تک مزبلہ پر پڑے رہے اور حضرت علیؑ نے باوجود مدینہ میں تشریف رکھنے کے ان کی نماز نہ پڑھی" جواب دیا۔ ہاں درست ہے عورت نے کہا "پس ان

دونوں میں سے ایک پر خطا لازم آتی ہے۔" ابن جوزی سے جواب
بن نہ پڑا تو کہا کہ اگر تو شوہر کی بلا اجازت گھر سے آئی ہے تو تجھ پر لعنت
اور اگر اس کی اجازت سے باہر آئی ہے تو اس پر لعنت۔ [illegible] نے
کہا " کیا عائشہ حضرت رسولؐ کی اجازت سے حضرت علیؑ سے جنگ
کرنے گھر سے نکل کر بصرہ گئی تھیں؟ ابن جوزی سے جواب بن نہ پڑا
گریبان میں منہ ڈالے پلٹ گئے۔

## نعمت خانِ عالی کی حاضر جوابی

مشہور شیعہ نعمت خانِ عالی اورنگ زیب کے با اثر
وزراء میں سے تھے۔ نہایت باہمت، عالی دماغ اور حاضر جواب تھے
اورنگ زیب باوجود شیعوں کا دشمن ہونے کے ان پر ہاتھ نہ ڈال سکا۔
نہ معلوم ان کی قابلیت سے مرعوب تھا یا اس کے دل میں کوئی کسک
تھی کہ (شاید شیعہ حق پر ہیں جس کا کچھ ثبوت بعد کے واقعات
سے ملا) بہرحال وہ نعمت خانِ عالی کی حق گوئی و حاضر جوابی کو
برداشت کرتا رہا۔ جب اورنگ زیب نے شیعوں کو کافر ٹھہرا کر
ان پر جزیہ عائد کر دیا تو نعمت خانِ عالی نے شیعوں کا ایک جلوس
نکلوایا جو برسرِ عام ابوبکرؓ، عمر و عثمان پر لعنت کرتا ہوا گزرا۔ اورنگ زیب
نے محسوس کیا کہ یہ تو الٹی پڑ گئی۔ اس نے نعمت خانِ عالی سے پوچھا
کہ یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا "شیعوں نے جزیہ ادا کر دیا ہے
ان کو اپنے مذہب کی آزادی حاصل ہے"۔ اورنگ زیب نے شرمندہ
ہو کر جزیہ کا حکم منسوخ کر دیا۔

ایک دفعہ اورنگ زیب نے ان سے پوچھا کہ پہلے چار خلفاء کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا ؎

"زاں چار یکے نہ داشت عیبے"

یہ ذومعنی جواب تھا یعنی یہ کہ ان میں سے کسی ایک میں بھی عیب نہیں تھا۔ دوسرے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک میں عیب نہ تھا۔ باقی تین عیب دار تھے۔ پھر ایک موقعہ پر اورنگ زیب نے چاروں خلفاء کے تعلق سے ان کے عقیدہ کے بارے میں سوال کیا تو نعمت خان عالی نے فی البدیہہ برجستہ جواب دیا کہ ؎

بارہا گفتم ترا اے شہر یار
چار یارم چار یارم چار یار

بظاہر مطلب یہ ہوا جیسا کہ سنی کہتے ہیں چار یاری ہیں مگر چار یارم کو تین مرتبہ دہرانے سے بارہ ہوئے یعنی "میں بارہ اماموں کا ماننے والا ہوں"۔

ایک دفعہ دربار میں اورنگ زیب کے ایک کٹر سُنّی وزیر نے تجویز پیش کی کہ ایک ایک شیعہ کا نام لیتا جائے اور اس کے باپ پر لعنت کرتا جائے اور سب حاضرین اس کو دہراتے جائیں۔ نعمت خاں عالی نے کہا ایسا مت کرو۔ مگر سبھوں نے اصرار کیا۔ اور سلسلہ شروع ہوا۔ جب نعمت خانِ عالی کی باری آئی تو انہوں نے "محمد ابن ابوبکر رافضی بود بر پدرش لعنت" (یعنی محمد ابن ابوبکر رافضی تھے ان کے باپ پر لعنت) سب حاضرین نے رد میں اسی فقرہ کو دہرایا

اور اب جو چونکے تو معلوم ہوا کہ انھوں نے ابوبکر پر لعنت کی ہے۔
نعمت خانِ عالی نے کہا کہ ہم نے تو پہلے ہی تمہیں خبردار کر دیا تھا۔ اب ہم مختصراً جناب سیدہ کی مشہور کہانی سناتے ہیں۔

یہ شہزادی تھیں جن کی زبان کی لاج رکھنے اللہ تعالیٰ نے حسنین علیہم السلام کے لئے حلّہائے بہشت رضوان کے ذریعہ فاطمہ کے پاس بھیجے۔

یہاں شہزادی کونین کے صبر و تحمل و اعجاز کے متعلق جناب سیدہ کی کہانی مختصراً بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔ تھوڑے دن پہلے ایک سنی محترم خاتون نے اپنا نام بتائے بغیر "بی بی سکینہ" کی کہانی کے نام سے یہ کہانی چھپوائی (جس پر ایک نام نہاد سنی عالم نے اعتراض بھی کیا) کہانی مختصراً یہ ہے۔

"یہودیوں کی کچھ عورتیں اپنے یہاں ایک شادی کی دعوت دینے جناب سیدہ کے گھر آئیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے والد بزرگوار سے پوچھوں گی۔ شہزادی نے اپنے باپ سے عرض کیا بابا ان عورتوں کا منشاء میری اور آپ کی تحقیر کرنا ہے۔ میرے پاس پھٹے پرانے کپڑے ہیں یہ پہن کر ان مالدار عورتوں کی محفل میں کیسے جاؤں۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا بیٹی تم اسی حالت میں چلی جاؤ۔ شہزادی پھٹے پرانے کپڑوں میں جانے تیار ہوگئیں۔ (نوٹ: میرے دوست نواب غمر خاں نے جب یہ فقرہ سنا تو بڑی دیر تک زار و قطار روتے رہے) مگر خداوند عالم کو شہزادی کونین کنیز خدا کی یہ ادا یہ صبر و تحمل اتنا

پسند آیا کہ بحکم الٰہی ستّر ہزار حوریں لباس فاخرہ زیورات زر و جواہر
مشک و عنبر کے طبق لے کر آسمان سے اتریں۔ شہزادی کو آراستہ
کیا اور زر و جواہر نچھاور کرتے ہوئے مشک و عنبر کی بارش کرتے ہوئے
کنیزوں کی شکل میں شہزادی کو حلقہ میں لئے ہوئے دعوت کے مقام
پر لے گئیں۔ جب یہ حال دیکھا تو یہود کی عورتیں جو زرق برق
لباس اور قیمتی زیورات پہنے رسولؐ کی بیٹی کو زک دینے کے ارادے
سے بیٹھی تھیں۔ کچھ بے ہوش ہو گئیں اور کچھ مر گئیں اور دلہن بھی
جاں بحق تسلیم کر گئی۔ دعوت کا گھر ماتم کدہ بن گیا تو شہزادی نے اس
خیال سے کہ میرے آنے کی وجہ سے دلہن کیوں مر جائے اور ان پر کیوں
آفت آئے آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی۔ دعا مستجاب ہوئی اور
دلہن فوری کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ مردہ عورتیں بھی زندہ ہو گئیں
اور سیدۂ عالمیان کے اس اعجاز کو دیکھ کر سب مسلمان ہو گئیں۔

## مولائے کائنات کے خلاف ثالثی میں دھاندلی

اب ہم سلسلہ سابقہ پر غور کرتے ہوئے
اس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ثالثی کی کارروائی میں مولائے کائنات کے
خلاف کس طرح دھاندلی کی گئی۔ شیر خدا کے اس چیلنج کے باوجود کہ لوگوں
کی خونریزی کیوں ہو تم اور میں تنہا مقابلہ کر لیں جو جیتے حکومت پر قائم
رہے۔ معاویہ اپنی فوج کے پیچھے دور دور خیموں میں دبکے رہے جب
ان کے ساتھی عمرو بن العاص نے کہا کہ علیؑ کے مقابلہ کے لئے نکلتے کیوں نہیں
معاویہ نے کہا کہ شاید تجھے خلافت کی تمنا پیدا ہو گئی ہے جو مجھے علیؑ کے

مقابلہ میں بھیج کر مروانا چاہتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ وہی عمرو بن العاص ہے جو مثل بسر بن ارطاۃ اپنے کو برہنہ کر کے شیر خدا کے سامنے سے اٹھ کر بھاگا تھا۔ جب معاویہ نے اس پر طنز کیا کہ علیؑ کے سامنے سے تو کیوں بھاگا تھا تو اس نے جواب دیا کہ اگر تو بھی علیؑ کے سامنے جاتا اور ننگا ہو کر جان بچا کر نہ بھاگتا تو تیری جورو ئیں رانڈ ہو جاتیں۔ غرض معاویہ دبکے رہے اور جب ان کی فوج کی شکست یقینی ہو گئی تو مکر و فریب کا طریقہ اختیار کیا۔ نیزوں پر قرآن بلند کر کے صلح کا نعرہ لگا کر مولاؑ کی فوج میں پھوٹ ڈالنے کی چال چلی گئی جس کے بعد ثالثی کی تجویز سامنے آئی اور خوارج کا فتنہ کھڑا ہوا اور جنگ نہروان پیش آئی۔

قابل ذکر ہے کہ عمار یاسر اور اویس قرنی باوجود کبر سنی (اویس یمن سے صفین آ کر) نیز خزیمہ انصاری ذوشہادتین و حذیفہؓ یمانی کے دو بیٹے سعید و صفوان باپ کی وصیت کے مطابق مولائے کائنات کے لشکر میں شریک ہو کر داد شجاعت لے کر شہید ہوئے۔

ثالثی کی دھاندلی بھی قابل غور ہے جس کی کچھ تفصیل یہ ہے۔ معاویہ کی فوج بالکل شکست کے قریب پہونچ چلی تھی۔ تو معاویہ اور ان کے ساتھی عمرو بن العاص نے نیزوں پر قرآن بلند کرا کے کہ ہم صلح چاہتے ہیں، روایتوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ دراصل وہ قرآن نہ تھے بلکہ تھیلوں میں لپٹے ہوئے پتھر بلند کئے گئے تھے یعنی اس میں بھی دھوکہ دیا گیا۔ مولائے کائنات کے کچھ سپاہی اس دھوکہ میں آ گئے۔

کہ جب قرآن بلند کئے گئے ہیں تو ہم نہیں لڑتے۔ مولاؑ کی فوج کے ایک حصہ کے سردار مالکِ اشتر جو مشہور بہادر تھے کہہ رہے تھے کہ بس اب تھوڑی ہی دیر میں لشکرِ مخالف کا صفایا کر دیتا ہوں مگر خود اپنے فوجیوں کی باغیانہ حرکت سے مجبور ہو گئے اور تنِ تنہا معاویہ کے خیمے کی طرف لپکے کہ اس کا خاتمہ کر دیں تھوڑے ہی فاصلہ پر تھے کہ مولا کا حکم پہونچا کہ چلے آؤ حکمِ امام کی متابعت میں ہاتھ روک کر واپس آ گئے۔ جنگ رُک گئی اور یہ قرار پایا کہ ثالثی کے ذریعہ تصفیہ کیا جائے کہ مولائے کائنات خلیفہ ہیں یا معاویہ۔ اب یہ زیادتی اور دھاندلی قابلِ غور ہے کہ معاویہ نے اپنی پارٹی اور اپنی مرضی کے چالباز شخص عمر بن العاص کو اپنی طرف سے ثالث مقرر کیا۔ مولاؑ نے اپنی طرف سے عبداللہ ابن عباس کو ثالث مقرر کرنا چاہا تو ان کو یہ کہہ کر قبول نہیں کیا کہ وہ آپ کے عزیز ہیں اور کہا کہ آپ ابو موسیٰ اشعری کو اپنا ثالث بنائیے۔ یعنی مولا کی طرف سے ثالث بھی معاویہ کی پارٹی نے مقرر کیا۔ یہ ابو موسیٰ اشعری عقل سے معرا وہ منافق تھا جس نے مولاؑ کے ہاتھ پر باوجود سب لوگوں کے بیعت کرنے کے اس لئے بیعت نہیں کی اور بعد میں یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور سب سے بڑھکر یہ کہ وادی عقبہ میں حضرت رسولؐ پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھا۔ (تاریخ واقدی و کتاب ابن بابویہ) استیعاب ابن عبد البر اور کتاب قیس بن سلیم ہلالی میں صاف طور پر مذکور ہے کہ ابو موسیٰ حضرت علی علیہ السلام سے بغض رکھتا تھا۔ فریق ثانی کی فتنہ پردازیوں اور شر انگیزیوں کو روکنے کے لئے اپنے سے بغض رکھنے والے منافق شخص کو ثالث قبول کرنے کے سوا مولا کے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ یہاں عمر بن العاص نے پھر ایک چال چلی۔ ابو موسیٰ سے کہا کہ ہم اپنے اپنے فریق کو معزول کر دیں اور پھر عام

لوگ جس کو چاہیں خلیفہ مقرر کر لیں۔ ابوموسیٰ نے قبول کر لیا۔ پھر عمر بن العاص نے کہا کہ آپ عمر میں بڑے ہیں پہلے آپ اعلان کریں۔ ابوموسیٰ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں علیؑ کو معزول کرتا ہوں۔ اس کے بعد عمر بن العاص کھڑا ہوا اور کہا کہ میں علیؑ کی معزولی کو قبول کرتا ہوں اور معاویہ کو خلافت پر قائم رکھتا ہوں۔

ثالثی کا یہ اصول ہوتا ہے کہ ہر فریق کو اپنا ثالث مقرر کرنے کا حق ہوتا ہے یہاں بر عکس یہ معاملہ ہوا کہ معاویہ نے تو اپنا ثالث خود مقرر کیا مگر مولاؑ کو مجبور کیا گیا کہ وہ فریق مخالف کے مقرر کئے ہوئے ثالث کو قبول کریں۔ قابل غور ہے کہ حضرت رسولؐ کے انتقال کے بعد سے مولاؑ کو ہر قدم پر کس طرح ظلم و زیادتی کا سامنا کرنا پڑا اور کائنات کے مولاؑ کو قدرت رکھتے ہوئے بھی بہ اسباب ظاہر کس کس طرح مجبور ہونا پڑا۔ مولاؑ کے لشکر کے وفاداروں اور دیگر طرفداروں نے اس یک طرفہ ظلم کھلم غیر منصفانہ کارروائی کو تسلیم نہیں کیا اور مولاؑ کو بدستور خلیفہ مانتے رہے۔ مگر معاویہ اپنی شکست کو چالبازی سے ٹالنے میں کامیاب ہو گئے اور بدستور ملک شام پر قابض رہے نہ صرف یہ بلکہ مولاؑ کے خلاف ہر طرح کی ایذا رسانی حتیٰ کہ قاتلانہ حملہ کروانے کی کوشش و تجاویز میں لگ گئے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین فتنۃ الکبریٰ حصہ دوم ص ۴۵ پر لکھتے ہیں امیر معاویہ نے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر میدانِ جنگ کے کسی آزمودہ افسر کے ماتحت عراق کے حدود میں متفرق مقامات پر بھیج دئے اور ان کو لوٹ مار غارتگری کا حکم دیدیا یہ دستے لوٹ مار کرتے اور مالِ غنیمت لے کر واپس آتے۔ معاویہ نے

ایک سخت گیر و سنگدل قریشی بسر بن ارطاتہ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج کے لئے افراد کا انتخاب خود لے اور دیہاتوں میں جہاں بھی علیؑ کے حامی ملیں ان کو تباہ و تاراج کر دیا جائے اور مدینہ پہونچ کر وہاں کے باشندوں کو لرزہ براندام کر دینا کہ ان کو موت نظر آئے۔ بسر بن ارطاتہ نے ظلم میں اپنی طرف سے اور بھی اضافہ کر دیا۔ مدینہ اور یمن آ کر خونریزی کی اور معاویہ کے لئے بیعت لی اور بہت سارا مال غنیمت لے کر معاویہ کے پاس واپس آیا۔" (یہ وہی بسر بن ارطاتہ ہے جو جنگ صفین میں میدان میں آیا جہاں شیر خدا موجود تھے کوئی آپ کے سامنے آنے کی جرات نہ کرتا تھا اس لئے آپ نے بھیس بدل دیا تھا جب بسر بن ارطاتہ کو اندازہ ہوا کہ یہ تو علی ہیں تو زمین پہ گر کر اپنی شرمگاہیں برہنہ کر دیں شیر خدا نے منھ پھیر لیا تو یہ اٹھ کر بھاگا۔ ڈاکٹر طہٰ حسین نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ: بسر بن ارطاتہ کو آخر میں جنون ہو گیا اور وہ "تلوار تلوار" کی رٹ لگاتا تھا تو نوبت یہاں تک پہونچی کہ گھر والوں نے اسکو ایک لکڑی کی تلوار اور چند تکیئے دیدئے وہ تلوار چلانے لگتا اور اسی حالت میں اسے موت آگئی۔"

معاویہ نے فتنہ پردازی کی سے نہ صرف امام حسنؑ علیہ السلام کو زہر دلوا کر شہید کیا بلکہ موافق و مخالف دونوں قسم کی روایات پر نظر ڈالنے کے بعد قرائن اسی کی تائید کرتے ہیں کہ یہ کام خارجیوں کی سازش کا نتیجہ نہیں بلکہ اس میں بھی معاویہ ہی کا ہاتھ تھا اور اسی کے اشارہ سے عبدالرحمٰن ابن ملجم نے مولائے کائنات کا قتل کیا۔ اور مولائے کائنات پر عبدالرحمٰن ابن ملجم کے ذریعہ مسجد کوفہ میں حالت نماز میں حملہ کروا کر شہید کر دیا۔ اس کے بعد معاویہ مزید بیس سال تک نہ صرف شام کی حکومت پر قائم رہے بلکہ امام حسنؑ کے صلح کرنے کے بعد اب تو پوری حکومت کے

کرتا دھرتا بن گئے بیاسی ہزار منبروں سے مولائے کائنات پر سبّ و شتم ولعنت کا سلسلہ جاری رکھا اپنے مرنے کے قریب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ معاویہ کا علاج ایک عیسائی ڈاکٹر نے کیا اور مرتے وقت اپنے گلہ میں لٹکی ہوئی صلیب معاویہ کو دی جس کو چومتے ہوئے معاویہ کفر کی موت مرا۔ یزید نے خلیفہ ہونے کے بعد امام حسینؑ سے بیعت طلب کی جس کے سلسلہ میں واقعہ کربلا رونما ہوا اس کی تفصیل مقصود نہیں۔ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ سقیفہ میں جس فتنہ کی ابتدا کی گئی تھی وہ کربلا تک پہونچ گیا اور جناب سیدہؑ کے گھر پر جو آگ لے جائی گئی تھی اس کے شعلے میدانِ کربلا میں خیام حسینی میں بھڑکے اور رسول کی نواسیوں زینب و ام کلثوم کے سروں سے چادریں چھینی گئیں، بازاروں میں رسیاں باندھکر پھرایا گیا اور امام مظلوم کے بیمار فرزند زین العابدین علیہ السلام کو طوق و سلاسل میں جکڑ کر رسن بستہ مجبور قافلۂ آلِ رسولؐ کو یزید فاسق کے دربار میں سات سو کرسی نشینوں کے سامنے پیش کیا گیا اور پھر تاریک زندانِ شام میں قید کر دیا گیا جہاں امام مظلوم کی چار سالہ صاحبزادی سکینہ علیہا السلام ظلم وستم کی تاب نہ لاکر شہید ہو گئیں۔ حقیقت تو یہی ہے کہ سقیفہ میں جس کی ابتدا ہوئی تھی اس کی انتہا کربلا میں ہو گئی۔ ایک عالم نے اس کو یوں ظاہر کیا ہے ؎

چہ خوش گفتہ حکیمے این لطیفہ
کہ کشتہ شد حسینؑ اندر سقیفہ

## جمل و صفین کے متعلق مولانا مناظر احسن گیلانی کا اظہار

جنگ جمل و صفین کے متعلق مولانا مناظر احسن گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ) کا یہ بلیغ بیان کئی حقیقتوں کی خبر دیتا ہے۔ اپنی کتاب "ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی" میں وہ فرماتے ہیں "جب دین کو چاہا جا رہا تھا کہ دنیاوی جلال و شوکت و اقتدار کو صرف ایک حیلہ اور بہانہ کی حیثیت عطا کر کے اس کے سارے زور اور واقعیت کو ختم کر دیا جائے دنیا کو بھی دینی کامیابیوں کا ذریعہ بنا کر دنیا کو بھی دین بنا لیا جائے جو اسلام اس کی تعلیم دینے آیا تھا۔ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اس کو بھی دنیا کی اس جھلملی بھرتی چھاؤں کی تاریکیوں میں گم نہ کر دیا جائے تو کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اس وقت سب سے بڑی فیصلہ کرنے والی قوت عین وقت پہ ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار نہ ہوتی جس کے تصور سے بھی آج مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو کیا اسلام جو دین ہے اور دین کے سوا کچھ نہیں اس بلند حوصلہ اور فولادی عزم کے ساتھ خدا کے دین کی آخری شکل کو بچانے کے لئے کھڑا ہونے والا اگر جمل و صفین کے میدان میں سینہ تان کر کھڑا نہ ہوتا تو کیا اسلام بچ سکتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ایسا مشکل مسئلہ تھا اقضاء ھم علیؑ کی قوتِ فیصلہ اگر مسلمانوں کو اس وقت نہ مل جاتی تو ممکن تھا مسلمان نام رکھنے والی کوئی قوم دنیا میں باقی رہ جاتی لیکن اسلام رہتا یا نہیں اس کی پیش گوئی مشکل

تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اسلام غائب ہو جانے کے بعد یہ کہنا کہ مسلمان قوم تو باقی رہ گئی۔ کچھ بے معنی سی بات ہے۔ میں نہیں جانتا کہ نصب العین کے حصول کی کوشش میں اس کی نظیر انسانیت پیش کر سکتی ہے۔ سب کچھ اسی راہ میں لٹا دیا گیا تھا بلکہ کربلا کے میدان میں تو اسی نصب العین کے پیچھے علیؑ کے گھرانے کا ایک ایک بچہ قربان ہو گیا۔ اور اب سمجھ میں آتی ہے اہمیت اس سیاسی نظام کی جسے اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن جمل و صفین و کربلا کے خون سے جریدۂ روزگار پر جس نہ ختم ہونے والے آثار کا نقشِ دوام قائم ہو گیا اس کو کون مٹا سکتا ہے"

مولائے کائنات کے ظاہری دورِ خلافت کا جو خاکہ ہم نے پیش کیا ہے اس سے قارئین کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح مولاؑ پر ہر قسم کی کارسازیوں اور شورشوں کی یورش ہوتی رہی۔ باوجود اس کے یہ ارفع و اعلیٰ دل و دماغ اپنے اصلی منصب۔ خلافتِ رسولؐ و امامتِ اُمت کے فرائض کس طرح ادا کرتا رہا ایک ماورائے فہم بات ہے۔ متعدد سنی علماء مستشرقین نے لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت علیؑ کو ان کے چار سالہ خلافت (ظاہری) کے دوران مختلف طریقوں سے دق کیا گیا اور جنگوں میں الجھائے رکھا گیا مگر با ایں ہمہ آپ نے علم کے دریا بہائے جس کا ایک نمونہ "نہج البلاغہ" ہے۔ ان علماء کا بیان ہے کہ اگر آپ کو سکون نصیب ہوتا۔ تو ایسے نکات و رموزِ عرفانی سامنے آتے جس کے

لوگ متحمل نہ ہو سکتے تھے۔
آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈورڈ پوکاک نے ۱۶۳۹ء
میں علیؑ مرتضیٰ کے فرمودات کا انگریزی ترجمہ شائع کیا اور لکھا کہ آپ کے
ارشادات و تحریرات میں سے گیارہ ہزار سے زیادہ ضرب الامثال
اور مختصر جملے زبانِ عربی میں رائج [illegible] مشہور ہیں۔

# باب پنجم

## متفرقات

**بعض ذہنوں کی ایک الجھن کا ازالہ**

مجھے اندازہ ہوا کہ بعض لوگ حضرت رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضیٰ کے فضائل و رتبہ میں سادات کے تعلق سے کچھ الجھن محسوس کرتے ہیں۔ یہ ان کی آشکارا حقیقتوں سے ناواقفیت یا نافہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مولائے کائنات کے فضائل کی ابتداء جانشینیٔ رسولؐ سے قیاس کرتے ہیں خواہ دعوت ذوالعشیرہ سے ہو یا غدیر خم کے خطبہ سے۔ یہی ان کی غلطی ہے۔ قرآن اور ارشاداتِ رسولؐ نے اس کو واضح فرما دیا ہے کہ علیؑ کے فضائل کی ابتداء بھی اسی وقت سے ہوئی جس وقت سے حضرت رسولؐ خدا کے فضائل کا آغاز ہوا۔ محمدؐ و علیؑ ایک ہی نور سے خلق ہوئے آدمؑ کی خلقت سے ہزارہا سال قبل عالم ارواح میں حضرت رسولؐ کا نور انبیاء کو اور علیؑ مرتضیٰ کا نور فرشتوں کو تعلیم دیتا رہا۔ پیدائش کے ساتھ ہی علیؑ مرتضیٰ نے حضرت رسولؐ کے ہاتھوں پہ قرآن اور دیگر کتبِ سماوی کی تلاوت فرمائی۔ تمام انبیاء سلف کی نبوت کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی توحید، محمد مصطفیٰ

کی نبوت اور علیؑ مرتضیٰ کی ولایت کے اقرار پہ رکھا گیا۔ علیؑ مرتضیٰ اسی
وقت سے امیرالمومنین ہیں۔ حضرت رسولؐ نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ میں نبوت اور علیؑ میں اپنی خلافت و ولایت قرار دی۔ ولایت
کی معنی اقتدار کے ہیں۔ علیؑ نے نہ صرف حضرت رسولؐ کی نصرت کرتے
رہے بلکہ تمام انبیاء و اسلاف کی مشکل میں امداد فرماتے رہے۔ اب تک
بھی حضرت خضر پیغمبر، علی مرتضیٰ کی قبر کا طواف کر کے علم حاصل کرتے ہیں۔ لوح سلیمانی
پر جو ۱۹۶۱ء میں بیت المقدس کے قریب مقام "اونہرہ" میں برآمد
ہوئی، پنجتن پاک کے پورے نام اور پھر یا علیؑ تین مرتبہ اور علی اللہ
کی قوت ہے، ثبت ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں کوہ قاف کے قریب کشتی نوح
کے ٹکڑے برآمد ہوئے جس میں ایک تختی نکلی جس پر محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ
کے نام ثبت ہیں اور ان سے امداد طلب کی گئی ہے۔ توریت و انجیل
و زبور اور دیگر انبیاء کے صحیفوں میں بھی محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ
زہراؑ اور بارہ ۱۲ آئمہؑ کا ذکر ہے۔ چند جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو پنڈتوں
کی حالیہ تحقیق کے بموجب رامچندر جی، کرشن جی، اور گوتم بدھ وغیرہ
نے بھی حضرت رسولؐ خدا کے علاوہ بطور خاص علیؑ مرتضیٰؑ کا نہ صرف
ذکر کیا بلکہ "ایلا، ایلیا، ایلی" سے مخاطب کرتے ہوئے ان سے امداد
طلب کی گئی ہے۔ پھر ارشادات رسولؐ واضح ہیں کہ علیؑ مجھ سے ہے اور
میں علی سے ہوں جس کا میں مولا ہوں اُن سب کا علیؑ مولا ہے۔ قرآن نے
تین ہستیوں کو تمام لوگوں کا ولی و سرپرست قرار دیا ہے، ایک تو خود ذات
باری، حضرات رسولؐ اور علیؑ مرتضیٰ۔ علیؑ کی ولایت و مولائیت کی دین

میں کتنی بڑی اہمیت ہے اس کا اندازہ فرمانِ خداوندی "وَاِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" سے ہو سکتا ہے۔ یوم غدیر یا اعلانِ ولایت علیؑ سے عرصہ قبل حضرت رسولؐ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے تمام احکام پہونچا چکے تھے۔ جب ارشادِ خداوندی ہے کہ اگر یہ (ولایت علیؑ) کا اعلان نہ کیا تو ہماری کوئی رسالت ہی انجام نہ دی تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تنہا ولایت علیؑ تمام ارکانِ دین، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور حقیقت حال یہ ظاہر ہوئی کہ دین کا مرکزی نقطہ ولایت علیؑ ہے جس سے دین کی تکمیل اور اللہ کی نعمت کا اتمام ہوا اور اللہ تعالیٰ اس کے بعد ہی اس دین سے راضی ہوا۔ آیت قرآن "وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُولُوْنَ" نے بتایا کہ روزِ قیامت ہر ایک سے ولایت علیؑ کے اقرار کا سوال کیا جائے گا۔ توحید و نبوت کے ساتھ جنت تک رسائی کے لئے اقرارِ ولایت علیؑ شرط لازم ہے۔ بلکہ اس آیت میں تو صرف ولایت علیؑ کے سوال کو مختص کیا گیا ہے۔ ساقی کوثر قسیم النار والجنۃ علیؑ ہے علیؑ کے پروانہ کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ معراج میں بھی حضرت رسولؐ کے ساتھ علیؑ مرتضیٰ موجود رہے جس کا ثبوت ارشاد رسولؐ کے علاوہ سورہ نجم کی آیت ۱۸ "لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" سے ملتا ہے۔ یعنی حضرت رسولؐ نے وہاں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی یعنی علیؑ مرتضیٰ کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے علیؑ ہی کی آواز و لہجہ میں کلام کیا۔ پھر وہ معراج سے باہر علیؑ ہی کا ہاتھ نکلا۔ اور بھی بکثرت

امور آیات قرآنی اور ارشادات رسولؐ کے حوالہ سے بیان کئے جا سکتے ہیں
ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے کہ عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے مگر
اس معاملہ میں تو بکثرت ٹھوس اور ناقابل تردید شواہد موجود ہیں۔ مجھے
یقین ہے کہ اس قدر بیان بھی کسی ذہنی الجھن کے رفع کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

## مظہر العجائب کا سب سے بڑا معجزہ

مظہر العجائب سے سینکڑوں معجزے ظاہر ہوئے مثلاً
دو مرتبہ مغرب سے آفتاب کو پلٹانا، درِ خیبر کو اکھیڑ پھینکنا، حسن گوانشی پہلوان
کھولنے اور بند کرتے تھے مردوں کو زندہ کرنا اور اشارہ پہ زندہ کا مردہ
ہوجانا جیسے ایک دفعہ مولاؑ کے مخالفین نے آپ سے تمسخر کی خاطر سے
ایک عورت اور اس کے لڑکے کو فراہم کر کے ایک ڈولے میں لٹا کر جنازہ سے
کی شکل میں مولاؑ کے سامنے لے گئے کہ اس عورت کا لڑکا مر گیا ہے نماز جنازہ
پڑھا دیجئے۔ مولاؑ کے سامنے حقیقت آئینہ تھی۔ آپ نے استفسار
فرمایا کہ کیا واقعی نماز جنازہ پڑھا دوں ان سب نے کہا اسی غرض
سے تو ہم آئے ہیں۔ مولاؑ نے نماز پڑھا دی اور فرمایا لے جاؤ اپنی میت
کو دفن کر دو۔ اب تمسخر کے لئے ان لوگوں نے لڑکے کو آواز دی کہ چل اب
اٹھ کر آجا۔ جب وہ نہ اٹھا تو چادر ہٹا کر دیکھا تو وہ واقعی مر چکا تھا
سب لوگ ذلیل ہوئے اور اس عورت نے استغاثہ بلند کیا کہ میں ان
لوگوں کے بہکانے میں آگئی تھی۔ مولاؑ نے انشاء فرمایا تو وہ کلمہ پڑھتے
ہوئے اٹھ کھڑا ہوا:

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علیاً ولی اللہ

اس قسم کے چھوٹے موٹے معجزے تو حضرت عیسٰی بھی دکھا دیتے تھے۔ معجزہ تو خدا کے دئے ہوئے اعجاز کی بناء پر ہوتا ہے جس میں اسباب ظاہر کو دخل نہیں ہوتا۔ مگر ایسا عمل جس کا تعلق اسباب ظاہر سے بھی ہو اور فطرت کے خلاف اور نا ممکنات سے بھی ہو (ہماری رائے میں) سب سے بڑا معجزہ ہے اطمینان کی اور گہری نیند سونے سے متعلق ایک مشہور محاورہ ہے۔ "گھوڑے بیچ کر سونا" مولائے کائنات کے پاس گھوڑے تو نہ تھے۔ رسول اللہ کا عطا کیا ہوا صرف ایک خچر دلدل تھا۔ مولاؑ نے رسول اللہ کی جان بچانے کی ایک انوکھی ترکیب نکالی کہ رسول اللہ کے بستر پر رسول اللہ کی شکل میں سینکڑوں منافقین کی خون آشام تلواروں کے سایہ میں نفس بیچ کر سو گئے اور ایسے سوئے کہ بیسیوں پتھروں کا بھی کوئی اثر نہ ہوا (مولاؑ فرماتے تھے کہ ایسی چین کی نیند میں کبھی نہیں سویا) مگر سودا بڑا شاندار کیا کہ کائنات دنگ رہ گئی۔ یہ کیسے کہ علیؑ نے اللہ تعالیٰ کی مرضی خرید لی اور خریدارِ قادرِ مطلق نے اس بیعنامہ کے دستاویز کو سورہ بقر آیت ۲۰۷ میں دواماً محفوظ کر دیا۔ (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ)۔

**کعبہ کی تڑخی ہوئی دیوار** مولائے کائنات کی کعبہ کے اندر ولادت مستند کتب اہل سنت سے بھی ثابت ہے مگر اس کا مادی ثبوت آج تک موجود ہے جس کو باطل کی کوئی قوت مٹا نہ سکی۔ انبیاء سلف میں سے ایک گوتم بدھ بھی ہوتے کا اکثر لوگوں کو

یقین کی حد تک گمان ہے (جیسا کہ راجندر جی اور سری کرشن جی کے متعلق بھی ہے) ترٹکی ہوئی دیوار کا ذکر مہاتما بدھ کی ایک پیشگوئی میں ہے اس کو ہم۔ پی۔ کے بھٹناگر ایم۔ اے۔ آئی آئی۔ ایس کی کتاب ایودھیا چمتکار مطبوعہ انکار لیشکالیہ کانپور ۱۹۲۷ء سے نقل کرتے ہیں "مہاتما بدھ نے اپنے ودھیا منتری سے کہا تم جانتے ہو میں ایشور بھگتی کی بڑی اچھیا رکھتا ہوں اور بھگوان کے چمتکار دیکھنے کے لئے جنگلوں اور بنوں میں چلا جاتا ہوں اور آج کچھ نہ پوچھو کسی پرم آتما (بڑی روح) نے مجھے آشیرباد دی ہے کہ تمہاری تپسیا سپھل ہو گئی جاؤ میرے نام کی مالا جپو۔ جو چاہو گے مل جائے گا۔ میرا نام ایلیا (علیؑ) ہے۔ مجھ سے ملنا ہو تو میرا مکان پوترا استھان (مقدس مقام) میں ترٹکی ہوئی دیوار کے پاس ہے وہاں میں تمہیں ایک بالک کے روپ میں ملوں گا یہ کہہ کر اس نے ایک چمکتی ہوئی تلوار نکالی اور گرجدار آواز میں کہا دیکھو میں شہر ہوں مجھے پرمیشور نے سنگھ بنا کر بھیجا ہے کبھی کشٹ کٹھن آجائے تو میرا نام جپنا میں پہونچ جاؤں گا۔ میرا نام وہ ہے جو پرماتما کا ہے۔ میرا دیکھنا ہزاروں بار تھت أدی کے برابر ہے۔ تو بھگوان جی کا چہرہ ہے۔ میری تکلیفوں کو تو ہی دور کر سکتا ہے۔ اُم ایلیا۔ اُم یلیا۔ اُم ایلیا"

اس ترٹکی ہوئی دیوار کو دیکھنے اور بوسہ دینے کا شرف مجھے بھی حاصل ہوا جب ۱۹۷۵ء میں حج کے لئے میں اور میری اہلیہ گئے تھے۔ یہ مولا علیؑ کا فضل تھا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں حاجیوں کے ساتھ

طواف کے بعد ہم اس دیوار کے قریب پہونچ گئے اور اتنی کشادہ جگہ ملی کہ
ہم گھنٹوں دیوار سے سر لگائے دعائیں پڑھتے بیٹھے رہے۔ قابلِ ذکر
بات یہ ہے کہ دیوارِ کعبہ میں یہ ترک اب بھی صاف نظر آتی ہے۔ اگرچہ
اگرچہ کہ مختلف طریقوں سے اسے بند کرنے کی کوشش کی گئی مگر
بے سود۔ یہ ترک تقریباً چھ ساڑھے چھ فیٹ بلندی سے شروع ہوئی
ہے۔ دو جگہ جہاں ترک زیادہ چوڑی ہے چاندی کی دو تختیاں ایک
۸″ × ۱۰″ کی اور دوسری ۶″ × ۸″ کی لگائی گئی ہیں اور ان کے سلسلہ میں
نیچے کی طرف چاندی کی انگشتی کے برابر ٹکیوں سے تین، چار فٹ نیچے
تک سوراخوں کو بند کیا گیا ہے مگر یہ تختیاں اور ٹکیاں صاف
طور پر ترکی ہوئی دیوار کا مادی ثبوت آخر بھی بنی ہوئی ہیں۔ اس موقعہ
کے لئے جناب آغا روحی مجتہد لکھنؤ نے بڑا موزوں شعر کہا ہے ؎

"یادگارِ فاطمہؑ بنتِ اسد کعبہ میں ہے
جوڑ سکتا ہے بھلا ٹوٹی ہوئی دیوار کون"

## مولائے کائنات کا خضر پیغمبر کو اسمِ اعظم تعلیم کرنا

حضر پیغمبر مولائے کائنات کی
قبر کا طواف کرنے اور اسمِ اعظم کا علم حاصل کرنے کا ایک واقعہ مشہور
سُنّی عالم مولانا سید صالح کشفی ترمذی حنفی نے اس طرح لکھا ہے۔
"ایک شاعر محبِ اہلِ بیتؑ مسجد میں مدحِ اہلِ بیتؑ میں
اشعار سنایا کرتا تھا۔ وہاں ایک ناصبی شخص موجود تھا جس نے اس
شاعر کی دعوت کی کہ اس کے گھر پر چل کر کھانا کھائے۔ جب یہ شاعر

اس کے گھر پہونچا اس نے اپنے غلام کی مدد سے اس شخص کو قتل کر کے اس کے ٹکڑے ایک گھوڑے پہ پھکوا دئے۔ اس شخص نے اپنے بیٹے کو بھی قتل میں حصہ لینے کے لئے کہا تھا مگر بیٹے نے انکار کر دیا۔

اس دوران حضرت خضرؑ نجف اشرف میں مولائے کائنات کی قبر کا طواف کر رہے تھے۔ قبر کے اندر سے مولائے کائنات نے خضرؑ سے کہا اے بھائی خضر ایک دشمن اہلبیتؑ نے مداح اہلبیتؑ شاعر کو قتل کر کے فلاں مقام پہ پھینک دیا ہے۔ پھر مولاؑ نے خضر کو اسم اعظم تعلیم کر کے فرمایا کہ وہاں جا کر مداح اہلبیتؑ کی لاش پہ یہ اسم اعظم پڑھیں۔ حضر بہ اعجاز نبوت اس مقام پہ پہونچے اور مقتول کے جسم کے ٹکڑوں پہ اسم اعظم پڑھا جس سے وہ صحیح سالم زندہ ہو گیا اور پھر مسجد میں جا کر حسب عادت مدح اہلبیتؑ کرنے لگا۔ اب وہاں اس آدمی کا بیٹا موجود تھا جس نے ان کے قتل میں حصہ لینے سے انکار کیا تھا۔ اس نے مداح اہلبیتؑ کو اپنے ساتھ چلنے کو کہا کہ وہ ایک عجیب منظر دکھائے گا۔ مداح اہلبیت اس کے ساتھ ہو گیا۔ وہاں پہونچنے کے بعد اس لڑکے نے اپنا خواب بیان کیا کہ گھر میں مولائے کائنات تشریف لائے ہیں اور میرے باپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اے خرس سیاہ (کالے ریچھ) تو نے ہمارے چاہنے والے کو قتل کر دیا" اس کے ساتھ ہی میری نیند ہوشیار ہوئی اور دیکھا کہ جس حجرے میں میرا باپ سویا ہوا تھا وہاں ریچھ بن کر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے جھپٹ کر حجرے کی زنجیر لگا دی۔ تم بھی

درازمیں سے دیکھو وہ ریچھ بن کر بیٹھا ہوا ہے۔

## خالد ابن ولید کی گردن میں تبر کا طوق

مولانا سید صالح کشفی ترمذی حنفی نے اپنی کتاب کوکب دری میں حوالوں کے ساتھ دو دلچسپ واقعات لکھے ہیں۔ ایک واقعہ میں خالد ابن ولید صاحب کی بہادری کا بھانڈا پھوٹتا ہے۔ یوں تو جنگ حنین میں بھی سب سے پہلے فرار کرنے والے خالد ابن ولید صاحب ہی تھے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ خالد ابن ولید جہاد کے نام پر ملک گیری کی کسی مہم پر فوج لے کر جارہے تھے۔ اثناء راہ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک کھیت میں حضرت علیؑ مرتضیٰ تنہا کچھ کام کر رہے ہیں۔ خالد نے مولاؑ کو تنہا پاکر حملہ کرنے کا موقع غنیمت جانا اور پیچھے سے چھپتے ہوئے جاکر ایک بڑے تبر سے مولاؑ پر وار کیا۔ مولاؑ نے تبر کی جھلک پاکر ہاتھ بڑھا کر اس کو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے خالد کو پکڑ کر اس کا تبر اس کی گردن میں موڑ کر طوق کی طرح ڈال دیا۔ اب خالد وہاں سے یہ طوقِ ملامت پہنے ہوئے واپس ہوئے۔ پہلے تو لوہاروں وغیرہ سے طوق نکلوانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور وہ طوق نہ نکل سکا تو بعض بدوی صحابہ کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا۔ ان صحابہ نے خالد پر لعنت ملامت کی کہ تو ایسا کام کیا ہی کیوں پھر خالد کو لاکر مولاؑ کے پاؤں پر ڈالا اور استدعا کی کہ یہ طوق نکال دیں جو کسی سے نکل نہیں سکتا۔ مولاؑ نے وہ موڑا ہوا تبر گلے سے نکال کر پھینک دیا اور خالد سے فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

## حضرت عمر کا اپنے کو خلیفہ رسولؐ کہنے کا انجام

مولانا احمد الحکشتقی ترمذی حنفی نے کوکب دُرّی میں حضرت عمر کا ایک واقعہ حوالوں کے ساتھ درج کیا ہے وہ یہ کہ آذربائیجان کا رہنے والا ایک شخص مدینہ کے نواح میں رہتا تھا جس کی بسر ایک اونٹ پر تھی جس سے اجرت پر حمل و نقل کا کام لیتا تھا۔ وہ اونٹ مجنون ہو گیا اور صحرا کی طرف نکل گیا جو کوئی اس کے قریب جاتا اس کو مارتا اور کاٹتا تھا۔ یہ شخص مدینہ پہونچا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت رسولؐ کے زمانہ میں جب کسی پر کوئی مصیبت آتی تو حضرت رسولؐ اس کو کوئی دعا بتا دیتے تھے جس سے وہ مصیبت ٹل جاتی تھی اب ان کی جگہ حضرت عمر خلیفہ ہیں ان کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت عمر کے پاس پہونچا اور اپنی مصیبت بیان کی تو حضرت عمر نے ایک خط اس طرح لکھ کر اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ جا کر اونٹ کے قریب ڈال دو۔ خط میں لکھا تھا "از طرف خلیفۂ رسول عمر ابن الخطاب اے جماعت جن و گروہ شیاطین آگاہ ہو کہ اس شخص کے اونٹ کو چھوڑ دو اور اس حکم کی مخالفت سے ڈرو" یہ شخص خط لے کر اپنے کچھ عزیزوں کے ساتھ صحرا میں جا کر اونٹ کے قریب وہ خط ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اونٹ اٹھا اور اس شخص پر حملہ کر کے نیچے گرا دیا اور کاٹ کاٹ کر اس کو بُری طرح زخمی کر دیا۔ بڑی مشکلوں سے اس کے عزیزوں نے کھینچ کر نکالا۔ اب یہ شخص حضرت عمر کے پاس پہونچا اور بیان کیا کہ آپ کے خط کا یہ نتیجہ ہوا ہے اب ہرجانہ

دیجیئے ۔ حضرت عمر بغلیں جھانکنے لگے ۔ کسی محبِ اہل بیت نے اس سے کہا ارے تو کہاں آگیا تھا میرے ساتھ چل، اس کو مولائے کائنات کی خدمت میں لے گیا۔ مولاؑ نے دور ہی سے دیکھ کر فرمایا ہم کو تمہاری مصیبت معلوم ہے اور ایک دعا تعلیم کی کہ اونٹ کے قریب جاکر پڑھ دینا۔ چنانچہ جوں ہی اس شخص نے اونٹ کے سامنے پہونچ کر وہ دعا پڑھی، اونٹ اٹھ کر مالک کے قدموں میں سر رکھدیا۔ پھر اس اونٹ کے ذریعہ مالک کے کاروبار میں بڑی وسعت و برکت ہوئی۔ جب حج کا زمانہ آیا تو یہ شخص کچھ تحفے لے کر مولاؑ کی خدمت میں مکہ پہونچا

واضح باد کہ مولانا کشفی ترمذی حنفی نے اپنی صفائی پیش کردی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں اکابر صحابہ کی تنقیص کر رہا ہوں اگر پوچھنا ہو تو ان مورخین و محدثین سے پوچھو جنھوں نے ان سارے واقعات کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

## ظاہر بینوں کے لئے بھی نمایاں فرق

ہم صرف دو واقعات کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

شبلی نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں کہ عربوں کو مالِ غنیمت سے اس قدر شغف تھا کہ جنگوں کا تمام سبب یہی ہوا کرتا تھا۔ مزید لکھتے ہیں کہ جب فوجیں ملکوں پر حملہ لینے جاتیں تو رسد کا انتظام یہ تھا کہ فوجیں اطراف کے مواضعات سے غلہ اور جنس لوٹ کر لاتیں البتہ گوشت حضرت عمر مدینہ سے بھیجا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے عام لشکر کشی کا ارادہ کیا اور بارہ علم تیار کر کے اطراف کے ملکوں پر حملہ کرنے فوجیں روانہ کیں۔

شبلی لکھتے ہیں۔ جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہوئی کوئی شخص حضرت عمر کے برابر فاتح اور کشورستان (دوسرے ملکوں کا چھیننے والا) نہیں ہوا۔ محقق ہو گیا کہ یہ جنگیں ملک گیری اور لوٹ کھسوٹ کے لئے تھیں جس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے۔ شبلی یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حالت نماز میں جنگ کے نقشے تیار کیا کرتے تھے۔ مقبول امر ہوا کہ ان کی نماز لوٹ کھسوٹ اور ملک گیری کے لئے ہوا کرتی تھی۔ اب دیکھئے شیر خدا کے پاؤں میں دوران جہاد تیر سہ شعبہ پیوست ہوا جو کسی طرح نکل نہ سکتا تھا حضرت رسولؐ نے فرمایا جب علیؑ نماز میں مصروف ہوں تیر نکال لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہ علیؑ کو خبر ہوئی نہ نماز میں فرق آیا۔ دیکھا آپ نے ایک لوٹ کھسوٹ کی نماز اور دوسری اللہ کی نماز۔

دوسرا واقعہ دیکھئے جب ناراض گروہ نے حضرت عثمان کو قتل کر کے ایک مزبلہ پر پھینک دیا اور نعش تین دن تک پڑی رہی اور ایک ٹانگ کتے کھا گئے۔

ادھر دیکھئے کہ جب ظالمان اظلم نے رسولؐ کے نواسے کو قتل کر کے میدان کربلا میں بے کفن و دفن ڈال دیا تو اطراف کے صحراؤں سے شیر اور درندے آکر نعش مطہر کی حفاظت کرنے لگے۔ اور جب سر اقدس نوک نیزے پر چڑھایا گیا اور کوفہ مع کوفے سے شام لے جایا گیا تو سر اقدس تلاوت قرآن کرتا رہا (خواجہ معین الدین صاحب نے گورنمنٹ کی طرف سے محرم پہ لکھی ہوئی کتاب میں بحوالہ جات لکھا ہے کہ شیر اور درندوں کی اس حفاظت کی نقل میں اب بھی محرم میں کچھ لوگ

شیروں کی طرح جسم کو زنگ کیے راستوں پر نکلتے ہیں)

اسی قبیل کا ایک واقعہ دیکھئے۔ ہارون رشید نے ایک دفعہ شکار کے لئے ہرنوں پر کتے چھوڑے۔ ہرن ایک ٹیلے پر پناہ گزین ہو گئے مگر کتے جو بآسانی ٹیلے پر چڑھ سکتے تھے آگے نہ بڑھے اور ٹیلے سے دور رہے۔ دو تین دفعہ یہی تکرار ہوئی جب ہارون رشید نے اطراف کے معمر لوگوں کو بلا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس ٹیلے کے نیچے مولائے کائنات علی مرتضیٰ کی قبر پوشیدہ ہے۔ (بعد میں اسی مقام پر قبر نمودار ہوئی) آپ نے دیکھا کہ کہاں کتے ٹانگ کھا جاتے ہیں اور کہاں مولائے کائنات کی قبر مطہر کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اب ذرا عائشہ کی دولت کا اندازہ فرمایئے!!

حضرت عائشہ کی دولت | فریشلر کی کتاب کے صفحہ ۳۲۲ کی عبارت میں سے چند جملوں کا ترجمہ پیش کرتے ہیں: "عائشہ نے عمر سے کہا میں مجبور نہیں ہوں کہ اپنے کو زندگی کی حلال لذتوں سے محروم رکھوں۔ میری یہ آرزو ہے کہ ایک عالیشان محل اور سجے ہوئے مکان میں رہوں۔ موسم گرما میں مدینہ سے باہر ییلاق کے (ٹھنڈے) مقام پر جایا کروں۔ اور لذیذ غذائیں کھایا کروں، ریشمی قیمتی ملبوس پہنا کروں۔ میرے مکان میں بہت سی خادمائیں میرے کاموں کی عہدہ برآ ہوا کریں اور جب پیغمبروں کے لئے زینت و زیبائش حرام نہیں ہے تو کیوں نہ اپنے سر گلہ اور کانوں کو قیمتی زیورات سے مزین نہ کیا کروں۔ مسلمانوں کے غنائم کا پانچواں حصہ

مجھے ملنا چاہئے۔ یہ تو میری پہلی درخواست تھی۔ عمر نے پوچھا کیا آپ کی کوئی دوسری درخواست بھی ہے۔ عائشہ نے کہا ضرور ہے اور وہ یہ کہ زر و جواہر جو سہر بازان اسلام نے یزدجرد بادشاہ ساسانی کے محل سے غنیمت میں حاصل کیا تھا اور جو سعد وقاص نے مدائن سے مدینہ روانہ کیا تھا سب کا سب مجھے واگذاشت کردیا جائے۔ عمر نے کہا اگر میں اس میں سے صرف عورتوں کا زیور واگذشت کردوں تو دو صندوق بھر جائیں گے۔ عائشہ نے کہا کیا تم سمجھتے ہو میرے پاس دو صندوق بھی نہیں ہیں۔ غنائم میں سے جتنے بھی زیورات مستورات کے پہننے کے ہیں مجھے دیدیئے جائیں۔ ابن ہشام کا رندہ بیت المال کا بیان ہے کہ عمر ابن خطاب نے مجھ سے کہا کہ دفتر بیت المال کو لکھدے کہ ہر سال ایک لاکھ اسّی ہزار درہم عائشہ کو وظیفہ دیا جایا کرے اس کے علاوہ زر و جواہر میں سے جو کاخ (محل) یزدجرد سے اور مدائن سے آئے تھے تمام زنانہ زیورات تلاش کرکے عائشہ کے پاس بھیجدیئے جائیں۔ میں نے کہا کہ عورتوں کے سر کے گیارہ تاج ہیں اور اس طرح تقریباً سو طوق اور گوشوارے ہیں جو الماس و مرواریداور دیگر جواہرات سے مرصع ہیں۔ عائشہ نے کہا وہ سب کے سب میرے پاس بھیجدو۔ میں نے کہا علاوہ تاج و طوق و گلوبند کے بہت سے دست بند اور خلخال مرصع بھی موجود ہیں۔ عائشہ نے کہا وہ بھی سب کے سب میرے پاس بھیجدو۔ میں نے ابن ہشام نے پوچھا جو زر و جواہر تم نے عائشہ کے گھر لے جاکر دیدیا اس کی قیمت کیا ہوگی؟ کہا کہ حضرت عمر کے زمانے کے

نرخ کے حساب سے کم و بیش دس کروڑ درہم کی مالیت ہے (یعنی آجکل کے نرخ کے اعتبار سے دس ارب روپیہ)

اس کے علاوہ طبقات ابن سعد (ترجمہ عبداللہ عمادی مطبوعہ جامعہ عثمانیہ) کے اعتبار سے طلحہ بھی ایک ہزار درہم وظیفہ حضرت عائشہ کو دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ پہلے ایک شخص کی زوجیت میں رہ چکی تھیں

حضرت عائشہ کے متعلق عام مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت رسول کے عقد میں آنے کے وقت وہ باکرہ تھیں۔ مگر اہل سنت کے ایک بڑے عالم قدیم مورخ ابن سعد کاتب واقدی نے اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں اس کے خلاف روایت درج کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح اول ایک دوسرے شخص سے ہو چکا تھا اور آپ اس کے ساتھ رہیں پھر اس نے طلاق دی اس کے بعد حضرت رسول کے عقد میں آئیں۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"عائشہ کے لئے حضرت رسول نے حضرت ابوبکر کو پیغام دیا۔ ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ اس کو تو میں جبیر بن مطعم بن عدی کے حوالہ کر چکا ہوں مجھے ذرا مہلت دیجئے کہ عائشہ کو دوبارہ ان لوگوں سے حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ چنانچہ ابوبکر حضرت عائشہ کو خاموشی سے وہاں سے لے کر اپنے گھر آ گئے۔ جبیر نے عائشہ کو طلاق دے دی اور پھر وہ رسول اللہ سے بیاہی گئیں۔"

مذکورہ صدر روایت میں حضرت رسولؐ کا عائشہ کے لئے پیغام دینا مذکور ہے مگر شمس العلماء نذیر احمد نے اس کی تردید کی ہے۔ چنانچہ اپنی مشہور کتاب اُمہات الامہ میں وہ لکھتے ہیں "یہ بھی خلافِ فطرت ہے کہ (حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد ہی) ایسی پریشانی و بے اطمینانی کی حالت میں پیغمبر صاحب کو نکاح کا خیال آتا ہو یا آیا ہو۔ بھلا پھر کیا چیز عائشہ کے نکاح کی داعی ہوئی۔ وہی اسلام کی دُھن جس نے پیغمبر صاحب کی تمام خواہشوں کو مغلوب کر رکھا تھا۔ لوگ جو چاہیں باتیں بنائیں۔ ہمارے نزدیک عائشہ کے نکاح قبل از وقت کے باعث خود ان کے والد ابوبکرؓ"

## حضرت عثمان کی دولت

اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے تاہم ربط عبارت کے لئے یہاں مختصراً دُھرا دیتے ہیں۔ مسعودی نے تاریخ مروج الذھب جلد ۱ صفحہ ۴۲۳ پر لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے پتھر کا ایک نقش و نگار والا مکان تعمیر کروایا اور ساگوان و سنبر کے دروازے لگوائے جس روز وہ قتل ہوئے ان کے ذاتی خزانچی کی تحویل میں دو کروڑ درہم اور ایک لاکھ پچاس ہزار دینار نقد موجود تھے۔ علاوہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے جو وادی القریٰ و حنین میں بھی۔ مزید ایک لاکھ دینار اور صحراؤں میں بے شمار گائیں، بھیڑیں اور اونٹ تھے۔ طبقات ابن سعد، کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵۳ و صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ و ابن ابی الحدید کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی چار بیٹیوں میں سے ہر ایک کی شادی پر ایک لاکھ بیس ہزار درہم دئیے۔ ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو ان کے ترکے کا آٹھواں حصہ

تراسی[۸۳] ہزار دینار جملہ چھیاسٹھ[۶۶] لاکھ درہم ملا ۔ اور ان کا جملہ ترکہ ترپن[۵۳] کروڑ بارہ لاکھ درہم تھا ۔ زہری کی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بادشاہ عجم کے خزانہ سے ملا یا ہوا ایک بہت بڑا ہیرا تھا جو بیش قیمت ہونے کی وجہ سے کوئی خریدار فراہم نہ ہو سکا تھا ۔ بیت المال میں رکھا ہوا تھا ۔ حضرت عثمان نے اُسے اپنے بیٹوں کو دیدیا ۔

**طلحہ کی دولت**

طبقات ابن سعد کی روایت کے اعتبار سے طلحہ نے ایک سَو بہار سونا چھوڑا ۔ بہار کی بیل کی کھال کا تھیلہ ہوتا تھا جس میں سَو رطل یعنی پچاس کیلو سونا آتا تھا ۔ اس طرح پندرہ[۱۵] ہزار کیلو سونا چھوڑا جس کی مالیت آجکل کی قیمت کے اعتبار سے چار ارب پچاس کروڑ روپیہ ہوتی ہے دیگر جائداد بقدر دو لاکھ دینار اور بائیس لاکھ درہم اس کے علاوہ تھی ۔ علاقہ ہراۃ سے دس لاکھ دینار کی آمدنی ہوتی تھی اور علاقہ عراق سے چار یا پانچ لاکھ دینار کے درمیان آمدنی تھی ۔

**زبیر کی دولت**

صحیح بخاری کی روایت کے اعتبار سے زبیر بن العوام کی ملکیت میں پانچ کروڑ بیس[۲۰] لاکھ درہم نقد ۔ گیارہ گھر مدینہ میں ۔ دو گھر بصرہ میں ۔ ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں تھا اور سولہ[۱۶] لاکھ کی مالیت کی ایک زمین غازہ میں تھی ۔ اس کے علاوہ طبقات ابن سعد کی روایت کے اعتبار سے ابو بکر نے اپنی بیٹی اسماء کے متعہ کے شوہر زبیر بن العوام کو بور الجرف جاگیر میں دیدیا ۔ حضرت عمر نے زبیر کو پورا العتیق کا علاقہ عطا

کر دیا تھا۔

## حضرت عثمانؓ کے بہنوئی عبد الرحمٰن ابن عوف کی جائداد

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے فتنۃ الکبریٰ میں طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن ابن عوف کی کثیر جائداد تھی اور نقد لاکھوں درہم اور اتنا سونا تھا کہ کلہاڑیوں سے کاٹنا پڑا حتیٰ کہ لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ان کی سواری کے ایک سو گھوڑے اور ہزاروں مویشی صحرا میں تھے۔

## مروان بن الحکم کی جائداد

مروان حضرت عثمانؓ کا سالہ تھا جس کے متعلق حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں "لوگ اولاد جنتے ہیں مگر مروان کے باپ نے اپنا باپ جنا ہے" اس کی بداعمالی کی وجہ سے حضرت رسولؐ نے اس کو شہر بدر کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر نے مزید دو دو فرسنخ دور کر دیا تھا مگر حضرت عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اس کو بلا کر اپنا وزیر خاص بنا لیا۔ (یہ تھا حکم خدا سنت رسولؐ اور سیرت شیخین پر چلنے کا عہد کر کے خلافت حاصل حاصل کرنے والے حضرت عثمان کا عمل) حضرت عثمان نے مروان کو آفریقہ کا خمس پانچ لاکھ دینار بھی بخش دیا اور شہزادی کونین سے چھینا ہوا فدک کا علاقہ بھی مروان کی جاگیر میں دیدیا۔

## اہل سنت کے عقائد تضاد کا مجموعہ

ع آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشہ کہیں جسے

عام مسلمانوں کے علاوہ سنی علماء بھی کسی ایک اصول پر متفق نہیں ہیں اور جتنے منھ اتنی ہی باتیں ہیں۔

بہت سے اہل سنت خصوصاً حنفی حضرات ابو حنیفہ کے قول کے بموجب کہ "فضیلت بہ اعتبار ترتیب خلافت ہے" افضل البشر بعد پیغمبرؐ ابو بکرؓ ثمہ عمرؓ ثمہ عثمانؓ ثمہ علیؑ مانتے ہیں۔ پھر ابو حنیفہ کی یہ کیفیت ہے کہ حضرت عبد القادر جیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرقہ حنفی کو دوزخی کہتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ حنفی لوگ اپنے کو دوزخی کہنے والے کو بہت بڑا پیر دستگیر مانتے ہیں اور ان کی گیارھویں بڑے اہتمام سے کرتے ہیں۔ ابو حنیفہ کے متعلق ایک مشہور اہل طریقت بزرگ سفیان ثوری کا قول قابل ملاحظہ ہے جو کہتے ہیں۔ "اسلام میں ابو حنیفہ سے بڑھ کر بد بخت کوئی پیدا نہیں ہوا اس نے دین کے ظاہر و باطن کو منقلب کر کے رکھدیا" حنفی لوگ ادھر ابو حنیفہ کی پیروی کرتے ہیں اُدھر سفیان ثوری کو بھی بڑا بزرگ مانتے ہیں۔ ابو حنیفہ کے متعلق صرف سفیان ثوری ہی نے نہیں بلکہ امام شافعی و امام غزالی نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ امام شافعی اپنی کتاب "نکت الشریعۃ" میں لکھتے ہیں کہ "اسلام میں کوئی شخص ابو حنیفہ سے زیادہ منحوس پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ابو حنیفہ کی کتابوں پر نظر ڈالی تو ایک سو بیس ۱۲۰ ورق کتاب خدا و سنت رسولؐ کے خلاف ملے"۔ اصحاب شافعی میں سے مشہور اہل سنت عالم امام الحرمین بھی ابو حنیفہ پر طعن کرتے تھے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب منخول علم الاصول میں لکھا ہے "ابو حنیفہ کو علم حدیث میں بہت کم دخل تھا اور وہ فقیہہ النفس بھی نہیں تھے بلکہ تکالیف بے محل اصول تہر خیبہ کو توڑنے کے لئے عمل میں لایا کرتے تھے"۔

امام غزالی نے یہ بھی جملہ استعمال کیا ہے۔ "ابوحنیفہ منقلب الشریعت ظہر البطن" مولانا شبلی جو خود ابوحنیفہ کو ماننے والوں میں ہیں۔ "سیرۃ النعمان" مطبوعہ آگرہ صہ ۴۵ پہ لکھتے ہیں۔ "ابوحنیفہ لاکھ مجتہد و فقیہہ ہوں لیکن فضل و کمال میں۔ ان کو حضرت امام جعفر صادقؑ سے کیا نسبت۔ حدیث، فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل سنت کے گھر سے نکلے۔ "صاحب البیت ادری فیہا" پھر شبلی ابوحنیفہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں "لولا اثنان لہلک النعمان" یعنی میری عمر کے دو سال حضرت جعفرؑ صادق کی خدمت میں نہ گزرتے تو میں ہلاک ہو گیا تھا۔

اہل سنت کی وجہ تسمیہ بھی قابل غور ہے اور یہ درحقیقت معاویہ صاحب کی دین ہے جس سال معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم اور لعنت کرنے کا طریقہ رائج کیا اس کو انہوں نے "عام السنۃ" یعنی سنت کا سال قرار دیا۔ پھر جس سال امام حسنؑ علیہ السلام سے صلح کے بعد پوری طرح حکومت پر قابض ہو گئے اور خلیفۂ رسولؐ کہلانے لگے۔ اس سال کا نام "عام الجماعت" رکھا۔ اس طرح معاویہ کے دئے ہوئے ان دونوں ناموں کو ملا کر "اہل سنت والجماعت" سنیوں کا مذہب قرار پایا (اس کے حوالوں کے لئے ملاحظہ ہوں: منہاج التحقیق علامہ یحیٰی ابن الحسن القرشی و کتاب الرواج شیخ العسکری، انوار الہدایہ حسین بن سہیل و تاریخ الخلفاء سیوطی صہ ۱۳۶ سنت رسول و تمسک قرآن و اہل بیت کو رہے ایک طرف علیؑ کو چھوڑ کر اہل سقیفہ خلیفۂ رسول بن بیٹھے

اور پھر بعد میں تو اتباعِ معاویہ شروع ہو گئی اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو جب ان ارشاداتِ رسولؐ سے انکار کی کوئی صورت بن نہ پڑی کہ "صرف علیؑ کے شیعہ ہی جنت میں جانے والے ہیں"۔ تو جنت کا نام سن کر منہ میں پانی بھر آیا اور کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق یہ کہنے لگے کہ "ہم اہلِ سنت ہی وہ شیعہ ہیں جو جنت میں جانے والے ہیں" دروغ گویم بروئے تو کا اس سے بڑھ کر مظاہرہ شاید ہی ممکن ہو۔ شاہ صاحب کا جواب خود اہلِ سنت کے ایک بڑے عالم عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں پہلے ہی دے رکھا ہے۔ "اہلِ سنت ہرگز شیعہ نمی شوند۔ اہلِ سنت متبعانِ معاویہ را می گویند" شاہ صاحب! حلوہ خوردن را روئے باید پہلے حق سے تولا اور باطل سے تبرا اختیار کیجئے تب شیعہ ہونے ادعا کیجئے۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ عامتہ المسلمین بلکہ تمام علماء اہلِ سنت کے نزدیک قاتل و مقتول ظالم و مظلوم دونوں برابر ہیں۔ حضرت عائشہ و طلحہ زبیر نے حضرت عثمان کو قتل کرانے میں بڑا پارٹ ادا کیا مگر یہ سب کے سب برابر۔ حضرت عثمان نے جلیل القدر صحابۂ رسولؐ عمار یاسر، عبداللہ ابن مسعود کو خود لاتیں مار مار کر بیمار کر دیا اور حضرت ابوذر غفاری کو مجنون اونٹ پر بٹھا کر شہر بدر کر دیا جہاں وہ بے بسی کی موت مرے۔ مگر یہ سب برابر۔ معاویہ نے حضرت عائشہ کو کنویں میں گرا کر اوپر سے چونے کی کلیاں ڈال کر اوپر سے پانی ڈلوا دیا مگر معاویہ کے احترام میں کوئی کمی نہیں۔ خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر کے حکم سے مالک ابن

نویرہ کے قبیلہ پر حملہ کر کے مردوں کو تہہ تیغ کیا عورتوں کو کنیز بنایا اور ان کی تقسیم صحابہ میں عمل میں آئی۔ خالد نے مالک ابن نویرہ کی حسین بیوی سلمیٰ سے زنا کیا۔ حضرت عمر خلیفہ ہو کر حضرت ابوبکر کے عمل کو غلط ٹھہرا کر ان سب لونڈی غلاموں کو معہ ان کی ناجائز اولادوں کے ان کے مقام پر واپس کر دیا۔ مگر علماء اہل سنت کی نظر میں ان کا عمل بھی صحیح اور ان کا عمل بھی صحیح۔ حد ہو گئی کہ حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر نے میدان جمل میں اور معاویہ نے صفین میں علی مرتضیٰ علیہ السلام سے جنگ کی۔ معاویہ نے بیاسی ہزار منبروں سے علی مرتضیٰ پر لعنت کروائی امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا کر شہید کیا اور مولائے کائنات کے بھی قتل کی سازش کی مگر علیؑ بھی قابل احترام اور ان کے کھلے ہوئے مخالفین بھی قابل احترام۔ جناب فاطمہ زہراؑ قابل احترام تو انکا گھر جلانے والے اور انکا حق غصب کرنیوالے بھی قابل احترام انتہا تو یہ ہوگی کہ حضرت رسولؐ پر قاتلانہ حملہ کرنیوالے اور آپکے حکم سے روگردانی کر کے جیش اسامہ سے تخلف کر کے مورد لعنت ہونے والے اور وقت آخر حضور کے کلام کو ہزیان سے تعبیر کر کے دربار رسولؐ سے خارج کئے جانے والے سب قابل احترام۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے دلوں سے اچھے برے کی تمیز اور حق و باطل کا امتیاز مفقود ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جو عقل و شعور دیا ہے نہ معلوم وہ انہوں نے کہاں گنوا دیا۔

ازیں عقل و دانش بباید گریست

حضرت عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ دس محرم روز عاشورہ خوشی منانے کا دن ہے اس دن اچھے کپڑے پہننا

دعوت کرنا خوشی منانا چاہیئے کیونکہ دس محرم کے مبارک دن شہادت نصیب ہونے سے وہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ کی شہادت کے درجہ تک پہونچ سکے۔ قابل غور ہے کہ حضرت عمرؓ جس نا الضافی پر فیروز غلام ابو لولو کے ہاتھ قتل ہوئے اور حضرت عثمانؓ جو باغیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن کو متعدد جلیل القدر صحابہ نے واجب القتل قرار دیا ہے۔ تو ایسی ہلاکتوں کو ایسے بڑے درجہ کی شہادت قرار دینا جہاں حسینؑ بھی نہ پہنچ سکتے تھے ہم فقط مخبوط الحواسی پر ہی محمول کر سکتے ہیں ورنہ کوئی صاحب عقل ایسی لا یعنی گفتگو نہیں کر سکتا ؎

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

دوسرے یہ کہ حضرت عبد القادر یوم شہادت کو یوم مسرت قرار دیتے ہیں مگر ان ہی کے سلسلہ کے ایک گیلانی بزرگ سیف حموی الگیلانی فرماتے ہیں ؎

در اصل ہے نشانیٔ ایماں غم حسینؑ
منکر کو اعتراف نہیں ہے تو کیا ہوا

عبد القادر جیلانی کو انہوں نے صاف الفاظ میں منکر قرار دیا ہے مشہور اہل طریقت بزرگ سید شیخن احمد شطاری کا ایل فرماتے ہیں ؎

بتاؤ کیا ہے یہ رونا حسینؑ کے غم میں
اگر یہ پیرویٔ نعل آنجناب نہیں

ایک اور شعر میں کہتے ہیں۔

آپ کی یاد کے ساتھ آئیں گے آنسو بھی ضرور
فطرتِ غم کوئی دنیا میں بدلتا تو نہیں

غرض کہ جیسا مولانا امداد امام نے مصباح الظلم میں تحریر فرمایا ہے کہ سنیوں کے مذہب کا حال یہ ہے کہ "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی ہے۔"

پیراں نمی پرند مریداں می پرانند

اہل سنت حضرات اور بالعموم علماء اہل سنت خلفاء ثلاثہ کو بہر پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادی جو اہل سنت کے اکابر علماء حدیث میں سے ہیں اپنی کتاب سفر السعادت میں موضوع احادیث کے سلسلہ ۱۱ پر لکھتے ہیں "حضرت ابوبکر کی فضیلت کی مشہور حدیثیں موضوع و مفتریات ہیں" سلسلہ ۱۴ پر لکھتے ہیں "ابوحنیفہ یا شافعی کی بزرگی بڑائی میں جس قدر حدیثیں ہیں سب موضوع و مفتری ہیں۔ سلسلہ ۴۲ اس باب میں کہ اجماع حجت ہے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعتہ اللمعات کے باب مناقب شیخین میں لکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں فضائل شیخین کی موضوع ہیں۔ چنانچہ سفر السعادت میں موضوعات فضائل شیخین درج ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت سے چودہ ہزار حدیثیں فضائل شیخین وضع کرائیں اور سبط ابن جوزی نے ان موضوعات کو جمع کیا۔

نظام مذہبی تعلیمی ٹرسٹ نے جس کے صدر نواب مکرم جاہ اور اراکین تمام تر اہل سنت حضرات ہیں ۱۹۷۷ء میں ایک کتاب "مناقب اہل بیت از شعراء صوفیائے کرام" طبع کروائی اس کا مقدمہ ایک مشہور اہل طریقت بزرگ جناب سید شیخین احمد شطاری کامل معتمد صدر مجلس علماء دکن نے تحریر فرمایا۔ اس کے صفحہ ۵ پر متعدد احادیث اور امام شافعی کے کلام کا حوالہ دیتے ہوئے مولانائے موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ "من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ" کے ارشاد نبویؐ کے بعد مولاؑ نورانی الملت مرحومہ کے مسلمہ مولا ہی ٹھہرے۔ آپ سے اگر ربط نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ وہ بدنصیب جو تاریخ کے کسی بھی دور میں آپ سے بے ربط رہے بدنصیب ہی ٹھہرے"۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ جب احکام خدا اور رسولؐ سے انحراف کر کے خلفاء ثلاثہ وغیرہم نے مولائے کائنات کو (بہ اسباب ظاہر) محروم کر کے مسند رسولؐ پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو سب سے پہلے مولاؑ سے قطعی بے ربطی تو وہیں ثابت ہو گئی۔ اس کے بعد بھی مزید دیکھئے کہ مستند علماء اہل سنت نے بھی کیا لکھ دیا ہے۔ شبلی نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور ابو بکر و عمر کے درمیان ابو بکر کی خلافت کے ابتدائی چھ مہینے تک شکر رنجی رہی۔ شبلی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابو بکر نے اپنی خلافت کو علیؑ اور بنو ہاشم سے بزور منوانا چاہا۔ حضرت عمر رسولؐ کی بیٹی کا گھر جلانے آگ بھی لے گئے۔

عبدالکریم شہرستانی نے مزید صراحت کی کہ عمر نے دروازہ گرا کر جناب سیدہ کے بطن میں حضرت محسن کو قتل کر دیا۔ ابوبکر کے غلام قنفذ نے شہزادی کو تین کی پشت پر کوڑا مارا۔ محمد اسمٰعیل بخاری اپنی صحیح میں لکھتے ہیں: "جب حضرت علیؑ نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ کے انتقال کے بعد تمام لوگوں کی آنکھیں آپ سے بالکل پھرتی جاتی ہیں تو صلح کے لئے ابوبکر کو بلا بھیجا اور یہ بھی کہا کہ عمر ان کے ساتھ نہ آئے کیونکہ آپ (حضرت علیؑ) عمر سے کراہت کرتے تھے۔"

دیکھا آپ نے مولاؑ سے بے ربطی کا حال۔ ایک عالم نے لکھا کہ چھ مہینے تک تو شکر رنجی رہی۔ دوسرے نے لکھا کہ صلح کے لئے بلا بھیجا۔ یعنی اس وقت تک لڑائی تھی۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ مولائے کائنات عمر سے کراہت فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مولاؑ جس سے کراہت فرمائیں وہ مکروہ ازلی بلکہ مردود ازلی ٹھہرا۔ اور کامل شطاری صاحب کے الفاظ میں یہ بے ربط بدنصیب کے بدنصیب ہی ٹھہرے "تاریخ کے کسی بھی دور میں" کا بلیغ جملہ استعمال کر کے جناب کامل نے ابتداء سے آخر تک تمام بے ربطوں کا احاطہ فرما دیا ہے۔

واہ رے ظالمو! امت کے مسلمہ مولا سے سینہ زوری کر کے اور رسولؐ کی بیٹی کا گھر جلا کر کیا اچھا اجر رسالت تم نے ادا کیا ہے!

ع۔ اسی پہ ناز کرتے ہو تمہاری داستاں یہ ہے

لاکھ کوئی خلفاء ثلاثہ وغیرہم کو سہرہ چڑھائے مگر ان ہی کے عالموں نے الکاقلہ شجرہ بکھیر دیا ہے۔ کوثر صاحب لکھنوی نے خوب فرمایا ہے۔

لگتا تھا۔ جہنم کا جو بھٹہ لگتا
یوں ہاتھ جہنم کا نہ پٹہ لگتا
کرتے جو نہ تکلیف خلافت کی حضور
کچھ شان میں آپ کی نہ بٹہ لگتا

ع۔ برچنیں قوم تو لعنت نہ کنی تہرمت بادا

شیخ عبدالقادر جیلانی نے حسین پر کئے ہوئے مظالم پر ایک اور اضافہ کیا ہے کہ سارے کارنامے اور لوازم شہادت تو رہے ایک طرف قرآن نے جسے ذبح عظیم قرار دیا اس کو یہاں تک گھٹایا کہ محض ۱۰ محرم کو شہادت واقع ہونے سے (جو پہلے سے متبرک دن تھا) ان لوگوں کی ہلاکت کے سبب قرار دیا جو خود اپنے کرتوت کی بناء پر ہلاک کئے گئے تھے۔ بھلا اس ناانصافی اور ظلم کا کوئی جواب بھی ہے؟ حیرت ہوتی ہے کہ بظاہر عالم کہلانے والوں کے منھ سے بھی ایسی جاہلانہ اور ظالمانہ باتیں کیسے نکلتی ہیں۔ دیکھئے کہ ایک اہل طریقت بزرگ کیا کہتے ہیں۔

"کیا بتاؤں اے کامل کون ہیں حسینؑ اپنے
کیا کہوں شریعت کا منھ پہ میرے تالا ہے

پتہ نہیں جناب شطاری کامل کے تصورات میں حسینؑ کا کیا مقام تھا مگر بظاہر وہ ایسا مقام تھا کہ اس کا اظہار کرتے تو شریعت سے تجاوز کر جاتے مگر شریعت نے روک دیا کہ بس امام برحق کہو دین پناہ کہو بنائے لاالہ الا اللہ کہو بمصداق انا من الحسین رسولؐ

کو زندگی دینے والا کہو' بس اور کچھ مت کہو۔ بقول میرے والد محترم کے
ع۔ تم اپنے دل ہی میں بس اپنے دل کا راز رہنے دو۔
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا
ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۱۹۷ میں امام غزالی کا
یہ قول نقل کیا گیا ہے۔
"واعظ پر حرام ہے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شہادت کا بیان کرنا
اور نیز ان حکایتوں کا ذکر کرنا بھی حرام ہے جو صحابہ کے درمیان دشمنی
ان کے ظلم وغیرہ کے متعلق کئے گئے ہیں کیونکہ ان سے بغض صحابہ لازم آتا
ہے اور ان پر طعن ولعن کا دروازہ کھل جاتا ہے" امام غزالی کی اس تحریر
سے یہ بات لازماً خود ظاہر ہوتی ہے کہ شہادت حسنؑ وحسینؑ کا تعلق کسی نہ
کسی طرح صحابہ کے عمل سے تھا ورنہ اس ذکر سے بغض صحابہ کیسے لازم آتا۔
فاضل دیو بند مولانا شاہ زعیم فاطمی پہلے اہل سنت سے تھے حسن
کی وجہ سے انہیں سنی مذہب کی پوری معلومات تھیں بعد میں تحقیقی
جدوجہد کے نتیجہ میں شیعہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے وسیع تجربہ کی بناء
پر اپنی آخری کتاب "پردہ اٹھتا ہے" لکھی جس میں وہ رقم طراز ہیں۔
"اہل سنت والجماعت کے گروہ سے وابستگی دراصل ایک ایسے انسان
کے روپ میں اپنے کو پیش کرنا جو بیک وقت دو متضاد کشتیوں کا مسافر
ہے۔ وہ حق کا متلاشی ہے اور باطل کا پرستار بھی۔ وہ اندھیروں' اجالوں
کا بیک وقت خریدار ہے۔ دو کشتیوں کا ایسا سوار ہے جس کے مقدر میں
ڈوب مرنا لکھا جا چکا ہے۔"

## پڑھی ہوئی چھری حق کا گلہ کاٹنے کے لئے

چند لفظوں میں ہم بتا دیں کہ پڑھی ہوئی چھری کیا ہوتی ہے۔ بعض ناخواندہ لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی مُلا سے ایک چھری پہ "بسم اللہ واللہ اکبر" یا اسی قسم کا کوئی کلمہ یا دعا پڑھوا کر رکھ لیا جاتا ہے اور جب کوئی جانور ذبح کرنا ہو اس چھری سے کوئی بھی ذبح کر سکتا ہے۔ کسی کلمہ یا دعا کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ افسوس کے ساتھ ہم نے یہ دیکھا کہ ایسی ہی پڑھی ہوئی چھری حق کا گلہ کاٹنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے یعنی کسی مذہبی عنوان پہ کچھ لکھنا ہو تو بجائے اس کے کہ خود کوئی کد و کاوش کریں عام مسلمانوں میں کیا یہ جاتا ہے کہ سابق میں لکھی ہوئی کسی تحریر یا کتاب کو بنیاد بنا کر اسی کو کسی نہ کسی شکل میں پیش کر دیا جاتا ہے اور اس کا المناک پہلو یہ ہے کہ یہ ہے کہ یہ تحریریں بالعموم مولائے کائنات سے بغض رکھنے والوں اور آپ کی تنقیص شان کرنے والوں کی ہوا کرتی ہیں۔ مخالفین علیؑ کی یہی تحریرات وہ پڑھی ہوئی چھری ہیں جو حق کا گلہ کاٹنے کے لئے بے دریغ استعمال کی جاتی ہیں۔

اب ہمارا ایک حالیہ تجربہ سنئے۔ ایک مشہور قابل پروفیسر صاحب نے سنہ ۱۹۹۰ء میں "قرآن مجید کے خلاصہ" کے نام سے ایک کتاب شایع کی اور عند الملاقات ایک کاپی مجھے بھی عنایت کی۔ جب وہ دوسروں سے باتوں میں مصروف تھے میں نے پانچ سات منٹ میں چند سورتوں کے اقتباس پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ کئی اہم آیتیں بلّغ الیوم اکملت آیت ولایت، آیت امامت، اُمّتِ وسطٰ، آیت مودّت، آیت

وارثِ کتاب، آیت سوالِ حشر وغیرہ کو بالکل متروک کر دیا گیا ہے۔
میں نے اسی وقت پروفیسر صاحب کو یہ آیتیں سنائیں اور توجہ دلائی
کہ ایسی اہم آیتوں کو نظر انداز نہ کیا جانا چاہئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ
میں ان کی کتاب کو تفصیل سے دیکھ کر اس قسم کی فرو گذاشت کی
نشاندہی کروں تو آئندہ ایڈیشن میں وہ اصلاح کی کوشش کریں گے۔ پروفیسر صاحب
موصوف کو میں ایک عرصہ سے جانتا ہوں کہ نہایت سلیم الطبع انسان
ہیں اُن میں ہٹ دھرمی کا کوئی شائبہ مجھے کبھی نظر نہ آیا۔ میں نے دریافت
کیا کہ اس خلاصہ کو مرتب کرنے انہوں نے کیا طریقہ اختیار کیا۔ کیا ہر سورہ
کے مطالب کا خلاصہ خود پڑھ کر لکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ ان کی
ذاتی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یو۔ پی کے سنّی وقف بورڈ کے صدر
نے یہ خلاصہ مرتب کیا تھا جس کی توثیق ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استادِ تفسیر
مولانا محمد اویس ندوی نے کی تھی اور وقف بورڈ کی طرف سے یہ خلاصہ
شائع بھی کر دیا گیا تھا۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ اسی کو انہوں نے
اپنی کتاب کی بنیاد بنایا ہے اور بعض مقامات پر شک ہو تو مولانا
ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن سے مدد لی ہے۔ اب مجھے پتہ چلا کہ
پروفیسر صاحب نے پڑھی ہوئی چھری پر عمل کیا ہے اور یہ غور نہیں فرمایا
کہ درحقیقت اس سے حق کا گلا کٹ رہا ہے۔ گھر آنے کے بعد اس کتاب
کو پوری طرح پڑھا تو ایسی تمام آیات قرآن کے مطالب کو متروک
پایا جن کا راست تعلق اصولِ دین سے ہے اور جو خود اہلِ سنت
کی تفاسیر کے اعتبار سے علی مرتضیٰ علیہ السلام اور اہلِ بیت اطہار کے

فضائل اور ان کی پیروی سے متعلق ہیں۔ گویا نتیجہ یہ نکلا کہ بہ خلاصہ قرآن کے مطالب کو پیش کرنے کی بجائے حقائقِ قرآن کا اخفا یعنی منشاءِ قرآن کی نفی کرتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے تو صرف نقل کر دی ہے مگر افسوس اس کا ہے کہ یہ ایسے ذمہ دار افراد کی کارستانی ہے جن کا پروفیسر صاحب نے حوالہ دیا۔ اہم آیتوں کو ترک کرنے کے علاوہ۔ ترجمہ میں بھی کتربیونت کی گئی ہے۔ ہم اس کی صرف ایک دو مثالیں درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ آیت تطہیر (احزاب۔ ۳۳) تو اس طرح ہے:۔

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" صحیح مسلم اور کئی مستند اہل سنت کی کتابوں کے اعتبار سے راست اہل بیت رسول ص علی ع۔ فاطمہ ع۔ حسن ع وحسین ع سے متعلق ہے۔ اقتباس یوں توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ "اے نبی ص کی بیویو اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور زمانۂ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو اللہ تمہیں پورے طور پر پاک رکھنا چاہتا ہے۔ قابلِ غور ہے کہ اہل بیت رسول کے ذکر کو تو ہوا کر دیا گیا اور مطلب یوں ڈھالا گیا کہ گویا آیہ تطہیر ازواج رسول ص سے متعلق ہے حالانکہ ازواجِ رسول ص کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ متعدد علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں اس ارشاد رسول ص کو بیان کیا ہے کہ میرے اہل بیت صرف علی ع۔ فاطمہ ع۔ حسن ع اور حسین ہیں: ملاحظہ ہوں: صحیح مسلم۔ احمد۔ طبرانی۔ حاکم۔ ابن حاتم۔ ابن منقذر۔ حافظ ابن مردویہ۔ مقریزی۔ ابوالقاسم بغوی۔ ثعلبی۔ سیوطی۔ حموینی۔ حافظ ابو نعیم

ابن مغازلی۔ سورہ تحریم کی آیت ۴ تو اس طرح ہے:

"ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ و جبریل وصالح المومنین" یعنی اے رسول کی دو بیویو (عائشہ و حفصہ باعتبار تفاسیر اہل سنت) تم دونوں توبہ کرو کیونکہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں اور اگر تم رسول کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو گی تو کچھ پروا نہیں کیونکہ خدا، جبرئیل اور صالح المومنین ان کے مددگار ہیں"

خلاصہ میں اس پوری عبارت قرآن کا مطلب یہ لکھا گیا ہے "اگر تم پیغمبر کے مقابلے میں کارروائیاں کرو گی تو اللہ اور فرشتے پیغمبر کے رفیق ہیں۔"

قابل غور ہے کہ ایک طرف تو "صغت قلوبکما" یعنی تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں" کو حذف کر دیا تو دوسری طرف مولائے کائنات سے بغض کا کھلا ہوا اظہار کرتے ہوئے آیت قرآن کے ترجمہ میں بھی تحریف کر دی۔ اہل سنت کی مستند کتب سے بھی "صالح المومنین" کا لقب اللہ تعالیٰ نے علی مرتضیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔ ترجمہ میں صرف اللہ اور فرشتے پیغمبر کے رفیق ہیں لکھ کر "صالح المومنین" کے لفظ کو ہی اڑا دیا گیا ہے۔

سورہ نساء کی آیت ۵۹ میں اولی الامر کے معنی حاکم دنیوی کے لئے گئے ہیں (اس کے متعلق ہم نے ایک علیحدہ عنوان کے تحت کچھ سطور حوالہ

قلم کئے ہیں)

بدیہی بات ہے کہ خلاصۂ قرآن اس طرح پیش کیا جائے کہ اصول دین سے متعلق تمام آیات اور مولائے کائنات و اہل بیت اطہار کی فضیلت اور ان کی پیروی سے متعلق سب آیات حذف کر دی جائیں اور ترجمہ میں بھی تحریف کی جائے تو یہ خلاصہ بجائے ہدایت کا راستہ دکھانے کے گمراہی کی راہ پہ لے جائے گا۔ اور ایسا عمل اس ارشاد کا مصداق ہوگا۔

"وننزل من القرآن ما ھو شفاءٌ ورحمۃٌ للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا" یعنی، "قرآن میں جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ مومنین کے لئے تو شفا اور رحمت ہے مگر ظالموں کے لئے تو یہ فقط ان کے گھاٹے اور خسارے کو بڑھا دینے ہی کا سبب بن جاتا ہے۔"

دوران گفتگو میں پروفیسر صاحب نے یہ کہا کہ وہ اس ارادے میں ہیں کہ قرآن کی بنا پر ایک ایسا مختصر نقشہ پیش کیا جائے جس میں اسلام کے بنیادی حقائق آجائیں جن سے کسی فرقۂ اسلام کو بھی کوئی اختلاف نہ ہو۔ ایسی تجویز کی عمل آوری اور اس کی افادیت محل تامل ہے۔ میں نے جو کچھ ان سے عرض کیا ہے کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے قرار واقعی فائدہ ہونے کی امید ہو اور کوئی مقصد حاصل ہو۔ حضرت رسول ؐ کی تنبیہ کو پیش نظر رکھنا ہی ہے کہ بہتر[۷۳]

میں سے صرف ایک فرقہ نجات پانے والا ہے اور باقی بہتر جہنم میں جائیں گے۔ ہر فرقہ تو اپنے کو برحق کہنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ مگر ان میں سے ننیانوے فیصد غلط فہمی کا شکار ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اب اگر پڑھی ہوئی چھچھڑی کے طور پر انہی سو بار روندی ہوئی باتوں کو دہرایا جائے اور چبائے ہوئے نوالہ کو غذائے روح سمجھا جائے تو کیا حاصل ہے۔ قرآن مجید کے پورے حقائق من وعن پیش کرنے میں تو کسی اختلاف کا سوال نہیں ہے اور پورے حقائق درج کئے بغیر وہ خلاصۂ قرآن کیسے کہلائے گا۔ لہٰذا تمام آیات کا خلاصہ پیش کیا جائے تو خرابی کیا ہے۔ تمام آیات سے مطلب یہ ہے کہ جن کا تعلق ظاہر بظاہر اصول دین سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ حقائق کو تفسیر کی روشنی میں پیش کیا جائے تو سنیوں کے مشہور عالم جلال الدین سیوطی کے قول کے مطابق قرآن کی تین سو آیتیں علی مرتضیٰ کی شان میں ہیں اور بقول حضرت نظام الدین اولیاء قرآن کی ہر آیت کسی نہ کسی طرح فضائل علی پر منتج ہوتی ہے۔ خیر ان باتوں کو جانے دیجئے جس کو اللہ توفیق دے وہ خود سمجھ جائے گا مگر پوری آیات کے مجرد معنی پیش کرنے سے مفر کہاں

جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے بغیر حدیث و تفسیر کے قرآن نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کی دو ایک واضح مثالیں ہم دیتے ہیں۔

سورۂ مائدہ کی آیت ۶۷ میں ہے۔ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ۔ یعنی اے رسول اگر تم نے

یہ پیغام نہ پہونچایا تو گویا ہماری کوئی رسالت ہی انجام نہ دی عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ آخر ایسا اہم وہ کونسا پیغام تھا جس کا نہ پہونچانا رسالتِ رسولؐ پر ہی حرف لا دیتا ہے۔ اسی طرح مائدہ آیت ۳ میں ہے "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمہارے دینِ اسلام سے آج میں راضی ہوا۔ شاید ہی کوئی ایسا بیوقوف ہوگا جس کو جاننے کی فکر نہ ہو کہ آخر وہ کونسا دن تھا۔ جس دن دین مکمل ہوا اور اللہ کی نعمت تمام ہوئی اور اللہ تعالیٰ اب دین سے راضی ہوا۔ اسی طرح سورہ مائدہ آیت ۵۵ میں ہے کہ درحقیقت تمہارا اولی و سرپرست اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ شخص ہے جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کی تقاضائے عقل ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کون شخص تھا جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کی اور جو مثل اللہ و رسول کے امت کا ولی و سرپرست قرار پایا۔ اسی طرح سورۂ رعد آیت ۴۳ میں "کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ" یعنی رسالت کی گواہی کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتابِ خدا کا علم ہے۔ سورۂ ہود آیت (۱۷) میں ہے "یَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ" یعنی رسالت کی گواہی کے لئے اس کے اہل میں سے ایک گواہ ساتھ ہی ساتھ لگا ہوا ہے عقل کا تقاضہ ہے معلوم کیا جائے کہ وہ کونسا

گواہ ہے۔ سورہ الصّفّت آیت ۲۴ میں ہے "وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ" فرمایا گیا ہے۔ یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ وہ کونسا اہم سوال ہے جس کے متعلق ارشادِ باری ہے کہ (روزِ محشر) ان لوگوں کو ٹھہراؤ ان سے ابھی سوال کرنا ہے اور سورہ والضحیٰ میں ہے "الم یجدک یتیماً فاٰویٰ" یعنی اے رسولؐ جب ہم نے تم کو یتیم پایا تو کیا تم کو پناہ نہ دی۔ یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ کس شخص نے حضرت رسولؐ کو زمانۂ یتیمی میں پناہ دی اور پرورش کی۔ ایسی بکثرت آیتیں ہیں جن کا مطلب بجز ارشاداتِ رسولؐ کے جو تفاسیر وکتب احادیث میں درج ہیں سمجھ میں آہی نہیں سکتا۔ لہٰذا دیکھنا پڑے گا کہ حضرت رسولؐ نے کس آیت کے بارے میں کیا فرمایا ہے بغیر اس کے قرآن سمجھنے کی کوشش کرنا لاحاصل اور جہالت ہے۔

پروفیسر صاحب سے میری گفتگو تنگیٔ وقت کی وجہ سے ناتمام رہی مگر میری تجاویز پر غور کرنے کا ان کا وعدہ برقرار ہے۔ انشاء اللہ بشرطِ فرصت ان کے "خلاصہ" میں متروک اہم آیاتِ قرآنی کے حوالہ سے اپنی تجاویز ان کی خدمت میں پیش کردوں گا۔ پروفیسر صاحب سے میرے برادرانہ تعلقات ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی نیکیٔ طبع کے باعث انہوں نے میری باتوں میں پر آشنا کبھی کان دھرا ورنہ کون سنتا ہے۔ اگرچہ کہ۔

"غریبِ شہر سخنہائے گفتنی دارد"

## پڑھی ہوئی چھری کا استعمال الٹی چھری کی طرح

پڑھی ہوئی چھری الٹی کرامت ہے کہ الٹی سیدھی دونوں طرف چلتی ہے۔ میرے ایک خالو نواب میر حیدر حسین خان (تاڑین) نہایت زود فہم سمجھدار آدمی تھے۔ فرمان شاہی کی بنا پر ناظم عدالت بھی بنا دئے گئے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ نماز صبح کے بعد بارہ[۱۲] ائمہ اطہار کے ناموں کا وظیفہ بہ آواز بلند پڑھا کرتے تھے۔ اہل بیت اطہار کے نام پر مہر ٹیک دیتے تھے مگر خلفاء ثلاثہ سے بیزاری کا ذکر آتا تو ساکت ہو جاتے تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ آپ جو بارہ[۱۲] اماموں کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں تو آپ کے بھی قائل ہوں گے بارھویں امام مہدیؑ موعود علیہ السلام گیارھویں حسن العسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں اور بہ حکم خدا عالم غیبت میں ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس کو نہیں مانتا بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ مہدی موعود آئندہ پیدا ہوں گے۔ میں نے کہا آپ جو بارھویں امام مہدیؑ بن حسن العسکریؑ کا نام وظیفہ میں لیتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے کہا میں یہ نہیں جانتا۔ یہ وظیفہ میرے مرشد حبیب حیدروس صاحب نے بتا دیا تھا تو بس اسی کا ورد کر لیتا ہوں"

آپ نے دیکھا یہ کیسی الٹی چھری ہے بظاہر سمجھدار لوگ بھی چلایا کرتے ہیں۔ حق کی بات منھ سے نکل بھی جاتی ہے تو بے سمجھے مطلب دل میں کچھ اور رہتا ہے۔ (یہ اظہار بے محل نہ ہوگا کہ خالو صاحب موصوف سے میری بحث حسب فرصت کئی سال جاری رہی۔

ان کے دل میں جو بات بچپن سے بیٹھی ہوئی تھی اس سے نجات پانا ان کے لئے کارے دارد بن گیا تھا۔ دوران بحث میں دو تین مواقع ایسے بھی آئے کہ وہ بالکل متزلزل ہو گئے۔ اور بالآخر حج وزیارت مقاماتِ مقدسہ نجف اشرف و کربلائے معلیٰ وغیرہ کے بعد ان کو راہِ حق مل گئی)۔

الٹی چھری کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمایئے: میری نانی کی والدہ سید النسا بیگم صاحبہ تو دھلی کے ایک خالص شیعہ خاندان المیر الشعراء میر احمد علی شہید موسوی کی دختر تھیں مگر نانی کی بہن بچی خواجہ حیات اللہ صاحب شافعی المذہب کی بیوی تھیں۔ جن کی بنوائی ہوئی ایک مسجد چادر گھاٹ حیدر آباد کے پل پر "مسجد خواجہ حیات اللہ" کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ ان کو ہم سب نانی جان پکارا کرتے تھے۔ ان کا بھی طریقہ یہ تھا کہ روزانہ صبح بارہ ائمہ اطہار کے نام کا وظیفہ پڑھا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ ہمارے گھر پہونچیں۔ اور میری والدہ صاحبہ سے اپنے بھانجے سید احمد مغربی (مددگار پولیس) کی شکایت کرنے لگیں کہ وہ فدک کے معاملہ میں تو بالکل اڑ جاتا ہے اور بی بی فاطمہؑ سے فدک لے لینے والوں کو علانیہ برا کہتا ہے۔ ذرا اس کو سمجھاؤ۔ سید احمد مغربی کو سمجھانا تو درکنار میری والدہ صاحبہ نے ان کے وظیفے کا حوالہ دے کر نانی جان ہی کو خوب سمجھایا کہ بارہؑ ائمہ اطہار کو رسول اللہ کے جانشین برحق ماننے کا کیا مطلب ہوتا ہے اور اس سے جھوٹے مدعیانِ خلافت کی نفی کس طرح ہوتی ہے۔ (واضح باد کہ ہم نے اپنی دوسری کتابوں میں

اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے کہ خلافت و امامت ایک ہی
منصب کے نام ہیں۔ ایک ہی شخصیت حضرت رسولؐ کی نسبت
سے خلیفہ اور امت کی نسبت سے امام ہوتی ہے) آمد بر سر مطلب:
پتہ نہیں نانی جان کی سمجھ میں کیا آیا اور کیا نہیں بہرہ حال وہ
اس وقت تک تو ظالم و مظلوم کو یکساں سمجھتی تھیں اور الٹی چھری
چلایا کرتی تھیں یعنی ائمہ برحق کا وظیفہ پڑھتے ہوئے بھی ان کے
مضمرات سے بیگانہ تھیں اور خیالات کی الٹی رو میں بہی جاتی
تھیں۔ مطلب ان (سچی) داستانوں کے دہرانے سے اس قدر
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عقل و شعور آدمی کو عطا فرمایا ہے وہ ایک قیمتی
امانت ہے جس کے صحیح استعمال کے لئے وہ روز قیامت جوابدہ ہوگا
کہ اس کا استعمال امانت داری سے کیا یا خیانت کر گیا:-

"اگلا گرا پچھلا ہوشیار!"

## الٹی کھوپڑی والوں کی الٹی منطق

چھ سال پہلے گورنمنٹ
آف آندھرا پردیش کے
محکمہ آثار قدیمہ نے حیدرآباد کے محرم سے متعلق ایک کتاب لکھنے
محکمہ کے ایک سنی عہدہ دار کو مقرر کیا۔ بعد تکمیل یہ کتاب گورنمنٹ
نے بغرض اصلاح میرے پاس روانہ کی۔ بکثرت مقامات پر اصلاح
کرنی پڑی۔ اس موضوع سے متعلقہ بات یہ ہے کہ مولف کتاب نے لکھا
کہ: "مشہور یہ ہے کہ میر مومن صاحب شیعہ تھے مگر چونکہ وہ صاحب
کرامت بزرگ تھے اس لئے شیعہ نہیں ہو سکتے" دیکھی آپ نے

یہ الٹی منطق۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی غیر شیعہ ولی یا صاحب کرامت ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ امر سب کا مسلمہ ہے کہ اہل طریقت کے تمام سلسلے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے متوسل ہیں۔ اس کے ہم چند مختصر حوالے دیتے ہیں:۔ سید الطائفہ جنید بغدادی کا یہ قول حضرت داتا گنج بخش ابوالحسن ہجویری کشف المحجوب میں درج کرتے ہیں۔ "ہمارے امام اصول و فروغ دین میں علیؑ مرتضیٰ ہیں"۔ خواجہ محمد پارسا نے بھی اپنی کتاب فصل الخطاب میں جنید بغدادی کا وہی قول مزید شرح و بسیط کے ساتھ دہراتے ہوئے لکھتے ہیں "تمام سلسلے مثلاً قادریہ، چشتیہ، کبیردیہ، قشیریہ، احمد الغزالیہ، محمد الغزالیہ، شطاریہ، رفاعیہ، سہروردیہ، کمردیہ، شاذلیہ، نقشبندیہ، جناب امیر علیہ السلام تک منتہی ہوتے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا نام موجود ہے" خواجہ حسن نظامی ماہنامہ منادی سنہ ۱۹۶۴ء جلد ۳۹ ص ۱۱ پر لکھتے ہیں۔ "سلاسل تصوف کی سب جماعتیں مرکزی حیثیت سے شمع علیؑ کی پروانہ ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ کو بعض لوگ علیحدہ سمجھتے ہیں مگر اس سلسلہ کی نسبت بھی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ثابت ہے" مولانا شطاری کا ئل "مناقب اہل بیت" کے مقدمہ ص ۵ پہ لکھتے ہیں۔ "بھلا ارباب طریقت کے کس سلسلہ میں حضرت علی مرتضیٰ کا فیض نہیں، سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ تو آئمہ اطہارؑ ہی سے چلی ہے اور اس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں"۔

ڈاکٹر حمید اللہ بھی اپنی کھلم کھلا علیؑ دشمنی کے باوجود

اپنی کتاب :

"THE PROPHET ESTABLISHING A STATE AND HIS SUCCESSION"

کے صفحہ ۴۱۴ پر لکھتے ہیں : "حال ہی میں ایک نیا رجحان" پیدا ہوا ہے جو نہایت سنجیدگی سے غور کا مستحق ہے وہ یہ کہ سنی و شیعہ دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ اگر چہ تاریخی اعتبار سے حضرت رسولؐ کی رحلت کے عین بعد علیؑ جانشین رسولؐ نہیں ہوئے مگر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت رسول کے بعد ہی ان کے بلا فصل جانشین روحانی اعتبارات سے علیؑ ہی تھے اور صوفیا کے تمام سلسلے خواہ چشتیہ، قادریہ، یا سہروردیہ ہوں حضرت رسولؐ تک پہونچنے کے لئے بلا کسی وسیلہ کے صرف علیؑ ہی سے متوسل ہیں"۔ اس امر کو حمید اللہ صاحب نے ص ۸۹ پر اس اضافہ کے ساتھ دہرایا ہے کہ : "یہ امر تمام اہل سنت کا مقبولہ ہے"۔ جب یہ امر مسلمہ ہے کہ اہل طریقت کے تمام سلسلے مولائے کائنات سے توسل رکھتے ہیں تو کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کو مولائے کائنات پر تفضیلت دے کر آپ سے توسل کیسے رکھ سکتا ہے۔ ارشادِ رسولؐ ہے کہ جب تک علیؑ سے محبت اور علیؑ کے دشمنوں سے براءت نہ ہو۔ اس کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔ خلفائے ثلاثہ اور اُن کے ٹولہ کے لوگوں کا علیؑ کا حق غصب کرنا، اپنی خلافت منوانے کے لئے شیرِ خدا پر جبر کرنا اور شہزادی کونینؑ کا گھر جلانے آگ لے جانا اور یہ صرف یہ بلکہ اس ٹولہ کا حضرت رسولؐ پر وادیٔ عقبہ میں

قاتلانہ حملہ کرنا اور آپ کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کرنا اور تخلف جیش اسامہ وغیرہ ایسے مسلمہ تاریخی شواہد ہیں جن کی روشنی میں اس پورے ٹولہ کا دشمن رسول ص اور دشمن اہل بیت رسول ص ہونا پوری طرح ثابت ہے۔ بھلا ایسے ٹولہ کے لوگوں کو مولائے کائنات سے افضل سمجھنے والے صاحب ایمان ہی کیسے ہوسکتے ہیں تو ان کی ولایت کا کیا سوال ہے۔ جتنے صوفیائے کرام ولی مانے جاتے ہیں اور فی الوقت ولی ہیں ان میں سے بلا استثنائے احدے ہر ایک نے دو ٹوک طریقہ پر دوازدہ ائمہ اہل بیت ع کو اسما مبارک کی صراحت کے ساتھ اپنا امام تسلیم کیا ہے۔ حضرت معین الدین حسن سنجری چشتی خواجہ اجمیر رح نے ان اولیاء کی نمائندگی اس طرح فرمائی ہے ؎

آں را کہ غیر حیدر ع باشد امام و رہبر
دارد خیال باطل باطل بود خیالش

شیخ فرید الدین عطار رح فرماتے ہیں: ؎

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام است
علی ع و آلِ او ما را تمام است

تمام اولیاء اللہ نے اپنے علم ظاہر و باطن سے اس امر کا خوب اندازہ کر لیا کہ سب سے بڑے چھوٹے ہر قسم کے لوگ مختلف وجوہات کی بناء پر مولائے کائنات سے بغض و عناد رکھنے لگے۔ ایک سبب تو وہی پڑھی ہوئی چھری کی ہوئی گرسنگی روح سے دشمنان علی ع جو بات کہتے آرہے ہیں اسی کو چلنے دو۔ اب گہرائیوں میں کون جائے۔ پھر ذرا

غور کرو تو اس کے اصلی اسباب بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ اول تو شیر خدا کے فضائل فقید المثال شجاعت اور کارنامے لوگوں کے حسد کا باعث بنے۔ پھر ابتداء ہی سے جب کفار مکہ نے اپنے بچوں کو مامور کیا تھا کہ حضرت رسولؐ پر پتھر ماریں اور ایذائیں دیں تو جب ہی سے نو، دس سال کی عمر میں شیر خدا نے حضرت رسولؐ کی حفاظت میں ان سارے لڑکوں کی جو آپ سے عمر میں دو گنے بھی تھے ہڈیاں پسلیاں گولہ کر دیں۔ ان زخم خوردہ لنگڑوں لولوں اور ان کے ماں باپ اور اولاد کو علیؑ سے بغض پیدا ہو جانا فطری بات تھی۔ اس کے علاوہ حسب ارشاد رسولؐ اکرم کسی حرام زادہ کے دل میں علیؑ کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ قریش کے جتنے بھی حرام زادے تھے اور پھر مکہ و مدینہ پر یزید کے حملہ واقعۂ حرّہ کے بعد جو دس ہزار زنازادے وجود میں آئے تھے اور ان کی اولادیں بغض علیؑ کو دل میں لئے ہوئے پھیلتی رہیں۔ اُن میں سے خواہ کوئی شیخ راہ بن گیا ہو یا قاضی یا محتسب کے عہدہ پر بیٹھ گیا ہو، بغض علیؑ اس کی فطرت میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ اسی بات کو مولانائے روم نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

قاضی و شیخ و محتسب دارد بہ دل بغض علیؑ
ہر سہ شدند از دیں بری اللہ مولانا علیؑ

علامہ مفتی نور الضیاء الدین فرماتے ہیں سے

"گماں نہ بود کہ بعد از وفاتِ ختم رسل

زمانہ منحرف از بوتراب خواہد شد

جز ایں نہ بود دگر باعثِ عنادِ علیؑ

کہ جانشینِ رسالتمآب خواہد شد"

اِس بغض و عناد کا نتیجہ ہے کہ حق سے دوری اور بیزاری اور باطل سے ہم آہنگی بڑھتی رہی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور نہ معلوم کب تک یہ لعنت جاری رہے گی۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ خود حضرت رسولؐ کا مسلمہ ارشاد ہے کہ صرف علیؑ کے شیعہ ہی جنت میں جانے والے ہیں۔ اس مستند قولِ رسولؐ کی اور کسی طرح تردید نہ ہو سکی اور شیعہ کے جنتی ہونے کے تصور سے منہ میں پانی بھر آیا تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی یہ کہنے لگے کہ "ہم سنّی ہی وہ شیعہ ہیں جن کے جنتی ہونے کی حضرت رسولؐ نے تصدیق کی ہے" دروغ گویم بر روئے تو۔ اس سفید جھوٹ کی شاید ہی کہیں کوئی مثال مل سکے۔ شاہ صاحب اور سب سنّی اگر شیعہ ہیں تو اپنے کو شیعہ کہتے کیوں نہیں اور اس کے برعکس شیعوں کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ شاہ صاحب کے اس جھوٹے اور مصنوعی ادعا کی تردید خود متعدد اہلِ سنت علماء عبدالکریم شہرستانی وغیرہ نے کردی ہے اور صاف لکھا ہے کہ "شیعہ پیروانِ علیؑ مستند دسنی پیروانِ معاویہ را گویند" جناب کورٹہ صاحب لکھنوی نے سنیوں

خوب تعریف کی ہے ؎

لازم ہے رسولؐ سے محبت ہونا
اور آلِ رسولؐ سے عداوت ہونا
کرنا پڑتا ہے ترکِ واجب کا گناہ
آسان نہیں ہے اہلِ سنت ہونا

## اولی الامر کے معنی حاکم دنیوی لینے والوں کا انجام صفحات حیدر

قبل میں نے ایک پروفیسر صاحب کے شائع کئے ہوئے خلاصۂ قرآن مجید کا ذکر کیا ہے اس میں انہوں نے سورہ نساء کی آیت (۵۹) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کا ترجمہ: اس طرح درج کیا ہے: "مومنو اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرو اور جو حاکم ہیں ان کی بھی" اقتباس ہی کہی مگر یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ قریب ترین صحیح ترجمہ یہ ہے "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور تم میں سے صاحبانِ امر کی" اول تو اطاعت کی لفظ پہلے اللہ تعالیٰ کے تعلق سے استعمال ہوئی ہے اور اس کے بعد اطاعت کرو کی لفظ یکجائی طور پر "رسولؐ اور صاحبانِ امر" کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ ایک بات جو فوری طور پر ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت ایک ہی نوعیت کی ہے اور رسولؐ کی اطاعت صرف دنیوی امور میں نہیں بلکہ دینی و دنیوی دونوں امور میں۔

واجب ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ "جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو"۔ آیت سے رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت دینی و دنیوی دونوں امور میں یکساں واجب ہے۔

دوسری طرف یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید میں "امر" سے متعلق کیا کہا گیا ہے۔ کئی جگہ ارشاد باری واضح طور پر ہے کہ "امر" صرف اللہ کے لئے ہے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت (۱۵۴) میں ہے۔ یَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ "یعنی جب (اُحد کے فراریوں نے) کہا کیا امر کرنے میں ہمارا ذرا بھی دخل نہیں ہے (تو اے رسولؐ) کہہ دو امر کا اختیار کُل کا کُل اللہ کو ہے۔ امر کا اختیار اللہ کو ہونے کے ساتھ ساتھ آیت میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ امر کرنے میں لوگوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ سورۂ یوسف کی آیت (۶۷) میں ہے: "اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ" یعنی حکم صرف اللہ کے لئے ہے سورہ روم آیت ۴ میں ہے: لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ" یعنی ہر زمانہ میں امر کا اختیار اللہ ہی کو ہے۔ جب یہ بات متحقق ہوگئی تو اللہ جس کو اولی الامر فرمائے وہ وہی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو نافذ کرنے یا بروئے کار لانے کا اختیار دے۔ یہاں ہم اس امر کی صراحت ایک قرآنی آیت کی بنا دیر کرتے ہیں کہ "اولی الامر منکم" کے یہ معنی نہ لئے جائیں کہ "اولی الامر" کو مقرر کرنے یا منتخب کرنے میں لوگوں کا دخل ہے۔ جیسے آلِ عمران کی آیت ۱۶۴ میں ہے:

"اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ" یعنی

ان ہی نفوس میں ایک رسول مبعوث کیا گیا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ لوگوں کو رسول کے مبعوث کرنے میں کوئی دخل تھا۔ یہ ارشاد باری بھی ذہن میں رکھنے کے قابل ہے۔ ترجمہ:۔ اگر جمہور کی پیروی کروگے تو وہ خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ (انعام آیت ۱۱۷)
پھر یہ کہ: جمہور بغیر علم کے اپنی نفسانیت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ (انعام ۱۲۰)

خلاصہ یہ کہ اولی الامر کے انتخاب یا تقرر میں لوگوں کا کوئی دخل نہیں اب دوسرا امر ذہن میں رکھنے کے قابل یہ ہے کہ بغیر حدیث کی مدد کے قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ خود یہ بات کہ قرآن اللہ کا کلام ہے حدیث سے یعنی رسول ؐ کے فرمانے ہی سے معلوم ہوئی ورنہ کسی کو کیا خبر ہوتی کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کے علاوہ اسی قرآن میں اطیعوا اللہ کے علاوہ اطیعوا الرسول کا حکم بھی بار بار آیا ہے (پھر اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم موجود ہے) اگر رسول ؐ کے ارشاد کی اہمیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اطیعوا الرسول کا حکم کیوں دیتا۔ صرف اطیعوا اللہ ہی کافی ہوجاتا۔ لہٰذا حدیث کی اہمیت سے انکار خود قرآن کا انکار ہے ہر بات کی وضاحت فرمانِ رسول ہی سے ہوئی۔ نماز، روزہ، حج کے ارکان وغیرہ سب ارشادِ رسول ہی سے واضح ہوئے۔ مثلاً نماز کے لئے قرآن میں یہ کہاں ہے کہ قیام، پھر رکوع، پھر قیام پھر دو سجدے تشہد، سلام، یہ سب حضرت رسول ؐ نے بتائے تو معلوم ہوئے۔ لہٰذا قرآن نے حدیث کو بھی اتنی ہی اہمیت دی ہے جتنی خود قرآن کی ہے۔

اب دیکھئے کہ اولی الامر کون ہیں اس کے متعلق حضرت رسولؐ نے کیا فرمایا۔ اہل سنت کی بھی مستند کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنے بارہ خلفاء برحق ائمہ اطہار علی علیہ السلام تا امام دوازدھم محمد بن حسن العسکریؑ مہدیؑ کا اولی الامر ہونا بتا کیبد واضح فرمایا اور ان کی اطاعت کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہوں:) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی قندوزی۔ کشف الغمہ بروایت جابر بن عبداللہ انصاری۔ مفتاح النجا مرزا محمد بدخشی۔ کوکب دری صالح کشفی۔ ترمذی، حنفی، ابن مغازلی۔ حموینی حسن بن صالح۔ سلیم بن قیس الہلالی ہلالی علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اولی الامر کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ غیر معصوم کی اطاعت کا حکم نہیں دے سکتا) حدیث کے سلسلہ میں البتہ یہ جانچ اور تحقیق ضروری ہے کہ کہیں مصنوعی، جعلی حدیث تو نہیں ہے۔ جو احادیث شیعوں کی کتابوں کے علاوہ اہل سنت کی مستند کتب میں موجود ہوں یعنی متفق علیہ ہوں ان کو تو ماننا ہی پڑے گا۔ درایت و روایت ہر اعتبار سے ثابت ہے کہ اولی الامر علیؑ علیہ السلام سے لے کر بارھویں امام علیہ السلام تک یہ بارہ امام ہیں۔ حدیث اثنا عشر (مسلمہ فریقین) کی تشریح میں بھی حضرت رسولؐ نے اسی بات کو دھرایا کہ یہی ائمہ اطہار آپ کے بارہ خلفاء اور اولی الامر ہیں۔

اب دیکھئے کہ جن لوگوں نے ان حقائق سے روگردانی کرکے اولی الامر کے معنی حاکم دنیوی کے لئے تو ان کا کیا حشر ہوا۔ حضرت

رسولؐ نے اپنا جانشین برحق پہلا اولی الامر علیؑ کو قرار دیا مگر لوگوں نے علی کو تو چھوڑ دیا اور یکے بعد دیگرے ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ کو اولی الامر ماننے گئے مگر: ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

علماء اہلِ سنت نے رسول اللہ کے بارہ خلفاء برحق کی فہرست میں خلفاء ثلاثہ کے ساتھ معاویہ و یزید کو بھی شامل کر دیا۔ (مولاؑ کا نام تو فقط اپنے بچاؤ کی ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے) یزید کو رسول اللہ کا خلیفہ اور اولی الامر قرار دیا گیا اور جب یزید نے امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کی اور حسین علیہ السلام نے انکار کیا تو علماء اہلِ سنت نے امام حسین علیہ السلام کے خارجی ہونے کا فتویٰ دیا (معاذ اللہ) چنانچہ اسی بنیاد پر کئی سو صحابۂ رسولؐ جن میں کئی حافظ قرآن بھی تھے لشکرِ یزید میں شامل تھے اور حسینؑ کو خارجی قرار دے کر نہ صرف آپ سے جنگ کی بلکہ جس طرح اور جن حالات میں آپ کو شہید کیا وہ صفحۂ تاریخ پر محفوظ و موجود ہے۔ جب دربارِ یزید میں نواسۂ رسولؐ کا کٹا ہوا سر طشتِ طلاء میں رکھا گیا اور پوچھا گیا کہ کس کا سر ہے تو سات سو کرسی نشینوں کے سامنے بیان کیا گیا کہ ایک خارجی کا سر ہے۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ ابن عمر نے بھی حسین علیہ السلام کو خارجی قرار دے کر یزید کی بیعت کی۔ اور اپنے خاندان والوں کو اطاعتِ یزید کا پابند کیا ہے۔

یہ سب تاریخی واقعات ہیں (ملاحظہ ہوں: صحیح بخاری بروایت نافع و قسطلانی جلد ۱۰ ص ۱۶۲)

اب دیکھئے کہ اہل سنت حضرات تو "صحابہ کلہم عدول" کے قائل ہیں یعنی سب صحابہ عدل پر قائم تھے۔ کیا ان صحابہ کے پاس یہی عدل تھا کہ یزید خلیفہ برحق اولی الامر اور حسینؑ خارجی ہیں؟ آج تک بھی جو عام مسلمان ان سینکڑوں صحابائے رسولؐ کی پیروی میں یزید کو اولی الامر مانتے رہیں ان کے لئے یہ واجب ہوا کہ حسینؑ کو "خارجی" ہی سمجھیں۔ حسینؑ سے ہمدردی کرنے کا یا یزید کو نہ ماننے کے زبانی جمع خرچ سے کچھ حاصل نہیں۔ اصول پر کہیں تو قائم ہونا چاہیئے۔ ہر جگہ کوئی اپنے من مانی کب تک چلا سکتا ہے۔ خواہ منہ سے نہ کہیں اہل سنت کے عقیدۂ اولی الامر کے اعتبار سے حسینؑ "خارجی" ہی قرار پاتے رہیں۔ حضرت رسولؐ کا مسلمہ ارشاد ہے: "حسینٌ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الحسین" یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ جب عقیدۂ اہل سنت سے حسینؑ خارجی قرار پائے تو چونکہ ارشاد رسولؐ ہے "میں حسینؑ سے ہوں" لہذا حضرت رسولؐ بھی خارجی قرار پائے۔ دیکھا آپ نے علیؑ کو چھوڑنے کا انجام ؎

"ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا"

نوبت اول پر ہی مولائے کائنات کو چھوڑ کر ابوبکر کو اولی الامر مانا تو مجبوری یہ لاحق ہوگئی کہ یزید کو بھی اولی الامر مانیں۔ چنانچہ حاکم

ظاہری کے معنی ہے کہ اہل سنت حضرات یزید کو اولی الامر مانتے ہی ہیں جس کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا سے

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

تمہیداً اہم

**بعض اہل سنت دانشوروں کے خیالات میں تبدیلی کا رجحان** یہ غرض حق کا اظہار کرتے ہیں کہ اہل سنت حضرات بالعموم خلفاء ثلاثہ کی تو کسی غلطی کو ماننے تیار نہیں اور ایک طرح سے انھیں معصوم سمجھتے ہیں مگر حضرت رسولؐ اور مولائے کائنات کی غلطی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کبھی رسول اللہ قرآن بھول جاتے تھے اور کبھی ایسی غلطی کرتے تھے کہ حضرت عمر کو اصلاح دینے کی نوبت آتی تھی اس طرح حال میں ابوالحسن ندوی صاحب نے "المرتضیٰ" لکھی تو مولائے کائنات کی کعبہ میں ولادت اور حدیث مدینۃ العلم سے بھی انکار کر دیا۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے حضرت عثمان کی (بے شمار میں سے) ایک دو غلطیاں بتائیں حالانکہ اس کے بعد ہی مودودی صاحب نے یہ لکھ دیا کہ سوائے ایک دو ان چھوٹی غلطیوں کے حضرت عثمان کی پوری خلافت کا زمانہ مثالی رہا اور اس میں کوئی حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ باوجود اس کے مودودی صاحب کے خلاف سنی حضرات نے چوں چوں مچائی کہ یہ ایک دو غلطیاں بھی کیسے بتائیں حالانکہ کئی جلیل القدر صحابہ نے

رسولؐ نے حضرت عثمان کو فاسق، فاجر و منافق قرار دیا اور آپ کے عشرہ مبشرہ کے صحابی طلحہ و زبیر نے تو حضرت عائشہ کے ساتھ مل کر اور باغیوں کو عثمان کے مکان کا پچھلا دروازہ بتا کر ان کو قتل کروا دیا۔ حضرت عائشہ تو "اُقْتُلُوا النَّعْثَلَ" کہا کرتی تھیں۔ رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضیٰ کے متعلق اور کچھ نہ ملا تو یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کے آبا و اجداد کافر تھے اس طرح حضرت عبداللہ علیہ السلام اور حضرت ابو طالب علیہ السلام پر کفر کا لیبل لگا دیا۔ شیعہ علماء نے تو ایک نہیں ہزار مرتبہ اس کی تردید مدلل کتابوں کے ذریعہ کی مگر غالباً یہ پہلا موقعہ ہے جس کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے کہ بعض سنی علماء نے گویا انقلابی تقریروں کے ذریعہ حق گوئی کا حق ادا کیا۔

۱۳/ رجب ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۰/ فروری ۱۹۹۰ء کو ایوان غالب دہلی میں جناب علی صدیقی صاحب نے بین الاقوامی جشن مولود کعبہ کا انعقاد فرمایا۔ انہوں نے اپنی استقبالیہ تقریر کا آغاز اس شعر سے کرتے ہوئے کہا:

فقیہہ شہر کو حیراں قلندروں نے کیا
گلی گلی نکل آئے علیؑ علیؑ کرتے

اس طرح علیؑ کے چاہنے والے مولاؑ، مولاؑ پکارنے والے دنیا کے گوشہ گوشہ سے نکل آئے اور سب نے مل کر یہ مبارک جشن منایا۔ پھر علی صدیقی صاحب نے اپنے یہ اشعار سنائے ۔

نہ جانے ہم بے یقین لوگوں کو نام حیدر سے رابطہ کیوں ہے
حکیم جانے وہ کیسی حکمت سے آشنا تھا

شجیع جانے کہ بدر و خیبر کی فتح مندی کا راز کیا تھا
علیم جانے وہ علم کے کونسے سفینوں کا ناخدا تھا

(جملہ معترضہ: جناب علی صدیقی کے یہ مصرعے ویڈیو کیسٹ پر سن کر فوراً میرے خیال میں یہ مصرعہ آیا۔ "قدیم جانے قدم کی کن کن وہ رہ گزاروں کا رہنما تھا" کیونکہ مولا؏ کا ارشاد تھا کہ "میں کے راستوں سے زیادہ عرش کی شاہراہوں سے واقف ہوں)

اس مبارک جشن میں جس کا سلسلہ دو دن رہا ہندوستان و پاکستان کے علاوہ یورپ و امریکہ سے بھی دانشور شریک ہوئے اور سنی شیعہ، ہندو، سکھ، جین، پارسی ہر مذہب و ملت کے علماء و شعراء نے دل کھول کر مولائے کائنات کی شان میں نذر عقیدت پیش کی اور مناقب سنائے۔ مقاصدہ میں سنائے ہوئے چند اشعار نقل کرنے سے قبل دو یادگار تقریروں کے صرف ایک ایک دو دو جملے نقل کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت ہی شاندار تقریر مولانا کوثر نیازی سابق منسٹر پاکستان کی رہی جنہوں نے مولائے کائنات کے فضائل کے علاوہ (مثل شیعوں کے) حضرت ابوطالب؈ کا ایمان متواتر کئی دلیلوں سے ثابت کیا اور ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ:

"حضرت ابوطالب؈ کی نیکیاں اتنی ہیں کہ ساری دنیا کے لوگوں پر تقسیم کردی جائیں تو کوئی جہنمی باقی نہ رہے۔"

مولانا خواجہ حسن ثانی نظامی کی تقریر بھی ویسی ہی شاندار تھی مگر یہ

یہ پہلا موقعہ نہیں تھا کہ انہوں نے ان خیالات کا اظہار فرمایا بلکہ انکے موروثی خیالات ہیں جن کا وہ تحریراً و تقریراً ہمیشہ اظہار فرماتے رہے ہیں۔ ان کے صرف ایک دو جملوں کی طرف ہم اشارہ کر دیتے ہیں کہ "کعبہ میں پیدا ہونا مولائے کائنات کے لئے شرف نہیں کہ مولاؑ وہاں پیدا ہوئے۔ مولاؑ کی حیثیت مالک کعبہ اور خود کعبہ کی ہے لہذا مولاؑ کی بارگاہ میں نجفِ اشرف جانا ویسا ہی ہے جیسے حج کعبہ کے لئے جاتا۔"

اب ہم جشن میں سنایا ہوا شعراء کا کچھ کلام نقل کرتے ہیں جس سے خیالات میں تبدیلی کا رجحان ظاہر ہے۔ ایک سنی دانشور نے اپنا یہ عالمانہ کلام سنایا۔

"جب اس نے کہا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے)
گر تم سے کہوں اس کوہ کے پیچھے لشکر ہے جو تم پر ٹوٹنے والا ہے
حالانکہ وہاں کوئی بھی نہیں۔ لوگوں نے کہا تم سچے ہو
جب اس نے کہا معبود تمہارے بے بس ہیں سب جھوٹے ہیں سب پتھر ہیں
اللہ تمہارا خالق ہے۔ لوگوں نے کہا تم سچے ہو
جب اس نے کہا اللہ کا پیغمبر ہوں میں مجھ پر ہی نبوت ختم ہوئی
نبی کوئی میرے بعد نہیں۔ لوگوں نے کہا تم سچے ہو
جب اس نے کہا میں سب سے پہلے خلق ہوا میں نورِ ازلی ہوں نورِ خدا
ہوں سب کے لئے رحمت کی گھٹا۔ لوگوں نے کہا تم سچے ہو

جب اس نے کہا میں قرآں لے کر آیا ہوں قرآن خدا کا فرمایا ہے
قرآن میں سب کچھ لکھا ہے۔ لوگوں نے کہا تم سچے ہو
جب اس نے کہا ایمان کا بدلہ جنت ہے جنت میں حور و غلماں ہیں
جنت میں دودھ کی نہریں ہیں۔ لوگوں نے کہا تم سچے ہو
اس نورِ ازل اُس رب کے نبیؐ نے جب اک دن
میدانِ غدیر کے مجمع سے بالانِ شتر پہ چل کے کہا
میں جس کا مولا ہوں اس کا میرے بعد علیؑ مولا ہوگا
لوگوں نے زبان سے کہہ تو دیا تم سچے ہو تم والی ہو تم مالک ہو
دل اُن کے مگر اس وقت زباں کے ساتھ نہ تھے

مولف: بالخصوص یہ آخری مصرعہ ایک انقلابی جملہ ہے جس میں حقیقت کی پوری ترجمانی کی گئی ہے۔ جب دل میں کچھ ہو اور زبان پہ کچھ ہو تو اسی کو منافقت کہتے ہیں۔ جہاں حضرت رسولؐ کے رو در رو ایک اہم امر دینی کے متعلق زبان سے کچھ کہا جائے اور دل میں اس کے خلاف کچھ اور ہو (جس کا ثبوت تھوڑے ہی دن بعد مل گیا) تو اس سے بڑھ کر منافقت اور کیا ہوسکتی ہے اور اُن سے بڑھ کر منافق اور کون ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں منافقین کافروں سے بھی زیادہ موجب عذاب ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

"اِنَّ المُنافِقِینَ فِی الدَّرکِ الاَسفَلِ مِنَ النَّار" یعنی بے شک منافقین دوزخ کے سب

سے نیچے طبقے میں ہوں گے۔

اب ہم بانی جشن جناب علی صدیقی کے کچھ انقلابی اشعار نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اس تمہید کے بعد سنائے کہ "میرے ان اشعار کی محرک حضرت رسول کی ایک متفق علیہ حدیث ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اسی کو میں نے سر نامہ قرار دیا ہے"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلام ان پہ درود ان پر وہ کہہ رہے تھے۔

زمین نے بوجھ ایسے آدمی کا نہیں اٹھایا جو تم سے سچا

ہو اے ابوذر۔

فلک نے سایہ نہیں کیا ایسے آدمی پر جو تم سے سچا ہو اے ابوذر

سب ہی یہ ارشاد تصدیق کر رہے ہیں۔ تمام اہل یقین

تصدیق کر رہے تھے۔

مگر زمانے نے یہ بھی دیکھا۔

وہی مدینہ ہے اور ابوذر ہے اور منبر ہے اور منبر کا فیصلہ ہے۔

اور اب جو منبر کا فیصلہ ہے وہ قول صادق سے مختلف ہے

یہ کلام سنانے کے بعد جناب علی صدیقی نے دہراتے ہوئے کہا:

یہ قول صادق سے مختلف فیصلہ میرے اور منبر کے درمیان

ایک سوال بن کر ٹھہر گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ کلام سنایا۔

بہت زمانہ گزر گیا ہے مگر ابوذر نگاہ میں ہیں۔

پس کمینگاہ جبر زدہ آدروں کی سازش کا سارا منظر نگاہ میں ہے۔

دمشق و بغداد و قرطبہ کے سلاسلِ مصلحت کی بخشش سے پلنے
والے تمام منظر نگاہ میں ہیں۔
جہانِ منظوم خوابِ دیگر کا منتظر ہے۔ نیا زمانہ نئے ابوذر
کا منتظر ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ جناب علی صدیقی نے بڑی جراءتِ اخلاقی
سے کام لیا ہے۔
اور حضرت ابوذر کی تاسی کرتے ہوئے حق گوئی کا حق ادا کیا ہے۔
انہوں نے اپنے اس بلیغ جملہ میں گویا صاف طور پر سقیفہ کی طرف
اشارہ کیا ہے کہ:
"پس کمینگاہ جبر زور آوروں کی سازش کا سارا منظر نگاہ میں ہے"
جناب علی صدیقی نے اپنے اشعارِ ذیل میں بارھویں امام علیہ السلام
سے اپنے توسل کا اظہار کیا ہے:

منظر سے ہیں نہ دیدۂ بینا کے دم سے ہیں
سب معجزے طلسم تماشا کے دم سے ہیں
یہ سارے یادگارِ زمین و زمانہ لوگ
اک صاحبِ زمین و زمانہ کے دم سے ہیں

## دیگر

کسی اہلِ علم کی بددعا ہے کہ خود سری کا قصور ہے
یہ جو بات بن کے بگڑ گئی ہے تو کوئی بات ضرور ہے

میں چراغ رہ گزر کے ہوا کی زد پہ جو آ گیا ہوں تو غم نہ کر
میں یہ جانتا ہوں کہ ہاتھ پر مرے ایک ہاتھ ضرور ہے

جناب علی صدیقی نے منقبت مولاؑ میں کچھ اور اشعار
بھی سنائے جن کا کچھ حصہ ذیل میں نقل ہے :

دعوت، ہجرت، بدر و احد، خیبر، خندق
ایک ایک ورق پر خطِ جلی میں لکھا ہے بس نام علیؑ
اول و آخر اسم محمدؐ کی تنویر
اعلیٰ، علی، معلیٰ، عالی نور کی اک زنجیر
نور کی اس زنجیر کا حلقہ حلقہ نور نژاد

---

جشن میں سناتے ہوئے کچھ اور کلام کو ہم بعد میں نقل کریں گے پہلے
جناب عاشور کاظمی کی سنائی ہوئی ایک نظم کو درج کرتے ہیں جس کے
ایک مصرعہ سے فائدہ اٹھا کر ہم کچھ سطور حوالۂ قلم کرنا ہے۔

اسی کا صدقہ کہ سرزمینِ عرب کا صحرا ہے رشکِ گلشن
فضائیں نغمے سنا رہی ہیں، زمین سونا اگل رہی ہے
اسی کا صدقہ کہ بے ضمیروں کی ایک جمعیت زر و جواہر میں پل رہی ہے

لرزتے ہاتھوں میں جام و مینا، نجس زبانوں پہ نام اس کا
عمل ابو جہل و ابرہہ کا، نمائشی احترام اس کا

جو اُس کے مسلک سے منحرف ہیں وہ پاسبانِ حرم بنے ہیں
جو ساری ملت کے حق کے غاصب ہی آج اہلِ کرم بنے ہیں
یہ صاحبانِ کلاہ و نخوت یہ دشمنانِ رہِ صداقت
کہ عہدِ حاضر کے سارے رُشدی اِن ہی کے سائے میں پل رہے ہیں
یہ سارے فرعون سارے نمرود سارے رُشدی
اُن ہی سے تھی جنگ کل ہماری ان ہی سے پھر آج معرکہ ہے

جناب عاشور کاظمی کے مصرعۂ ذیل سے میرا ذہن ایک طرف منعطف ہوا ہے

"کہ عہدِ حاضر کے سارے رشدی ان ہی کے سایہ میں پل رہے ہیں"

جن ضمیر فروشوں نے مولائے کائنات کی تنقیص کی وہ سلمان رشدی سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اہلِ علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ نام نہاد عالموں ابوالحسن ندوی اور ابوالاعلیٰ مودودی نے مولائے کائنات کی تنقیص شان میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے ندوی صاحب نے "المرتضیٰ" کے نام سے کتاب لکھی اس میں یزید و معاویہ کا نام تو احترام کے ساتھ لیا اور امام حسنؑ و امام حسین علیہم السلام کے نام کے ساتھ امام کی لفظ بھی لکھنا گوارا نہ کیا۔ پھر مولائے کائنات کی کعبہ میں ولادت سے بھی انکار کر دیا اور حدیث مدینۃ العلم کو ناقابل قبول قابلِ اعتراض قرار دیا۔ وجہ اس کی یہ بتائی کہ حضرت رسولؐ کی صحبت میں رہنے والے سب ہی اصحاب کو علم حاصل ہوا اور اگر صرف علیؑ کو "باب" ٹھہرایا جائے تو دوسرے لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے

کیونکہ وہ بھی بابِ علم تھے ۔ اِن حضرت (ندوی صاحب) پر دو حق گو اہلِ سنت حضرات نے خود اعتراض فرمایا ۔ اہلِ سنت کے مشہور عالم مولانا رضوان القاسمی نے اخبار سیاست مورخہ ۱۹/ نومبر ۱۹۸۸ء میں ابوالحسن ندوی صاحب کی کتاب "المرتضیٰ" کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ "شاید مصنف پر اس شعر کا گہرا نقش ہے:

زندگی کی رہ میں چل لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مینا خانہ بار دوش ہے

اس کے بعد جناب قاسمی نے سحر لکھنوی کا یہ شعر لکھ کر فرمایا کہ مصنف کے ہموطن شاعر کا یہ شعر شاید ان کے پیش نظر ہو۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری
کہ آشیانہ کسی شاخِ گل پہ بار نہ ہو

مولانا قاسمی کے اس حق گویانہ اظہار پر کئی گوشوں سے اعتراض کیا گیا اور ایک ندوی پروفیسر صاحب نے اخبار سیاست مورخہ ۲۵/ دسمبر ۱۹۸۸ء میں مولانا قاسمی کے اظہار خیال کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ" ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح (ابوالحسن ندوی) کی حیثیت حق گو کی نہیں ہے بلکہ مصلحت شعار کی قرار پاتی ہے حق پہ چلنے اور ذرا بچ بچ کر چلنے میں تضاد ہے یہ دونوں اوصاف یکجا نہیں ہو سکتے ۔ پروفیسر ندوی صاحب کے حق میں ان کا اعتراض "صلا نہ شد بلا شد" کی مصداق ثابت ہوا۔

جہاں مولانا قاسمی نے محتاط الفاظ میں اظہار خیال کیا تھا وہاں پروفیسر صاحب نے اس کو صاف کر دیا کہ مولانا قاسمی کے اظہار خیال کے بموجب ندوی صاحب کی حیثیت حق گو کی نہیں ہے بلکہ مصلحت شعار کی ہے۔

مولانا رضوان القاسمی کے علاوہ ایک حق پرست اہل سنت جناب سید حبیب الدین قادری صاحب نے اپنے مضمون شایع شدہ ماہنامہ صدائے جعفریہ مورخہ ١١ مارچ ١٩٨٩ء

”یزید بن معاویہ کا ذکر کتاب المرتضیٰ میں (دیکھیے) میں ابوالحسن ندوی صاحب کے حقیقی چہرہ کو اچھی طرح بے نقاب فرمایا ہے۔ موصوف کے چند جملے ہم بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ ”المرتضیٰ کے مقدمہ میں آپ (ندوی صاحب) نے تحریر فرمایا ہے کہ اس دور کی تاریخ لکھنے میں چند مقامات ایسے آئے کہ آپ کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مشکلات کیا تھیں؟ یہی کہ سچی بات لکھی جائے تو بہت سی مقدس ہستیوں کی توہین ہوگی اور قارئین کی بہت بڑی اکثریت ناراض ہو جائے گی۔ اس لئے بہت سے حالات کا ذکر نہ کیا جائے اور اگر کیا بھی جائے تو توڑ مروڑ کر اس طرح کیا جائے کہ اگر کتاب پڑھ کر کچھ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوا کریں اکثریت کو خوش کرنا چاہیئے۔ اقلیتیں ناراض ہوں تو ہوں مگر ایک مرد مومن کو خدا و رسولؐ کی ناراضی کا خیال کرنا چاہیئے جو بدقسمتی سے زمانۂ حال کے اسلامی مورخین میں بہت کم پایا جاتا ہے۔“

جناب قادری صاحب نے اور بھی حق گویانہ جملے لکھے ہیں اور اپنے

مضمون کو اس جملے پر ختم کیا ہے۔ "محبانِ یزید و معاویہ کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے خدا خیر کرے۔"

ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا بھی یہی حال ہے جن کے متعلق اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں کچھ تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ مودودی صاحب نے ایک رسالہ "رسائل المسائل" میں ان سنی صاحبان کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو بعد تحقیق شیعہ ہو گئے۔ اس کی کیفیت بھی "سوال از آسمان جواب از ریسمان" کی ہے اس میں بھی مودودی صاحب نے حدیث مدینۃ العلم کو نا قابل قبول اور قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ دعوت ذو العشیرہ کا ذکر کیا تو اس میں بھی مولائے کائنات کا نام تک نہیں لیا جن کے متعلق حضور اکرم نے اسلام کے اس ابتدائی زمانہ ہی میں اپنا خلیفہ، وزیر اور جانشین ہونے کا اعلان فرما دیا تھا۔ تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں ہے مگر صرف اتنا بتا دینا ہے کہ ندوی صاحب اور مودودی صاحب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اس ضمیر فروشی کی وجہ بھی سامنے ہی ہے کہ ان دونوں کو سعودی عرب کے لاکھوں روپیہ کے ایوارڈ مل چکے ہیں۔ بھلا بغیر ایمان فروشی کے لاکھوں روپیہ کیسے حاصل ہوتے۔ سلمان رشدی نے رسوائے زمانہ کتاب لکھ کر لاکھوں روپیہ کمائے تو ان دونوں رشدیوں نے بھی ضمیر فروشی کر کے ایوارڈ حاصل کئے۔ عاشور کاظمی صاحب نے سچ کہا ہے کہ "عصر حاضر کے سارے رشدی ان ہی سایہ میں پل رہے ہیں"

مودودی و ندوی صاحبان کے حدیث مدینۃ العلم اور مولائے کائنات کی کعبہ میں ولادت سے انکار کے پیش نظر مناسب سمجھتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے کچھ مشاہدات کے علاوہ ان احادیث کے متعلق کتب اہلِ سنت کے کچھ حوالے درج کر دیں۔ ظاہر لظاہر تو یہ دونوں خود بیں حضرات مودودی، ندوی اپنی انانیت کی قید میں ہیں اور ضمیر فروشی سے ان کو مطلق عار نہیں ہے۔ یہ خدا رسیدہ بزرگانِ دین کی نصیحتوں اور زرین اقوال پر بھی نظر کرنا نہیں چاہتے جن کو علم ظاہری کے علاوہ وجدانی مشاہدات کی سعادت بھی حاصل تھی۔ اس کی دو مثالیں میں حضرت خواجہ بندہ نواز رح کے فرمودات سے پیش کرتا ہوں۔ بحر المعانی میں حضرت ممدوح فرماتے ہیں "میں نے علی مرتضیٰ ع کی ذات سے جو مشاہدہ کیا ہے اگر اس کا ایک شمہ بھی بیان کر دوں تو آفتاب کا سارا جمال محو ہو جائے۔ اور تمام انبیاء کا خاندان اس بزرگ سے ضیاء پا گیا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

"دوست دیدم شہ حسینؑ اندر دلا
گفتم اے شاہِ شہید کربلا
سیّدانِ شستی از نسل تو اند
گفت لا دا لنّد لا و اللّٰد لا"

ان بزرگ محترم نے یہاں بھی اپنے ذاتی مشاہدہ کا ذکر

فرمایا ہے۔ اس کو تعلّی نہ سمجھا جائے کیونکہ مجھ جیسے ناچیز و ناقابل
شمار شخص کا ایک تجربہ ہے وہ یہ کہ میں ایک دفعہ حضرت حسین شاہ ولی رح
کے عرس کے موقعہ پر جناب علی بخش صاحب کے ساتھ گیا۔ حضرت
حسین شاہ ولی رح ایک مسلمہ شیعہ بزرگ تھے اور ایک قطب شاہی
شیعہ بادشاہ کے داماد صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے
سلسلہ کے ایک بزرگ کو میں نے چند سال قبل دیکھا اور خود سنا کہ
درگاہ کے احاطہ میں مسجد میں بیٹھ کر یا علیؑ مدد ۔ یا علیؑ مدد کے
نعرے مسلسل لگایا کرتے تھے۔ مولوی علی بخش صاحب ایک محب اہل بیت
ستودہ صفات بزرگ تھے کبھی یہ کشف قبور کا عمل بھی پڑھا کرتے
تھے۔ جس سے صاحب قبر سے ملاقات ہونا بیان کیا جاتا ہے۔
کہنا یہ ہے کہ موصوف فاتحہ پڑھنے کے لئے حضرت حسین شاہ ولی رح
کی مزار سے متصل کھڑے ہوئے رات کے دس ، گیارہ بجے تھے
ان کے ایک جانب میں اور دوسری جانب میرے دوست جمال الدین
صدیقی کھڑے ہوئے تھے۔ علی بخش صاحب حسب طریقہ دونوں
ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور نہ معلوم کیا کیا دعائیں پڑھتے رہے۔
ہم بھی فاتحہ پڑھنے لگے۔ وقت گزرتا گیا۔ پون گھنٹہ ہوگیا۔ میں نے
جو نگاہ اٹھائی تو ایک نورانی چہرہ بزرگ کھڑے ہوئے صاف نظر
آئے۔ میں نے خیال کیا کہ کیا مجھے نیند آگئی اور خواب دیکھ رہا ہوں
پھر میں نے اپنے سر کو زور زور سے جھٹکے دئے کہ اگر غنودگی ہے تو اس کا
اثر زائل ہوجائے مگر محسوس کیا کہ نیند کا مطلقاً کوئی اثر نہیں ہے

اور وہ بزرگ اسی طرح صاف نظر آرہے ہیں اس کے ساتھ میں نے کچھ اور تفصیلات بھی دیکھے۔ بعد میں علی بخش صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے اپنے عمل کشف القبور کا ذکر کیا اور کہا کہ غالباً میں ایک صاف قلب آدمی ہوں جس پر ان کے عمل کا عکس ہو اثر پڑا۔ اور صاحبِ قبر مجھے بھی نظر آئے۔ دیگر تفصیلات کی بھی جو میں نے دیکھی تحقیق انہوں نے صراحت کی۔ مطلب اس واقعہ کے اظہار سے صرف یہ ہے کہ وجدانی کیفیات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور جہاں مجھ جیسے ناچیز حقیر کو بھی اس قسم کا تجربہ ہو سکتا ہے۔ تو بزرگانِ دین کی وجدانی کیفیات کا کیا کہنا۔ جہاں ایسے متعدد بزرگانِ دین نے علم ظاہری کے علاوہ وجدانی مشاہدات کی بنا پر مولائے کائنات کی ناقابلِ فہم صفات کا ذکر کیا ہو اور آنجناب کی کعبہ کے اندر ولادت کا بیان کیا ہو تو ماوشما کو اس پر اعتراض کا کیا حق ہے اور اس کو نہ ماننے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری (خواجہ اجمیری) فرماتے ہیں ؎

وقتے کہ بہ کعبہ مرتضیٰؑ شد پیدا اللہ اللہ
در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا ماشاء اللہ
جبرئیل ز آسماں فرود آمد وگفت اے ختم رسلؐ
فرزند بہ خانۂ خدا شد پیدا واللہ باللہ"

شیخ شرف الدین یزدیؒ فرماتے ہیں:

در مرتبہ علیؑ چوں است و نہ چند
در خانۂ حق زاد بجانش سوگند

بے فرزندے کہ خانہ زادے دارد
شک نیست کہ باشدش بجائے فرزند

مولانا عبدالرحمٰن نورالدین جامیؒ فرماتے ہیں ؎

براہِ کعبہ رَوَد شیخ من براہِ نجف
بہ گردِ کعبہ کہ ایں جام است حق بطرف
تفاوتے کہ میانِ من است داُو اینست
کہ من بہ سوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

یہ تو ان بزرگانِ دین کی وجدانی کیفیات کا ذکر تھا۔ اب اس کے علاوہ اہلِ سنت کی معتبر کتب کے چند حوالے دیکھ لیجئے جن میں مولائے کائنات کی اندرون کعبہ ولادت بیان کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

مستدرک حاکم جلد ۳ صـ۴۸۳ تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۵ صـ۱۷۵ فصول المہمہ ابن صباغ مالکی صـ۱۴ تذکرۃ الخواص الامہ سبط ابن جوزی ۔ مطالب السئول کمال الدین محمد طلحہ شافعی صـ۴۲ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد ۲ صـ۲۵۱ بشائر المصطفیٰ ۔ ہدایت السعداء ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ۔ منافع الاولاد ملا فیاض الدین شنانی ۔ شاہدۂ غلیمہ علامہ الوسی ۔ کوکب دری سید صالح کشفی حنفی ترمذی ۔

اب ہم حدیث "انا مدینۃ العلم

دشلی دبابہا" کے چند حوالے درج کر دیتے ہیں جن سے
ان دونوں نام نہاد علماء نے انکار کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔
مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۲۲ مشکواۃ المصابیح صـ ۵۱۳
جامع ترمذی صـ ۶۲۷ جامع صغیر صـ ۹۳ ریاض النضرہ محب الدین
طبری جلد ۲ صـ ۱۹۳ کنز الحقایق صـ ۴۲ منتخب کنز العمال صـ ۳۰
استیعاب ابن عبد البر جلد ۳ صـ ۲۲۴ ازالتہ الخفا شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی صـ ۲۶۲ تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۲ )
صـ ۳۷۷ کفایت الطالب محمد یوسف الکنجی شافعی۔ جمع الجوامع
سیوطی۔ تہذیب الآثار طبری۔ اسنی المطالب البیرونی۔ نقد
الصحیح علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔
فتوح ابن حجر عسقلانی جمع الجوامع سنجانی۔ لعالی مصنوعہ سیوطی
سبل الہدیٰ والرشاد فی اسماء خیر العباد فیض القدیر شرح جامع
الصغیر۔ اشعتہ اللمعات شاہ عبد الحق محدث دہلوی اسحاف
الراغبین شیخ محمد الصبان۔ فردوس الاخیار دیلمی۔ اسد الغابہ فی
معرفتہ الصحابہ جلد ۴ حلیتہ الاولیاء حافظ ابو نعیم۔
مستند کتب میں کثیر علماء اہل سنت کے بیانات کے علاوہ
اُن خدا رسیدہ بزرگوں کے عینی مشاہدات کے سامنے ان دنیا طلب
بے بصر و بے بصیرت اشخاص کی ہرزہ سرائی کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے
ان کے لئے ہم بس اتنا کہتے ہیں کہ
"ایاز قدرِ خود بشناس"

اب ہم سلسلہ سابق کو جاری رکھتے ہوئے جشن مولودِ کعبہ میں سنائے ہوئے سُنّی، شیعہ، سکھ اور ہندو حضرات کا کلام ویڈیو کیسٹ سے نقل کرتے ہیں۔ واضح باد کہ یہ جشن بھی "مولود کعبہ" کے نام سے تھا اور ہر مکتبہ خیال کے دانشوروں اور علماء نے اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی منقبتیں سنائیں۔

اب ہم جناب علی صدیقی صاحب کے شکریہ کے ساتھ جشن میں پڑھے گئے اور کچھ شعراء کا کلام نقل کرتے ہیں۔ جناب فیضی صاحب کو مقاصدہ کے شروع کرنے کی دعوت علی صدیقی نے دی کہ وہ مہمانوں کی میزبانی کریں۔

جناب فیضی

قدم قدم پہ بتاتی ہیں قربتیں فیضی
کہ نصف نور ہے بس نصف نور ہی کے لئے
جگا نہ دنیا علیؑ کو کوئی شبِ ہجرت
یہ سو رہے ہیں محمدؐ کی زندگی کے لئے

دیگر

سیلاب آرہا ہے گناہوں کا شہر میں
اے دوستو حسینؑ کا دامن نہ چھوڑنا
دورِ ستم ہے جیسے بھی گزرے گزار لو
لیکن کسی یزید سے رشتہ نہ جوڑنا

## جنابِ عاشور کاظمی

دستِ نبیؐ و شیرِ خدا یا علیؑ مدد
انسانیت کے راہ نما یا علیؑ مدد

دستِ یزیدِ عصر میں پھر ہے نظامِ دہر
ہر ہر قدم ہے کرب و بلا یا علیؑ مدد

کہرام ہے خیامِ صداقت میں آج بھی
آتی ہے العطش کی صدا یا علیؑ مدد

چھینی ہوائے عزِّ نئے فیشن کے نام پر
سیدانیوں کے سر سے ردا یا علیؑ مدد

اہلِ نظر بھی دینے لگے ظلم کو خراج
بے بس ہے کتنی خلقِ خدا یا علیؑ مدد

اے بابِ علم جہل کا سکہ رواں ہے آج
انسانیت ہے آبلہ پا یا علیؑ مدد

لہرا رہے ہیں جھوٹ کے پرچم ہر ایک سو
سچ بولنا ہے جرم و خطا یا علیؑ مدد

مولاؑ متاعِ جراتِ اظہار لٹ گئی
سینوں میں گھٹ گئی ہے ندا یا علیؑ مدد

ہم نے کہا تو موردِ الزام ہو گئے
خیبر میں خود نبیؐ نے کہا یا علیؑ مدد

مشکل نہیں ہے ایسی کوئی جس کا حل نہ ہو
دل سے کوئی کہے تو ذرا یا علیؑ مدد

## عالیجناب آقا روحی مجتہد

اس زمانے میں بنے گا حیدرِ کرار کون
شہ پرِ جبرئیل تک لے جائے گا تلوار کون
یادگارِ فاطمہ بنتِ اسد کعبہ میں ہے
جوڑ سکتا ہے بھلا ٹوٹی ہوئی دیوار کون
ہر جگہ مشکل کشائی کے لئے بیٹھے ہو تم
سوچ سکتا ہے تمہاری قوتِ رفتار کون
کس کے دل میں تیری الفت کی کرن کب جاگ اٹھے
سوتے سوتے خواب سے ہو جائے کب بیدار کون
میثم تمار کی آواز صدیوں کی صدا
اپنے قدموں سے سجائے گا فرازِ دار کون
قبر کی تاریکیوں سے حشر کے ہنگام تک
آپ کے قدموں کو چھوڑے گا مرے سرکار کون

## ایک دانشور

شرف کے شہر میں ہر بام و در حسینؑ کا ہے
زمانہ بھر کے گھرانوں میں گھر حسینؑ کا ہے
حضورِ شافعِ محشر علیؑ کہیں یہ شخص
گناہگار بہت ہے مگر حسینؑ کا ہے

## ایک اور دانشور

بے اماں زمیں پہ سایۂ اماں تھا وہ
ایک اور آسماں زیرِ آسماں تھا وہ
آئینہ در آئینہ اس کا عکس دیکھنا
سوچیے کہ فرد تھا ایک کارواں تھا وہ
وہم اور گماں کی گھپ سیاہ رات میں
مشعلِ یقیں تھا صبح کی اذاں تھا وہ
حرف و لب کے درمیاں جب بھی فاصلے بڑھے
خامشی گواہ ہے عہد کی زبان تھا وہ
وہ جسے کہا گیا باب علم شہر کا
اپنے لفظ لفظ میں علم کا جہاں تھا وہ
دیکھیے تو آدمی سوچیے تو اور کچھ
یعنی ایک بوند میں بحرِ بیکراں تھا وہ

## جناب راز الٰہ آبادی

عطا فقیروں کو کرتے ہیں تاجِ شاہانہ
علیؑ کے در کا شہنشاہوں کو گدا کہیے
علیؑ کے دوست وفادار ہیں محمدؐ کے
علیؑ سے کد ہے جنھیں ان کو بے وفا کہیے

## جناب ایاز

کوئی چراغ اگر تھا. بجھا. بجھا کیوں تھا
یہ دور دور اندھیروں کا سلسلہ کیوں تھا
تمام عمر اندھیرے جو دور کرتا رہا
اسی کے گھر میں غموں کا دھواں اٹھا کیوں تھا
رہا نہ مجھ سے نہیں تھا جدا تو کعبہ میں
پھر اس کے واسطے اک اور در کھلا کیوں تھا
وہ پھول پھول کی خوشبو بے نوا مزدور
فضیلتوں کا مرقع بنا ہوا کیوں تھا
لباس حسن کا شکستہ ہو مجھ کو حسن کا نصیب
وہ بے کسوں کا غریبوں کا آسرا کیوں تھا
اگر تھا عقدہ کشائے جہاں تو پھر اس کو
قدم قدم پہ اذیت کا سامنا کیوں تھا
اسی کے واسطے کیوں ذوالفقار آئی تھی
اسی کے ہاتھ میں خیبر کا فیصلہ کیوں تھا
یہ بات کچھ بھی نہیں پھر بھی سوچیے تو ذرا
نصیریوں نے علیؑ کو خدا کہا کیوں تھا

## ایک نوجوان شاعر

انسان کی حیات، تو دستِ قضا میں ہے
اسلام کی حیات تو بس کربلا میں ہے
خیبر شکن ہے، علم کا در، نائبِ رسولؐ
کس بات کی کمی مرے مشکل کشا میں ہے

## ایک دانشور

مولودِ کعبہ، دستِ خدا، نائبِ نبیؐ
کس کس ادا سے ایک حکایت علیؑ کی ہے
میدانِ جنگ میں بھی تجاوز نہیں کیا
اخلاقیاتِ جنگ شجاعت علیؑ کی ہے

## دیگر

خیبر کا معرکہ ہو کہ خندق کا مرحلہ
ایمانِ کل جو ذات ہے وہ ذات چاہیئے
دستِ علیؑ میں آ کے کہا ذوالفقار نے
تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے

## دیگر

کہو کیوں نصیریوں کو انھیں تم خدا یہ چھوڑ و
جو علیؑ کو چاہتا ہے وہ بشر برا نہیں ہے

## ایک نوجوان شاعر

ہر طرف طوفان کے ہیں آثار یا مشکل کشا
کیجیے ملت کا بیڑا پار یا مشکل کشا
آپ ہیں مولود کعبہ آپ باب شہر علم
آپ ہیں اللہ کی تلوار یا مشکل کشا
یا علیؑ کہہ کر گزر جاتے تھے ہر مشکل سے ہم
چپ رہے تو لٹ گئے اس بار یا مشکل کشا
آپ ہیں خیبر شکن اب آپ ہی کچھ کیجیے
بن گئے خیبر در و دیوار یا مشکل کشا
زلزلے بستی پہ حملے کے لئے تیار ہیں
مٹ نہ جائیں دین کے آثار یا مشکل کشا
پھر اذانوں کو علی اکبر کا لہجہ دیجیے
نسلِ نو ہو جائے پھر بیدار یا مشکل کشا

## جناب حق

دیکھ کر مولود کو روشن حرام ہو جائیگا
نورِ مہر و ماہ کے چہرے کا کم ہو جائے گا
ہو فسردہ خاطری یا ہو تکانِ زندگی
یا علیؑ کہتے ہی انسان تازہ دم ہو جائے گا

جو علیؑ کے نام پر قرباں ہو جائے گا حق
اور اونچا حشر میں اس کا علم ہو جائے گا

## جناب آزاد (حافظِ قرآن)

ہے فیصلہ خدا کا خدا کی کتاب کا
حیدرؑ ہے جانشین رسالتمآب کا
کیا چھیڑ نے سو کر عذاب و ثواب کا
آؤ تامل کے ذکر کریں بوتراب کا
پر تو اگر پڑے نگہہ بوتراب کا
ذرہ زمین کا کام کرے آفتاب کا
ساقی مئے ولا کے ہمیں جام بھر کے دے
سوئے نجف سے آیا ہے ٹکڑا سحاب کا
اس کی نظر میں دولتِ کونین ہیچ ہے
صدقہ جسے ملا ہے درِ بوتراب کا
آزاد ہے غلام غلامانِ اہلِ بیت
دل میں ذرا بھی غم نہیں روزِ حیات کا

## ایک سنی بزرگ شاعر حضرت کیف بھوپالی کی حق گوئی

نام علیؑ کا کیسا میٹھا لگتا ہے
جس کے آگے شہد بھی پھیکا لگتا ہے

غاصب تیرا عہد حکومت کیا کہئے
تلی بھاگوں ٹوٹا چھیکا لگتا ہے

---

مولف : ویڈیو پر اس کلام کو سننے کے بعد ایک شعر میرے ذہن میں آیا

غاصب تیرے نام بد کو کیا کہئے
جس کے آگے زہر بھی میٹھا لگتا ہے

---

حیدرآباد کے جواں سال مگر پختہ کار شاعر

## محمد علی وفا سلمہٗ

جن کو دل کھول کر داد دی گئی۔

گیت کی ترکیب کی ایک نظم

مولا علیؑ علیؑ ۔ مولا علیؑ علیؑ
دین کا داتا جگت کا مالک سب کا پالنہار، مولا علیؑ علیؑ، مولا علیؑ علیؑ
تیرے چرن کی دھول کے آگے کیا چاندی کیا سونا ہے
دھرتی چاند ستارے سب کچھ تیرے حسن کا صدقہ ہے
ہے تیرے ماتھے کا پسینہ روشنی، ولی اوتار ۔ مولا علیؑ علیؑ، مولا علیؑ علیؑ
تیرے سوا وہ کون ہے جس کے در پر تارا اترا ہے
دھرتی سے آکاش تلک بس تیرا سکہ چلتا ہے

سورج تیرے حکم سے نکلا اک دن میں دو بار۔ مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

یورپ پچھم اُتر دکھن سہمے سہمے رہتے ہیں
خوف سے اپنے پنکھ سمیٹے دور فرشتے رہتے ہیں
اے بلہاری چلتی ہے اَنیاءُ کے آگے جب تیری تلوار۔ مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

میثم، سلمانؑ اور ابوذر سب ہم کو پہچانے ہے
تیری گلی کے بھکشو ہیں ہم قنبر ہم کو جانے ہے
تجھ بھیج دے اب حسینؑ کا صدقہ کر دے بیڑا پار۔ مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

---

ایک ذی علم سردار جی نے بڑے جوش سے اپنا کلام سنایا۔

علیؑ کے فیضِ بے پایاں کی عظمت لے کے آیا ہوں
میں اِس محفل میں پیغامِ محبت لے کے آیا ہوں
مرا ہر شعر ہے معمورِ جذباتِ عقیدت سے
میں کافر ہوں مگر ایماں کی دولت لے کے آیا ہوں

## دیگر

جو نام علیؑ کو بُلائے برابر
خدا یاد وہ سانس آئے جائے برابر
نہ اُس میں ہو نام علیؑ کی جو خوشبو
تو پھر سانس آئے نہ آئے برابر

## ایک ہندو پنڈت کا کلام

تمنّا ہے کہ مل جائے سہارا مصطفائی کا
وسیلہ چاہتا ہوں باغِ جنت تک رسائی کا
میں ہندو ہوں مگر ایمان رکھتا ہوں محمدؐ پر
کوئی انداز تو دیکھے مری کافر ادائی کا

قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ مولائے کائنات کی خدمت میں اپنوں بیگانوں ہر مذہب و ملت و مسلک کے لوگوں نے کس طرح کھل کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا مگر افسوس اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو رسول خداؐ کی صحبت میں رہتے ہوئے اور ذاتِ علیؑ سے آنجنابؐ کی والہانہ محبت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اور علیؑ کی متابعت و پیروی کی بار بار تاکیدیں اپنے کانوں سے سنتے ہوئے بھی دنیا کی مُردار ہڈی کو اپنے دانتوں سے نہ چھوڑ سکے اور اللہ و رسول سے تبرا کرتے ہوئے خدا اور رسولؐ نائبِ برحق کے حق کو غصب کرنے کے لئے ہر قسم کے ظلم و ستم سے بھی ان کو عار نہ رہا اور خواہ زمین و آسمان سے ان پر لعنت ہی برستی رہے مگر نام نہاد خلیفۂ رسولؐ تو کہلائے نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ ائمۃ یدعون الی النار کی شکل میں امتِ رسولؐ کے تقریباً ننانوے ۹۹ فی صد حصہ کو جہنم راہ دکھانے میں اپنا قابلِ لعنت حصہ ادا کیا۔ اُن دنیا پرستوں کے سامنے تو اقتدار و جاہ و حشم

و دولت کی لالچ موجود تھی۔ مگر آجکل کے عامۃ المسلمین پر کیا نحوست سوار ہے کہ منافقین و غاصبین کو بھی مولائے کائنات قسیم النار والجنۃ پر بھی افضل سمجھے جاتے ہیں۔

"تعویذ تو اے خرچ گم دال تفو"

**اختتام** سقیفہ کا لعنتی قصہ تو ختم ہوا۔ اب ہم کتاب کا اختتام حصولِ برکت و سعادت و رحمت کے لئے مولائے کائنات کی جناب میں ایک منقبت اور شہزادی کونین کی بارگاہ میں ایک منقبت پیش کرتے ہیں۔

## نذرِ مولائے کائنات

قلبِ میثم، چشمِ سلماں، نطقِ بو ذر چاہیئے
حُبِّ حیدرؑ کے لئے اوج مقدر چاہیئے
پھر سمجھ میں آئیگی کچھ رتبۂ حیدرؑ کی بات
پہلے دنیا کے لئے ادراکِ قنبر چاہیئے
شام ردِ شمس نے یوں تو بتایا کچھ پتہ
مُلکِ حیدر دیکھنے کو صبح محشر چاہیئے
قوتِ ربانیہ کا ہے یہ قرآنی ثبوت
غرب سے نکلا ہوا خورشیدِ خاور چاہیئے

دیکھنا ہو اس کی قوت جھد سے گزرتا تا لحد
ناتواں اژدر چاہیئے یا بابِ خیبر چاہیئے
کلکِ قدرت بے رواں لوح و قلم عاجز ہیں یاں
وصف حیدرؑ ہو جہاں ایسا ہی دفتر چاہیئے
ہے ہی آخر و جہہ و نفس و عینِ رب بندہ کوئی
فہم انسانی کی خاطر حق کا پیکر چاہیئے
نور کے اک نصف کی ہے میہمانی رب کے پاس
میزبانی کے لئے پھر نصفِ دیگر چاہیئے
حدِ ما او حیٰ سے نیچے ہی رہو روح الامیں
جز محمدؐ اور علیؑ کوئی نہ دیگر چاہیئے
ہاتھ پہچانا گیا، آواز بھی جانی گئی
کون تھا پردہ میں اب باور ہی کرنا چاہیئے
ہے دلیل الملک قبضہ تھا جو خالی بیت اب
آمدِ نامیٔ رب کعبہ کے اندر چاہیئے
آئے کیوں روندے ہوئے رستہ سے ہو کچھ امتیاز
مالکِ کعبہ کو کعبہ میں نیا در چاہیئے
بات عام الفیل کی تھی جب نہ آئے تھے علیؑ
اب نہ کعبہ کو ابابیلوں کا لشکر چاہیئے
ذکر کیا اپنے پروں کا یاد گر ہے ذو الفقار
تم کو بھی جبریل پھیلانا نہ شہپر چاہیئے

کعبہ تو مثلِ صدف ہے گوہرِ یکتا علیؑ
کیا کریں ہے کہ صدف ہم کو تو گوہر چاہیئے
انبیائے سے پوچھ لو آدمؑ سے تا ختمِ رسلؐ
عقدۂ مشکل جہاں ہو دستِ حیدرؑ چاہیئے
جس سے غافل رہنا فاسق اسے خود یوم خشم
نام کو اپنے بچانے نام حیدر چاہیئے
خضر نے رستہ حصولِ علم کا بتلا دیا
انبیاء کو بھی طوافِ قبرِ حیدر چاہیئے
بن کے محتاج و گدا جبریلؑ آتے ہیں رہو
ہو بہانہ کوئی بھی اس در کا چکر چاہیئے
مرضئ رب کا بدل کیا جیتے ہو سکتی بھلا
کہدیا قرآن نے بس نفسِ حیدر چاہیئے
خاتمِ دستِ سلیماں کی اگر قسمت کھلے
اس کو بننا ہی زکوٰۃِ دستِ حیدرؑ چاہیئے
جوہرِ معصومیت اک وصف ہے خود عینِ ذات
عصمتِ مطلق کو تخلیقِ مطہر چاہیئے
ہیں ازل سے احمدؐ و حیدرؑ نبیؐ اک، اک ولی
خلق جو مسلم ہوئے ہوں کیا مکرر چاہیئے
ہے طبیعت جذبِ فطری اور شریعت حکمِ رب
ہے نبیؐ کو حکمِ رب تعظیمِ دختر چاہیئے

جمیع بیتِ سیدہؑ میں پنجتن ہیں اس لیے
آیتِ تطہیر کو زہراؑ کی چادر چاہیئے
منتظر ہیں عرش پر حور و ملک ہنگامِ عقد
صدقۂ زہراؑ و حیدرؑ کی نچھاور چاہیئے
بخششِ امت، زمیں، سب دے سکے جو مہر میں
کفوِ زہراؑ کے لئے ایسا برابر چاہیئے
بنت ہے اُمِ ابیہا اور نبیؐ ہیں من حسینؑ
ایسی ہی شایانِ شانِ آلِ پیمبرؐ چاہیئے
رازِ اکمالِ رسالت ہیں یہی آلِ عبا
ان کی آمیں سے تائیدِ پیمبرؐ چاہیئے
خود ابوطالبؑ علیؑ، جعفرؑ، عقیلؑ اور ان کی آل
نصرتِ دیں کو ابوطالبؑ کا گھر بھر چاہیئے
شخصیت میں ہے ابوطالبؑ کی خاموشی کا راز
کُھل کے ہر مشکل میں تائیدِ پیمبرؐ چاہیئے
وجہ نور ذکر ذالکفل انبیاء کے ساتھ ہے
بہر محمدؐ کا ولی تو سب سے برتر چاہیئے

(مطلع ثانی)

راکبِ دوشِ نبیؐ بالائے منبر چاہیئے
ذاتِ پیغمبرؐ کی جاں نفسِ پیمبر چاہیئے

ہے محمدؐ کے گھرانے کو عروج لا زوال
جب محمدؐ کی محمدؐ ہی مکرر چاہیئے
جس کو فرمائیں نبیؐ مولاؑ انا منہ، لیطہر
ملّتِ اسلام کو ایسا ہی رہبر چاہیئے
فرض ہر فرد بشر پہ ہے جو حق کی پیروی
حق یہ کہتا ہے نشانِ پائے حیدرؑ چاہیئے
مالکِ مرضیٔ رب نفسِ نبیؐ، نفسِ خدا
اے مسلماں اور کیا اب اس سے بڑھ کر چاہیئے
ہے علیؑ کا در کھلا آئے جسے توفیق ہو
اور جو پھر جائے اسے پھرنا ہی در در چاہیئے
ساتھ رب کے تبرکت صلوٰۃ ہی کافی نہیں
دشمنانِ دین پر لعنت بھی وافر چاہیئے
غصب حقِ حیدرؑ و زہراؑ یہ چپ کیسے رہیں
داورِ محشر کو شیعوں کا بھی محضر چاہیئے
دیکھے دھرنا بیٹھ جائیں گے درِ جنت پہ ہم
داد مظلوموں کی پہلے دادگستر چاہیئے
بخشتی گر دشمنوں کو اپنے کر دیں بھی معاف
تجھ کو تو کرنا نہ ایسا رب داور چاہیئے
دودھ کی نہریں ہیں کوثر ہے طہورا ہے شراب
خلد میں پھر بھی ہمیں تو خمؑ کا ساغر چاہیئے

حشر میں الجھو نہ حاآمد سے فرشتو جان لو
شاہِ مرداں کے غلاموں سے ذرا ڈر چاہیئے

# نذرِ شہزادیؑ کونین

شریکِ کارِ رسالت ہے فاطمہؑ زہرا
وقارِ دین و شریعت ہے فاطمہؑ زہرا
خدا محمد الا رسولؐ کی بضعت
یہ خاص آپ کی سنت ہے فاطمہؑ زہرا
مثال یہ ہے جو نسواں کا ہے طریقِ نماز
یہ خاص آپ کی سنت ہے فاطمہؑ زہرا
کہا ہے ختمِ رسل نے تمہیں خود اپنی ماں
تمہاری شان یہ عظمت ہے فاطمہؑ زہرا
سب آکے اہلِ سما در سے لیتے ہیں خیرات
یہ در کی آپ کے رفعت ہے فاطمہؑ زہرا
جو کی ہے آپ کی تعظیم سرورِ دیں نے
یہ بر بنائے شریعت ہے فاطمہؑ زہرا
لسانِ قدس میں باقی نہ کوئی لفظ رہی
تمہاری حدِ طہارت ہے فاطمہؑ زہرا

تعارف ان سے رسالت کا اور امامت کا
اصول دین کی کفالت ہے فاطمہ زہرا
اگرچہ تیرہ۱۳ ہوں معصوم نقص ہے پھر بھی
تب ہی تو آپ کی حاجت ہے فاطمہ زہرا
کرو جو غور یہ "ایمیمت" کی ہی ہے تفسیر
کہ خود بھی شامل تعمیت ہے فاطمہ زہرا
ائمہ منتیں نظر آئیں گی جس طرف دیکھو
کلید شہر امامت ہے فاطمہ زہرا
ہے منصوں سے ترا اقتدار بالاتر
امارتوں کی امارت ہے فاطمہ زہرا
جو نام آپ کا مشتق ہے نام فاطر سے
نجات تیری شفاعت ہے فاطمہ زہرا
خدا کا نفس ہی بس کفو ہو سکا تیرا
قدر یہ تیری یہ قسمت ہے فاطمہ زہرا
ہے تیرا مہر زمین اور بخشش امت
تیری زمین تری جنت ہے فاطمہ زہرا
عطا رسول کو کوثر ہوا تیرے ہی لئے
گراں بہا تری عترت ہے فاطمہ زہرا
(مطلع ثانی)
خفی خزینہ کی دولت ہے فاطمہ زہرا
نمود جلوۂ قدرت ہے فاطمہ زہرا

اَزل کے حسن کی صورت ہے فاطمہؑ زہرا
خدا کے نور کی طلعت ہے فاطمہؑ زہرا
ریاضِ دین کی نکہت ہے فاطمہؑ زہرا
بہارِ گلشنِ جنت ہے فاطمہؑ زہرا
شمیمِ باغ رسالتؐ ہے فاطمہؑ زہرا
نسیمِ صبحِ امامت ہے فاطمہؑ زہرا
نگینِ تاجِ ولایت ہے فاطمہؑ زہرا
عروجِ اوجِ نبوت ہے فاطمہؑ زہرا
جو عقلِ کل ہے وہ حکمت ہے فاطمہؑ زہرا
جو منتہا ہے وہ عصمت ہے فاطمہؑ زہرا
نبیؐ کو حق کی امانت ہے فاطمہؑ زہرا
علیؑ کے حق میں ودیعت ہے فاطمہؑ زہرا
نبیؐ کے گھر پہ بھی رحمت ہے فاطمہؑ زہرا
علیؑ کے گھر کی بھی عزت ہے فاطمہؑ زہرا
جو فرش و عرش کی حرمت ہے فاطمہؑ زہرا
تو کائنات کی زینت ہے فاطمہؑ زہرا
نہ جس کا مثل وہ ندرت ہے فاطمہؑ زہرا
کمالِ صانعِ قدرت ہے فاطمہؑ زہرا
جو صبر و شکر کی طاقت ہے فاطمہؑ زہرا
نساء کے لئے قوت ہے فاطمہؑ زہرا

شفیعِ روزِ قیامت ہے فاطمہؑ زہرا
بس آج تیری حکومت ہے فاطمہؑ زہرا
جو ہو کے مالکِ کونین آسیا گرداں
عجیب رازِ مشیت ہے فاطمہؑ زہرا
خوشی سے خوش ہے خدا ناخوشی سے ہے ناراض
ترے اشارہ پہ قدرت ہے فاطمہؑ زہرا
منافقوں کو کیا بے نقاب بس تو نے
تجھ ہی سے دین سلامت ہے فاطمہؑ زہرا
کیا ہے فیصلہ تو نے نفاق و ایماں کا
نزاعِ دیں کی عدالت ہے فاطمہؑ زہرا
نہ بھولیں ظلم کے بانی کہیں یہ روزِ حساب
یہی تو مالکِ جنت ہے فاطمہؑ زہرا
سمجھ میں آگیا حامدؔ یہ اہلِ ایماں کی
کہ دین تجھ سے عبارت ہے فاطمہؑ زہرا

تمت